علم الانسان ما لم یعلم
۱۳۳۹
کتبخانہ
جامعہ ملیہ اسلامیہ
دہلی
شعبہ ۲۴۷۰ س
شمارہ ۱۳۲۹ ج
عدد داخلہ ۲۲۳۲۷۶
RARE BOOK

سلسلۂ مطبوعات "ادارہ تحقیق و تصنیف"، کراچی

(۱)

مخدوم جہانیاں جہاں گشت

مکتبۂ شاہراہِ اسلامیہ دہلی

محمد ایوب قادری

"ادارہ تحقیق وتصنیف کراچی"

۱-	مفتی انتظام اللہ شہابی	صدر
۲-	حافظ بشیر احمد ارشد ایم اے	نائب صدر
۳-	محمد ایوب قادری ایم اے	معتمد عمومی
۴-	منور الاسلام صدیقی ایم اے، ایل ایل بی	معتمد معاون
۵-	ثناء الحق ایم اے	خازن
۶-	پروفیسر محمد حامی الدین خاں ایم اے	رکن
۷-	توکل حسین قدوائی ایم اے، ایل ایل بی	رکن
۸-	نصیب اختر ایم اے	رکن
۹-	ثناء اللہ ندوی	رکن
۱۰-	عبدالرشید شیخ	رکن

مخدومِ جہانیاں جہاں گشت

مفصل حالات و سوانح حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری اچی المتوفی سنہ ۷۸۵ھ / ۱۳۸۴ء

محمد ایوب قادری ایم اے

لکچرار اردو ۔ اردو کالج کراچی

ادارہ تحقیق و تصنیف

۱/۱۴۱ وحید آباد، کراچی ۱۸

(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

بار اوّل ——— ایک ہزار

سنہ طباعت ——— ۱۹۶۳ء

قیمت مجلد سات روپیہ

قیمت ——— ۶ روپے

مطبوعہ ——— ایجوکیشنل پریس کراچی

ملنے کے پتے:-

پاکستان میں:-

پاک اکیڈمی ۱۴۱/۱ وحید آباد کراچی ۱۸

مولوی شمس الدین تاجر کتب بیلہ مسجد۔ انارکلی لاہور

بھارت میں:-

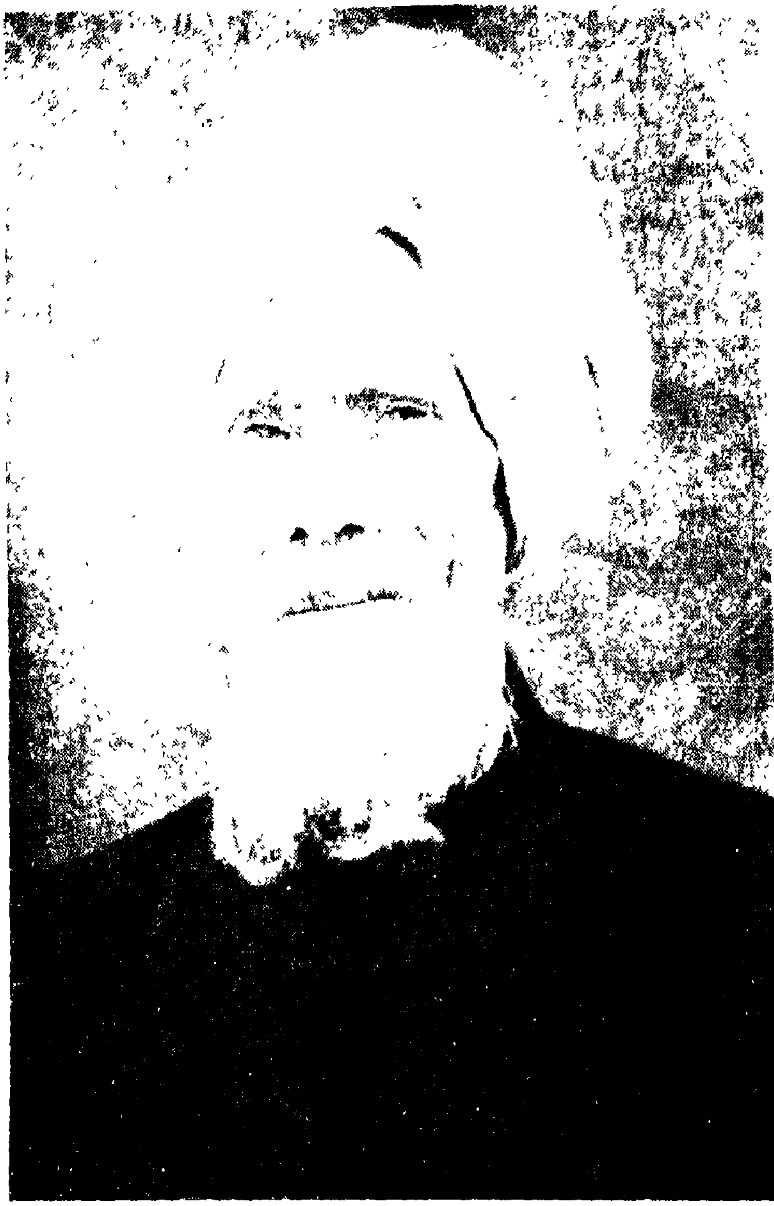
کتب خانہ انجمن ترقی اردو اردو بازار، جامع مسجد دھلی ۶

فہرست مضامین

باب سوم

باب چہارم

باب پنجم



چودھری حاجی نصیر الدین صاحب

اِنتساب

اس سرزمین اور وہاں کے مخلص اعزا،
احباب اور باشندوں کے نام
جہاں
میں نے اپنی نوجوانی کے کم و بیش ساڑھے
چار سال (اکتوبر ۱۹۴۵ء تا اپریل ۱۹۵۰ء)
بسلسلۂ تعلیم گزارے اور میری مرحومہ پھوپی[1]
اور پھوپا چودھری حاجی شمس الدین رئیس و
زمیندار قصبہ اوجھیانی (ضلع بدایوں) کی محبتیں
اور شفقتیں مثل اولاد کے میرے شامل حال رہیں

محمد ایوب قادری

---

[1] پھوپی غفور النساء کا انتقال ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۲ء بروز جمعرات ہوا (غفر اللہ لہا)

دہلی

ابتدائیہ

محمد ایوب قادری (مؤلف)

مارچ ۱۹۵۸ء میں ملتان کے ایک خانقاہی ماہنامہ کی طرف سے مجھے ایک خط موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ اس رسالے کا خاص شمارہ "مشائخ سہروردیہ نمبر" نکل رہا ہے اور اس کے لئے مجھ سے بھی مضمون طلب کیا گیا تھا، میں نے اپنی مصروفیت اور بے بضاعتی کا اظہار کر دیا اسی درمیان میں میرے بزرگ پروفیسر ضیاء احمد بدایونی (علی گڑھ) اور محترم دوست ڈاکٹر لطیف حسین ادیب (بریلی) کے خطوط ملے جن میں تحریر تھا کہ میں اس نمبر کے لئے مضمون ضرور لکھوں، مدیر رسالہ نے ان سے رجوع کیا تھا، ناچار ان حضرات کی تعمیل ارشاد میں میں نے مضمون لکھنا طے کر لیا، مدیر نے عنوان بھی متعین کر دیا کہ "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" پر مضمون لکھا جائے، چھ ماہ کے طویل عرصہ میں حضرت مخدوم پر ایک مقالہ تیار ہو گیا، جس کی تیاری میں دیگر کتابوں کے علاوہ حضرت مخدوم کے مطبوعہ ملفوظات "الدر المنظوم" خاص طور سے پیش نظر تھے، مقالہ ملتان بھیج دیا گیا، مگر اس رسالہ کا خاص نمبر شائع نہیں ہوا، مدیر رسالہ سے ایک طویل خط و کتابت کے بعد وہ مقالہ مجھے واپس ملا مقالہ کی تیاری کے سلسلہ میں جو مواد پڑھنے کا اتفاق ہوا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم آٹھویں صدی ہجری یعنی چودھویں صدی عیسوی کی مغربی پاکستان کی نہایت

فعال اور باعظمت شخصیت ہیں۔ سنہ ۷۰۷ھ میں اوچ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۷۸۵ھ میں وصال ہوا۔ ان کی سرگرمیوں سے تمام ہندو پاکستان متاثر ہوا کیونکہ ان کے تبلیغی و علمی اثرات بیرون ہند تک پہنچے۔ خیال ہوا کہ حضرت مخدوم پر ایک مفصل کتاب لکھی جائے۔

بعض احباب نے جب یہ مقالہ دیکھا تو پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور کتابی شکل میں منتقل کرنے کی تائید کی۔ اس سلسلہ میں مخدوم میر حسام الدین راشدی کا اسم گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ چنانچہ میں نے اس موضوع پر مزید مواد جمع کرنا شروع کر دیا۔ جولائی سنہ ۱۹۶۰ء میں علی گڑھ، بدایوں اور دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا۔ علی گڑھ میں اس موضوع سے متعلق دو نئی کتابیں مقرر نامہ (مخدوم کے مکتوبات) اور سراج الہدایہ (ملفوظات کا مجموعہ) ملیں جو بالکل نیا مسالہ تھا۔

جنوری سنہ ۱۹۶۲ء میں کراچی کے بعض مخلص احباب نے "ادارہ تحقیق و تصنیف، کراچی" کے نام سے ایک علمی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اس میں طے کیا کہ "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کے مقالہ کو کتابی شکل دے دی جائے۔ چنانچہ میں نے ازسرنو کام کا آغاز کر دیا۔ بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد یہ کتاب تکمیل پذیر ہوئی۔

اس کتاب کی تیاری میں حضرت مخدوم کے ملفوظات کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ حضرت کے ملفوظات کا ایک مجموعہ جامع العلوم کے نام سے ان کے مرید علاء الدین علی نے مرتب کیا ہے جو حضرت مخدوم کے دہلی کے دہ ماہہ قیام کی حقیقی روداد ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ "الدر المنظوم" کے نام سے مولوی نور الحسن بن نواب صدیق حسن قنوجی کی فرمائش پر دہلی سے سنہ ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ترجمہ کے فرائض مشہور عالم مولوی ذوالفقار احمد سارنگ پوری نے انجام دیئے ہیں۔ اس کتاب کا اصل فارسی نسخہ بھی ہمیں مقابلہ کے لئے مل گیا۔ مقرر نامہ اور سراج الہدایہ کے نسخے علی گڑھ میں ملے مگر حضرت مخدوم کے

دوسرے ملفوظات خزانۂ جلالی، جواہر جلالی اور مظہر جلالی وغیرہ کا حصول سخت دشوار تھا دسمبر ۱۹۶۲ء میں خاص اس مقصد کے لئے بہاولپور، ملتان اور اوچ کا سفر اختیار کیا، اوچ میں گیلانی اور بخاری دو خانقاہیں ہیں بخاری خانقاہ میں بالکل مقصد برآری نہ ہوئی بلکہ وہاں کے کوائف و حالات سے سخت مایوسی ہوئی، مگر اس سفر میں ایک ذی علم نوجوان عبیداللہ بن مولوی فقیر اللہ خاں صاحب سے تعارف ہو گیا، جو بعد کو ہمارے لئے خضر راہ ثابت ہوئے اپریل ۱۹۶۳ء میں پھر اوچ حاضر ہوا یہ سفر اس اعتبار سے بہت کامیاب رہا کہ کم و بیش ایک ہفتے کے قیام میں حضرت مخدوم کے تمام ملفوظات نیز حضرت سے متعلق دوسرا قلمی مواد دیکھنے کو مل گیا، جس کی روداد مندرجہ ذیل ہے :۔

۱۔ گیلانی خانقاہ سے متعلق ایک کتب خانہ ہے جس میں بیشتر مواد قلمی ہے، اس کتب خانہ کی ایک فہرست بھی ڈاکٹر غلام سرور صدر شعبہ فارسی کراچی یونیورسٹی کی تیار کردہ شائع ہو چکی ہے، اس میں خزانہ جلالی کا ایک نسخہ ملا اس نسخہ کے حصول میں ہمارے دوست عبیداللہ خاں صاحب کی مساعی جمیلہ کو پورا پورا دخل رہا۔

۲۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خانقاہ کے مجاوروں کے دو قدیم خاندان اوچ میں موجود ہیں جو خلیفہ کہلاتے ہیں، ان میں سے ایک بزرگ خلیفہ اللہ داد خاں کی خدمت میں ہم حاضر ہوئے اول تو انہوں نے کتابیں دکھانے سے صاف انکار کر دیا مگر دوران گفتگو میں ان کے صاحبزادے غلام شبیر صاحب کو معلوم ہوا کہ میرا قدیمی وطن آنولہ ضلع بریلی (روہیل کھنڈ) یو۔پی ہے، وہ وہاں کے مشہور عالم مفتی عبدالحفیظ حقانی (ف ۱۹۵۸ء) کے دورۂ حدیث میں شریک ہوئے تھے، جس زمانہ میں مفتی صاحب مدرسہ انوار العلوم ملتان میں شیخ الحدیث رہے تھے، اس تعلق کے معلوم ہونے کے بعد وہ اپنا تمام ذخیرہ کتب دکھانے کے لئے تیار ہو گئے۔

خلیفہ مٹھّو خاں صاحب کے ذخیرے میں خلاصہ خزانہ جلالی، خلاصہ جواہر جلالی خلاصہ مظہر جلالی، مناقب الولایت، رسالہ در حالات صفی الدین گازرونی، سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (فارسی) وغیرہ کتب اور بعض دوسرے کاغذات، مسودات اور دستاویز ملے جو بڑے کارآمد ثابت ہوئے۔ اس خاندان میں خلیفہ غلام محمد اور خلیفہ محمد رمضان وغیرہ صاحب علم بزرگ گزرے ہیں، سادات بخاری (اوچ) پر کئی مسودے اور کتابیں نظر سے گزریں جن کا ذکر اولاد و احفاد کے ضمن میں آٹھویں باب میں کیا گیا ہے۔

۳۔ مجاوروں کا دوسرا خاندان خلیفہ غلام محمد کا ہے، ان سے جب ملاقات ہوئی اور عرض مطلب کیا تو انہوں نے ایک کتاب "مناقب الاصفیاء" (قلمی) فوراً پیش کر دی، مگر جیسے ہی ہم نے اخذ و اقتباس کا آغاز کیا تو فوراً ہاتھ پکڑ لیا اور نقل سے مانع ہوئے بمشکل اس کتاب سے بعض اقتباسات لئے جا سکے۔

۴۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے موروثی سجادہ نشین نوبہار شاہ ہیں دسمبر ۱۹۶۲ء میں ان کے یہاں سے ناکام واپس آیا تھا، اب کی مرتبہ پھر کوشش کی کئی دفعہ کی حاضری کے بعد سجادہ نشین اور ان کے صاحبزادوں نے خاندانی اسناد و فرامین وغیرہ دکھلائے جو تمام تر معاملات جائداد یا ان کی دنیاوی حیثیت سے متعلق تھے ان میں بہت سے سرکاری افسروں کے رسمی دعوت نامے فریم کئے ہوئے تھے، ایک شجرہ مرحمت فرمایا گیا کہ اس کو شامل کتاب کر لیا جائے، مگر جب اصل ملفوظات کی بات آئی تو حسب عادت ٹال مٹول کرنے لگے، بات قریب ختم تھی کہ منشی بہادر علی نمبردار اور غلام شبیر صاحب کی موجودگی اور تائید نے ہماری مشکل حل کر دی، سجادہ نشین صاحب نے بہت مشکل سے خزانہ جلالی جواہر جلالی، مظہر جلالی اور جامع العلوم کے نسخے دکھلائے مگر حضرت مخدوم کا کتابت کردہ قرآن کریم پھر بھی رہ گیا، یہ کتابیں حضرت مخدوم کے حالات کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں

ان کتابوں کا ہم نے تفصیلی تعارف کرایا ہے۔

یہ تواریخ کی داستان ہیں، ملفوظات کے بعض نسخے علی گڑھ، رام پور اور کلکتہ سے ملے ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔

۵۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ کی لائبریری میں حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک مجموعہ "مناقب المخدوم" کے نام سے ہے، اس کتاب کے تفصیلی اقتباسات ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب (کراچی) کے پاس محفوظ تھے ڈاکٹر صاحب نے وہ تمام اقتباسات مجھے مرحمت فرمادئے، اس عنایت کے لئے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کا شکر گذار ہوں۔

۶۔ علی گڑھ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب سے حضرت مخدوم کے ملفوظات سراج الہدایہ کا نسخہ ملا اور مقرنامہ کا نسخہ سبحان اللہ کلیکشن مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ سے دستیاب ہوا۔ مقرنامہ حضرت مخدوم کے مکتوبات کا قابل قدر مجموعہ ہے۔

۷۔ رضا لائبریری رام پور میں جامع العلوم کے دو نسخے ملے اس کتاب کا ایک نسخہ سجادہ نشین اوچ کے پاس دستیاب ہوا۔ رام پور میں "شجرہ سہروردیہ" اور "مجموعہ تکبیرات راجو قتال" بھی اس موضوع پر اہم کتابیں دستیاب ہوئیں، شجرہ سہروردیہ شیخ سماء الدین دہلوی کے حالات میں اہم رسالہ ہے۔

حضرت مخدوم کے حالات کے سلسلہ میں ان کے ملفوظات جامع العلوم، خزانۂ جلالی جواہر جلالی، مظہر جلالی، مقرنامہ، مناقب المخدوم وغیرہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ مجھے یہ تمام مواد دستیاب ہوگیا اور اس مواد کی روشنی میں حضرت مخدوم کے حالات سمجھنے میں بہت مدد ملی، اس کے علاوہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

لائبریری (کراچی) اسسٹنٹ لائبریری بہاولپور، رضا لائبریری رام پور، مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ، کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، کتب خانہ پیر حسام الدین راشدی سے بھی استفادہ کیا ہے، جس کا اعتراف ضروری ہے۔

میں نے حضرت مخدوم کو بحیثیت ایک انسان، عالم اور درویش کے پیش کیا ہے اور ان سے متعلق بعض حسینوں کو من و عن قبول نہیں کیا۔ میری رائے میں حضرت مخدوم سے منسوب سفرنامہ جعلی اور وضعی ہے اسی طرح فیروز شاہ کے عہد میں قدم شریف لانے کا قصہ محض بے بنیاد ہے۔ میں نے جون جولائی ۱۹۶۳ء میں دہلی، لاہور، رام پور، آنولہ اور دیوبند میں بچشم خود مختلف قدم شریف دیکھے اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب مجاوروں اور قبر پرستوں کی ایجاد و اختراع ہے۔ ان دونوں مباحث کو چوتھے اور ساتویں باب میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نفس کتاب سے متعلق مندرجہ ذیل امور بھی قابل ذکر ہیں۔

۱۔ اس کتاب کے پہلے دو باب مسلم ہند پاکستان کے سیاسی و ثقافتی پس منظر پر مشتمل ہیں میں نے اس حصہ کو مختصر لکھا تھا مگر میرے بزرگ ہم وطن محمد حامی الدین خاں اور برادر عزیز ثناء الحق صاحب کی رائے ہوئی کہ اس حصہ کو ذرا تفصیل سے لکھا جائے تاکہ ہماری علمی و ثقافتی تاریخ صحیح طور سے اجاگر ہو سکے اور حضرت مخدوم سے قبل اور خاندان کے دور کے تاریخی اور سیاسی حالات منظر عام پر آ سکیں نیز ان کی شخصیت اور ان کا کردار پوری طرح واضح ہو جائے۔

(۲) غیر منقسم ہندوستان کو ہر جگہ ہند پاکستان لکھا گیا ہے اب یہی نام زیادہ صحیح ہے، چنانچہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۳) ہجری سنین کی عیسوی سنین سے مطابقت کر دی گئی ہے۔

۴۔ کتاب کے آخر میں کتابیات اور اشاریہ بھی شامل ہے۔

۵۔ اوچ کا املا مختلف زبانوں میں مختلف طریقے سے لکھا ہوا ملتا ہے مگر ہم نے اوچ لکھا ہے، یہی آج کل وہاں کے سرکاری کاغذات وغیرہ میں لکھا جاتا ہے۔

جن بزرگوں اور احباب نے اس کتاب کی تیاری میں دلچسپی لی میں ان سب کا منت پذیر ہوں۔ برادر عزیز مولوی ثناء الحق ایم اے، مولوی حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری (دفتری دواخانہ لاہور) نے اس کتاب کا پورا مسودہ پڑھا اور مفید مشوروں سے نوازا جن کو میں نے بطیب خاطر قبول کیا، مولانا محمد ناظم ندوی، شیخ الجامعۃ العباسیہ بہاولپور ڈاکٹر سید معین الحق، جنرل سکریٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی اور لفٹیننٹ کرنل محمد عطاء الرحیم، پرنسپل اردو کالج کراچی نے اس کتاب پر تعارف، پیش لفظ اور دیباچہ لکھ کر میری ہمت افزائی فرمائی میں ان حضرات کی خدمت میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں مولوی اعجاز الحق قدوسی، جمیل جالبی، حکیم محمود احمد برکاتی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی ہمت افزائی میرے شامل حال رہی۔

محمد ایوب قادری

کراچی، ۱۳ر ستمبر ۱۹۶۳ء

تعارف

مولانا محمد ناظم ندوی

شیخ الجامعۃ العباسیہ بہاولپور (پاکستان)

برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے کرام اور صفا ترین تاجروں کے ذریعہ اسلام پھیلا ہے، انہیں کے انفاس قدسیہ کے قدم سے ظلمت کدہ ہند بقعہ نور بنا، اور صدیوں کے بعد آج بھی اللہ اللہ کرنے والے جو کہیں کہیں خال خال نظر آتے ہیں وہ انہیں صوفیاء کرامؒ کے طفیل ہے، اپنے وطن سے ہزاروں میل دور مرشدوں کی ہدایت پہ چل پڑتے اور صنم کدوں کو توحید کی آواز سے مسجد بنا دیتے۔

حضرت جلال الدین بخاری المعروف بمخدوم جہانیاں جہاں گشت آٹھویں صدی کے مشہور بزرگ گزرے ہیں، جن کے قدم سے مغربی پاکستان میں اسلام پھیلا ہے اور جن کے فیوض و برکات سے ایک عالم مستفیض ہوا ہے۔ زیر نظر مسودہ کے سرسری نظر سے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف جناب محمد ایوب قادری نے بڑی محنت و کاوش اور تحقیق و جستجو سے مواد فراہم کیا ہے، اللہ تعالےٰ مؤلف کی سعی مشکور فرمائے۔ کیا عجب ہے کہ اس دور ظلمت میں ان صوفیاء کرام کی سوانح سے دل کی سرد انگیٹھی پھر گرم ہونے لگے اور دل کی اجڑی (ان) دنیا پھر آباد ہونے لگے اور مسلمانوں کو تعمیر سیرت اور اصلاح اخلاق کیطرف توجہ ہو

خاکسار
محمد ناظم ندوی

دیباچہ

ڈاکٹر سید معین الحق
جنرل سکریٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی

مسلمانان ہند و پاکستان کی تاریخ کے اہم ابواب میں سے ایک صوفیا کا کارنامہ ہے، اب تک ان کی زندگی کے صرف ایک پہلو پر زور دیا گیا ہے، یعنی دنیا سے بے تعلقی یا ان سے عقیدت رکھنے والوں نے ان کی کرامات کے قصوں سے تذکروں کے صفحات رنگ دئے ہیں، اس بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ ان واقعات میں حقیقت کس قدر ہے یہ امر قابل توجہ ہے کہ کسی صوفی شیخ کی کرامت نہ اس کے لئے قابل فخر سمجھی جا سکتی ہے، اور نہ تہذیب و تمدن کی تاریخ میں اس کو کوئی مقام حاصل ہے، اس کے علاوہ تذکروں میں اس قسم کے واقعات اور قصوں کے شامل ہو جانے سے ان کے مطالعہ میں بہت سی دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ یوں ہی ہمارے ان رہنماؤں کے حالات کے لئے ماخذ بہت محدود ہیں، اکثر تذکرے بعد میں لکھے گئے ہیں اور معاصر شہادت کی حیثیت

نہیں۔ کچھ مشائخ کے ملفوظات میں بھی اضافے وغیرہ ہو گئے ہیں، جن مورخوں نے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں انھوں نے معاشرتی مسائل کی طرف بہت کم توجہ کی ہے، ان ساری باتوں کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دور جدید کے مورخوں نے اس بات کی طرف بہت کم توجہ کی، یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ برصغیر میں تاریخ نویسی کی بنیادیں استعمار پسند انگریز مصنفوں نے قائم کیں، ان کے پیش نظر چند مقاصد تھے چنانچہ وہ تاریخ کے ان ہی پہلوؤں پر زور دیتے تھے جن سے ان مقاصد کے حصول میں کسی قسم کی مدد ملتی تھی۔

پاکستانی مورخوں کا یہ بہت ضروری اور اہم فریضہ ہے کہ اپنی تاریخ کے ان ابواب کی صحیح تصویر اور حقیقی پس منظر پیش کریں جو اس وقت محتاج توجہ رہے ہیں، ان ہی ابواب میں سے ایک صوفیاء کے حالات اور ان کے کارنامے ہیں، بعض وجوہات کی بنا پر ایک زبردست غلط فہمی جس کے ہم میں سے اکثر شکار ہیں، یہ نظریہ ہے کہ صوفیاء رہبانیت کی زندگی بسر کرتے تھے، یہ ایک حد تک قابل افسوس امر ہے کہ بعض وہ مورخ بھی جنہوں نے اس مسئلہ کا وسیع مطالعہ کیا ہے، صوفیاء کی سیاست سے کنارہ کشی اور زندگی کے ہنگاموں سے اپنے دامن کو محفوظ کرنے کی کوشش پر زور دیتے وقت حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں، ان کے بیانات سے کچھ ایسا اندازہ ہونے لگتا ہے کہ وہ صوفیاء کو ایک ایسا طبقہ سمجھتے ہیں جو اسلامی معاشرہ سے خود کو علیحدہ رکھنا چاہتا ہے، حالانکہ یہ قطعاً غلط اور گمراہ کن نظریہ ہے، ہاں یہ صحیح ہے کہ

جہاں تک خود ان کی نجی زندگی کا تعلق تھا وہ حکومت کی سرپرستی
اور ملازمت سے احتراز کرتے تھے، جس طرح علماء کبار درس و تدریس کی
کوئی اجرت نہیں لیتے تھے بلکہ احباب، عقیدت مند اور دوسرے
مسلمانوں کے پیش کردہ "فتوحات" پر گذر کرتے تھے، اسی طرح خانقاہ
نشین اپنے لئے ذرائع آمدنی پیدا کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، جو کچھ
کوئی دے جاتا اس کو قبول کرکے خدا کا شکر ادا کرتے ورنہ فاقہ کرتے، شیخ
نظام الدین اولیاء بدایونی جن کی خانقاہ میں بہت بڑی تعداد میں
لوگ رہتے تھے اور لنگر کا کھانا کھاتے تھے، ابتدائی زمانہ میں کئی کئی
روز تک فاقہ کرتے، لیکن کسی سے کچھ طلب کرنا شان فقیری کے خلاف
سمجھتے، بلکہ اپنی والدہ محترمہ کے بتلائے ہوئے اصول پر عمل کرتے ہوئے
فاقہ کے دن یہی کہتے تھے کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں، علماء اور مشائخ
اس طریقہ کار کو توکل کہتے، اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ معاشرہ سے بے
تعلقی کی زندگی بسر کرتے تھے حقائق کو نظر انداز کرنا ہے، واقعہ تو یہ ہے
کہ خدمت خلق کو وہ اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ کسی دوسرے طبقہ
کی زندگی میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے، طاعت خدا و رسول کے ان
کی نظر میں دو پہلو تھے، لازمی و متعدی، لازمی کے تحت وہ عبادات
تھیں جن سے شریعت نے انسان کو مکلف کیا ہے: مثلاً نماز، روزہ، حج
زکواۃ وغیرہ ان کا اثر انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے، متعدی
میں وہ امور شامل ہیں جن کے نتائج اپنی ذات کے علاوہ دوسروں پر اثر
انداز ہوتے ہیں، یہی جذبہ تھا جس کی بدولت عظیم المرتبت مشائخ

معاشرہ کی اصلاح کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرتے تھے ان میں سے اکثر کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ امراء و سلاطین سے تعلق کو بھی ضروری سمجھتے ہیں، اس لئے نہیں کہ ان کے ذریعہ دنیوی جاہ و ثروت حاصل کریں بلکہ اس مقصد سے کہ ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش میں سہولت ہو۔

مغربی پاکستان میں مشائخ کی ان اصلاحی کوششوں کے دو اہم مراکز ملتان اور اوچ رہے ہیں آخر الذکر کی اہمیت زیادہ تر مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور ان کے سلسلہ کی وجہ سے ہے، وہ محمد بن تغلق اور اس کے جانشین فیروز شاہ کے ہمعصر تھے اور دونوں کو ان سے عقیدت تھی ان کا تعلق سلسلہ سہروردیہ اور چشتیہ نظامیہ سے ہے، چودھویں صدی عیسوی کی تمدنی تاریخ میں انہوں نے نمایاں رول ادا کیا ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ ان کے حالات پر ایک مفصل اور مستند کتاب کی سخت ضرورت تھی، محمد ایوب قادری صاحب کی کتاب نے اس ضرورت کو پورا کیا ہے، انہوں نے اس کی تیاری میں کس قدر کاوش کی ہے اس کا اندازہ کتاب پڑھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے، یہ کتاب تاریخ اور ادب دونوں میں ایک مفید اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔

سید معین الحق

۱۲ر جون ۱۹۶۳ء

پیش لفظ

جناب لفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر محمد عطاء الرحیم صاحب

پرنسپل اردو کالج کراچی

صوفیائے کرام کی مقدس جماعت نے برصغیر ہند پاکستان میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی جو شاندار خدمات انجام دی ہیں نہ تاریخ ہند پاکستان کا روشن باب ہیں اور ان ہی نفوس قدسیہ کی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ آج برصغیر میں کم و بیش دس کروڑ مسلمان موجود ہیں، اکابر صوفیاء میں داتا گنج بخش ہجویریؒ، خواجہ معین الدین اجمیریؒ، خواجہ بختیار کاکیؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، قاضی حمید الدین ناگوریؒ وغیرہ آسمان معرفت وسلوک کے وہ روشن و تابندہ ستارے ہیں جن کی ضیا باریوں سے سرزمین ہند پاکستان ہمیشہ روشن و تاباں رہے گی، قول کے بجائے یہ حضرات اسلام کی تعلیم عمل سے دیا کرتے تھے اور ان کی زندگی گویا اسلامی تعلیمات کی عملی تفسیر ہوتی تھی، ان کی بے ہمہ و باہمہ زندگی اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتی تھی۔ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ کا بیان ہے کہ جب

حضرت خواجہ اجمیریؒ دہلی سے اجمیر کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں سات سو اشخاص مشرف بہ اسلام ہوئے، ان ہی صوفیائے کرام کا یہ فیض ہے کہ ہندو پاکستان میں ایک مستحکم مسلم معاشرہ وجود میں آیا، یہ حضرات رنگ و نسل، زبان و بیان اور ملک و قوم کے امتیاز کو یک قلم ختم کرکے صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ دیتے تھے، حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفاء کی ایک کثیر تعداد ہے، اس میں بلخ و بخارا کے آئے ہوئے مسلمان بھی ہیں، اور اودھ، پنجاب، دکن اور بنگال کے مسلمان بھی ہیں اور یہ سب اپنے شیخ کے اتباع میں رشد و ہدایت کے فرائض اپنے اپنے مقام پر انجام دے رہے ہیں، ان میں صوبائی عصبیت نسب و نسل کا افتخار یا زبان کی برتری کا کوئی احساس نہیں ہے وہ "انما المومنون اخوۃ" کا درس دیتے ہیں اور مسلم معاشرہ کو بنیان مرصوص کی طرح مستحکم بنا دیتے ہیں، صوفیاء کی اس مقدس جماعت نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مقامی ہندو پاکستانیوں سے رابطہ و ضبط قائم کیا اور ظاہر ہے ان روابط کے لئے مقامی زبانوں کا سہارا لینا پڑا ہوگا، اس طرح ان حضرات کے ذریعہ ایک نئی زبان پیدا ہوئی جو بعد میں اردو زبان کے نام سے موسوم ہوئی، بابائے اردو مولوی عبدالحق، حکیم مولوی شمس اللہ قادری اور پروفیسر محمود خاں شیرانی نے صوفیائے کرام کے جملوں، کہاوتوں اور اشعار کو تلاش کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو کی نشو و نما میں ان حضرات کا معتد بہ حصہ ہے۔ صوفیاء کی جماعت بازار، مدرسہ، خانقاہ اور

دیا۔ ہر جگہ تلقین و ارشاد کا کام انجام دیتی ہے، سہروردی سلسلہ کے مشائخ نے بادشاہوں سے تعلقات قائم کر کے بادشاہوں کی مطلق العنانی اور اسلام کی خلاف ورزی کو روکا اور مشائخ چشت نے بادشاہوں سے علیحدہ رہ کر ان کے دل پر اپنی عظمت کا نقش بٹھا دیا۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی سلسلہ کے نامور صوفی بزرگ تھے وہ ۷۰۷ھ میں مغربی پاکستان کے مشہور مقام اوچ میں پیدا ہوئے اور ۷۸۵ھ میں ان کا وصال ہوا۔ وہ ملتان کے مشہور صوفی شیخ حضرت رکن الدین کے مرید و خلیفہ تھے، چشتیہ سلسلہ میں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے خلافت یافتہ تھے، فیروز شاہ تغلق سے حضرت مخدوم کے تعلقات بہت اچھے تھے وہ اکثر دہلی تشریف لیجاتے تھے، بادشاہ کو مشورے دیتے تھے، ٹھٹھہ کی مہم کے موقع پر حضرت مخدوم نے سلطنت دہلی کی خاص خدمات انجام دیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغربی پاکستان میں ان کا کس قدر اثر و رسوخ تھا، حضرت مخدوم اور ان کے خاندان کے ذریعہ سے مغربی پاکستان میں خاص طور سے اسلام کی اشاعت ہوئی بہت سے راجپوت قبیلے مسلمان ہوئے، حضرت مخدوم اسلامی علوم کے بہت بڑے فاضل اور بحر معرفت کے بہت بڑے غواص تھے۔ تمام زندگی تعلیم و تدریس اور تلقین و ارشاد سے عبارت رہی دور دور سے لوگ تعلیم و تلقین کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے، اور حضرت مخدوم کی خدمت میں رہ کر اپنی دلی مراد کو پہنچتے تھے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے حالات نہایت محنت اور تحقیق سے محمد ایوب قادری صاحب نے تحریر کئے ہیں اور اس طرح انہوں نے علم و ادب کی ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ایوب قادری صاحب نے حضرت مخدوم کے ملفوظات تک رسائی حاصل کی جو بڑا دقت طلب کام تھا کیونکہ ان میں سے تقریباً تمام ملفوظات زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کو علی گڑھ، رام پور، اُچ، بہاولپور، ملتان اور لاہور کے سفر کرنے پڑے کتاب کے مطالعہ سے ناظرین کو قادری صاحب کی محنت کا خود اندازہ ہو جائے گا۔

ایوب صاحب اردو کالج کے اساتذہ میں شامل ہیں اس لئے مجھے اور زیادہ مسرت ہے کہ انہوں نے تحقیق و تجسس کا کام اتنے سلیقہ سے انجام دیا ہے۔

اردو کالج
کراچی

محمد عطاء الرحیم
۸ر جون ۱۹۶۳ء

مقدمہ

برصغیر ہند پاکستان کے بعض حصوں میں مسلمانوں کا داخلہ خلافت راشدہ کے دور میں ہی ہو چکا تھا، لیکن اسلامی فتوحات کا صحیح طور پر آغاز محمد بن قاسم کے حملہ سے ہوا، اسی وقت سے یہاں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہوا اور اسی زمانہ سے اس سرزمین میں تبلیغی کوششیں شروع ہوئیں، محمد بن قاسم کے حملہ کے تقریباً تین سو سال بعد محمود غزنوی نے ایک دوسرے راستہ سے برصغیر میں داخل ہو کر اسلامی اثرات کو زیادہ وسیع کیا، اس کے اخلاف نے بعض حالات کی بنا پر اپنا مستقر سلطنت غزنین سے اٹھا کر پنجاب میں قائم کیا اور اس طرح اسلامی روایات کو اس قدیم صنم کدہ میں پھلنے پھولنے کے زیادہ مواقع میسر آئے، اس زمانہ میں بعض اولیاء اللہ نے تبلیغی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا اور آفتاب اسلام کی شعاعیں مقامی لوگوں کے قلوب میں نفوذ کرنے لگیں، اس دور کے اولیاء میں حضرت داتا گنج بخشؒ کا نام بہت نمایاں ہے، یہ وہ مقدس ہستی ہے جس کو ہند پاکستان میں چشتیہ سلسلہ کی بزرگ ترین شخصیت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے اور جس کے بارے میں یہ شعر ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے ؎

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

حضرت داتا صاحب نے دور غزنوی میں لاہور میں آکر قیام فرمایا اور دین کی تبلیغ کا فریضہ

انجام دیا۔ محمد غوری کی پرتھوی راج پر فتح حاصل کرنے سے پہلے ہی خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اس سرزمین میں قدم رنجہ فرمایا اور اجمیر جیسے مرکز کفر دست رس کو توحید کے نور سے جگمگایا آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اس خانوادے کے دیگر بزرگوں مثلاً خواجہ بختیار کاکیؒ بابا فرید گنج شکرؒ شیخ نظام الدین اولیاؒ، مخدوم علاء الدین صابر کلیری، نصیر الدین چراغ دہلیؒ، خواجہ گیسو درازؒ وغیرہ نے اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جو مساعی کیں اور دین متین کو جس طرح برصغیر کے مختلف گوشوں میں پہنچایا اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

دہلی میں مسلمانوں کو حکومت کرتے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ صوفیہ کے دوسرے اہم خانوادے سہروردیہ کے بزرگ تبلیغ دین میں ساعی ہوئے اور انہوں نے اشاعت دین کا مرکز ملتان کو بنایا، وہیں حضرت شہاب الدین سہروردی کے اجل خلیفہ حضرت بہاء الدین زکریا نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور ان کے بیٹے صدر الدین عارفؒ اور پوتے رکن الدین ابو الفتحؒ نے اپنے فیوض و برکات سے اس نواح کے لوگوں کی حالت کو بدل دیا۔

ملتان کے قریب ہی اس خانوادے کی تبلیغی کوششوں کا دوسرا مرکز اوچ میں قائم ہوا، آج کا یہ اجڑا دیار اس زمانہ میں سیاسی اہمیت کا بھی حامل تھا چنانچہ کچھ ہی عرصہ پہلے سلطان التمش کے حریف مقابل ناصر الدین قباچہ کا دار الحکومت رہ چکا تھا اور اس وقت بھی سلطنت دہلی کے مغربی صوبہ کا ایک اہم مقام تھا، اس جگہ جلال سرخ بخاریؒ، جمال خندہ روؒ، احمد کبیرؒ۔ جلال الدین جہانیاں جہاں گشتؒ اور ان کے بیادر خورد راجو قتالؒ جیسے مقدس بزرگوں نے تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کا کام انجام دیا۔ اوچ میں سلسلہ قادریہ کے بھی ایک بزرگ شیخ محمد غوث جیلانیؒ نے نزول اجلال فرمایا اور تبلیغ و اشاعت دین کا کام کیا لیکن سہروردی

سلسلہ کے بزرگوں کے کارناموں کی درخشانی میں ان کی مساعی کی روشنی کسی قدر ماند نظر آنے لگی۔

سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی کوششوں کے ثمرات ازمنہ مابعد میں ظاہر ہوئے، حضرت غوث گوالیاری سے سلسلہ قادریہ اور حضرت باقی باللہ احرار کے اجل خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے سلسلہ نقشبندیہ کو کافی تقویت و شہرت حاصل ہوئی، اور ان دونوں خانوادوں کے بزرگوں نے رشد و ہدایت اور تبلیغ و اشاعت دین کا کام اسی شدومد سے انجام دیا جس شدت سے مذکورالصدر دو سلسلوں کے اکابر دے چکے تھے یا دے رہے تھے۔

تبلیغ دین کے سلسلہ میں اولیاء اللہ کے جو کارنامے ہیں ان کا ایک مجمل خاکہ بھی کافی تفصیل چاہتا ہے، ان سے صرف نظر کرکے یہاں اس قدر بتا دینا کافی ہوگا کہ مغربی پاکستان میں یوں تو تمام خانوادوں کے بزرگوں کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں، تاہم سلسلہ سہروردیہ کا اثر سب سے زیادہ نمایاں رہا، اس کا سبب ظاہر و باہر ہے، اس سلسلہ کے بزرگوں نے شروع ہی سے اپنے لئے اس علاقہ کو منتخب کرلیا تھا، چنانچہ جتنی مقتدر ہستیاں ہوئیں ان کے اثرات اگرچہ برصغیر کے اور گوشوں میں بھی پہنچے لیکن ان کے فیوض و برکات سے یہی علاقہ زیادہ متاثر و متمتع ہوا، یہاں کے باشندے قدرتی طور پر جسمانی قرب کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کے بزرگوں سے روحانی طور پر بھی قریب رہے اور عرصہ دراز تک یہ پورا علاقہ ان نفوس قدسی کے فیض و کرم کا نشانہ بنا رہا۔

سہروردی سلسلہ کے بزرگوں کا مقصد دیگر سلاسل کے اکابر کی طرح یہی تھا کہ لوگوں کی اصلاح حال پر توجہ مرکوز کی جائے، ان کے قلوب کو آلودگیوں سے پاک کرکے ان میں توحید کا نور داخل کیا جائے اور معاشرے کی پوری طرح تطہیر کی جائے لیکن ان بزرگوں کے

یہاں ایک ایسی چیز نہایت نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے جو چشتیہ سلسلہ کے مشائخ میں تقریباً مفقود ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بزرگ سیاسی معاملات کو دنیوی باتیں سمجھ کر ان سے کبھی روگرداں نہیں رہے بلکہ انہوں نے معاملات ملکی اور امور سلطنت میں کافی حصہ لیا اور اپنی کوششوں سے مطلق العنان بادشاہوں کو حدِ اعتدال سے بھٹکنے نہیں دیا، بعض حضرات ان بے لوث ہستیوں کی مقدس زندگیوں کے اس پہلو کو دیکھ کر سوئے ظن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کا بادشاہوں سے میل جول رکھنا اور دربار شاہی میں رسوخ حاصل کرنا محض اس لئے تھا کہ دین کے پردے میں دنیا کمائی جائے اور دولت و مرتبہ کے حصول کی کوشش کی جائے۔ لیکن ان کا یہ نظریہ قطعاً باطل ثابت ہوتا ہے، جب ان بزرگوں کی زندگیوں کا امعانِ نظر سے جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس نوع کے کام نفس پرستی اور جاہ طلبی پر مبنی نہیں تھے، بلکہ ان کا مقصد حکومت کے کاموں میں اسلامی روح داخل کرنا تھا، اپنے اس طریق کار میں وہ بعض ان صحابہؓ اور تابعینؒ کے پیروکار تھے جنہوں نے سیاسیات مدن کو دین کا ایک حصہ سمجھ کر اس میں دلچسپی لی اور حکمرانوں کو صحیح مشورے دیکر عوام کو بدعنوانیوں اور بے اعتدالیوں کا ہدف بننے سے بچایا، اگرچہ بعض خیرہ چشم لوگ ان صحابہ اور تابعین کو بھی مطعون کرنے سے نہیں چوکے جنہوں نے حکومت کے کاموں کو شجر ممنوعہ سمجھ کر ان سے اپنا دامن نہیں بچایا، تاہم جن حضرات کے دماغوں میں اتنی کجی نہیں ہے وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان مقدس روحوں کا امور ملکی میں دخل دینا دین کے منافی تھا یا دین کے عین موافق اور جن اولیاء اللہ نے ان کا اتباع کیا وہ جاہ پرست و دنیا دار تھے یا معاشرہ کی اصلاح کے خواہاں اور ملت کے بہی خواہ تھے۔

بہرحال سہروردی سلسلہ کے بزرگوں نے برصغیر ہند و پاکستان کے مختلف حصوں کے ساتھ عموماً اور مغربی پاکستان کے علاقہ کے ساتھ خصوصاً جو اعتنا برتا اور یہاں دین کی

تبلیغ و اشاعت کی جو کوششیں کیں وہ ہرگز قابل فراموش نہیں، ان نفوس قدسی کے ان کارناموں کو دیکھتے ہوئے ازبس ضروری تھا کہ ان کے حالات زندگی اور ان کی جملہ مساعی کو کسی قدر تفصیل سے لکھا جائے تاکہ ہماری تاریخ کے سنہری ابواب میں ان کے درخشاں کارنامے پوری طرح اجاگر ہو کر سامنے آئیں اور ان کی صحیح حیثیت متعین کی جا سکے ملتان کے تین بزرگوں بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، صدرالدین عارفؒ اور رکن الدین ابوالفتحؒ کے تفصیلی حالات شائع ہو چکے ہیں، اوچ جو سہروردی سلسلہ کا دوسرا اہم مرکز تھا اس کے اہم ترین بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے حالات اور کارنامے ابھی تک پوری طرح منظر عام پر نہیں آئے تھے اور اس عظیم شخصیت کو وہ خراج عقیدت پیش نہیں کیا گیا تھا جس کی وہ مستحق تھی۔ غالباً اس وقت تک زمانہ "مردے از غیب برون آید و کارے بکند" کی عملی تفسیر کا منتظر تھا، چنانچہ محمد ایوب قادری صاحب کے ہاتھوں یہ کام سر انجام کو پہنچا، اور انہوں نے نہایت کوشش و کاوش سے اس بلند پایہ ہستی کے حالات اور کارناموں کی چھان بین کر کے ان کو قلم بند کیا، اور زیر نظر کتاب کی شکل میں اردو داں طبقوں کے ہاتھوں میں پہنچایا۔

انبیاء اور صوفیہ کے حالات میں بعض قارئین معجزات اور کشف و کرامات کو خصوصیت سے تلاش کرتے ہیں، ان کے نزدیک ان معصوم اور مقدس ہستیوں کی معراج یہی ہے کہ وہ فوق الفطرت باتیں دکھا کر دنیا کو محو حیرت کرتے رہیں، اگر کسی نبی یا ولی کا ذکر کیا جائے اور اس میں معجزوں اور کرامتوں سے صرف نظر کر لیا جائے تو ایسے لوگوں کے نزدیک وہ ذکر نہ صرف روکھا پھیکا ہوگا بلکہ ان بزرگ ہستیوں کی ایک گونہ توہین متصور ہوگا، انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں برحق لیکن غور کیا جائے تو یہ چیزیں ان کا منتہائے کمال نہیں ہو سکتیں، ان کی پاک زندگیوں کا مقصد سچائی کو دنیا میں پھیلانا اور خود کو انسانیت کا اعلیٰ نمونہ بنا کر پیش کرنا

ہے۔ تاکہ بنی نوع انسان ہدایت پائے اور ان کے نقوشِ قدم پر چل کر مقصدِ حیات تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ لہٰذا ان مقدس روحوں کو خراجِ عقیدت اسی طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ ان کی زندگیوں کے صحیح خدوخال دنیا کے سامنے لائے جائیں اور یہ بتایا جائے کہ زندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر کیا تھا۔

ایوب صاحب نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے سوانح لکھتے وقت ان ہی باتوں کو پیشِ نظر رکھا ہے، جو لوگ ان کے کشف و کرامات جاننے کے متمنی ہیں کچھ وہ بعض ان حالات کو پڑھ کر مایوس ہو رہے ہیں لیکن جن لوگوں نے صوفیہ اور اولیاء کی زندگی کے مقصد کو سمجھ لیا ہے وہ یقیناً مولف کی اس پیشکش پر بہت خوشی محسوس کریں گے، قابل مولف نے اس مقدس ہستی کو گوشت پوست کا ایک مجسمہ بنا کر پیش کیا ہے، مادی دنیا سے اس کے تعلقات کو واضح کرنے کے لئے اس دور کے جس میں رہ کر اس نے اپنی قابلِ تقلید زندگی گزاری سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کا ایک واضح خاکہ پیش کیا ہے، اس کے ماضی اور حال کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، پھر اس کی حیاتِ دنیوی کے تمام گوشوں کو ایک ایک کر کے دکھایا ہے۔ پیدائش، بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے حوائج و ضروریات کو بتایا ہے، یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اس نے طریقت کے تقاضوں کو کس طرح پورا کیا۔ دینِ متین کی کیا خدمات انجام دیں، سلوک کی راہوں کو کیسے طے کیا، دنیا سے تعلق رکھنے کے باوجود آلائشِ دنیوی سے اپنے دامن کو کس طرح بچائے رکھا اور اپنے عمل سے دنیا کو بتا دیا کہ "جام و سندان باختن" کی صحیح تفسیر یہ ہے۔ مولف کے قلمِ معجز رقم نے بعض غلط فہمیوں کا بھی نہایت کامیابی سے ازالہ کیا ہے، مثلاً سفرنامہ کا حضرت مخدوم سے انتساب یا قدم شریف کا ایک تاریخی چیز ہونا۔

کتاب جس نہج پر لکھی گئی ہے اور اس کی تالیف میں جو کاوش و کوشش کی گئی ہے

اس نے اس کو ایک اہم تحقیقی تصنیف بنا دیا ہے اور اس میں جو مواد شامل ہے اس کی بنا پر یہ ایک ایسی گرانقدر شے بن گئی ہے جو ہر طبقہ کے لئے دلچسپ اور مفید ہے مؤلف نے مواد کی فراہمی میں جس قدر محنت کی ہے اس کا ایک معمولی سا اندازہ کتابیات سے لگایا جا سکتا ہے، لیکن ان کے کام کی صحیح قدر و قیمت صرف کتابوں کی طویل فہرست میں مضمر نہیں ہے بلکہ انہوں نے مختلف شہروں کا سفر کر کے مشاہدہ اور مطالعہ کے ذریعہ جو مواد جمع کیا ہے وہ ان کی تحقیق پسند طبیعت کا آئینہ دار ہے، ممکن ہے آئندہ اس موضوع پر کوئی صاحب اس سے زیادہ وقیع چیز پیش کر سکیں لیکن بحالت موجودہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ تالیف اس اہم موضوع کے لئے منفرد ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ ادارہ تحقیق و تصنیف کی پہلی ہی پیشکش ایک عظیم المرتبت ہستی کے کوائف و حالات کا جامع مرقع اور ایک ایسے جواں سال و جواں ہمت اہل قلم کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے جو کئی موقعوں پر داد تحقیق دے چکا ہے، اللہ تعالیٰ اس تالیف کو حسن قبول عطا فرمائے اور ادارہ کے لئے اس کو مبارک کرے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

کراچی ۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء　　　　　　　　　　ثناءالحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

بابِ اوّل

ہند پاکستان میں اسلام کا داخلہ

ساتویں صدی عیسوی میں جب اسلام کا مہر منوّر فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا تو اس نے ایک صدی کے اندر ہی اندر تمام متمدّن دنیا کو اپنے آغوش میں لے لیا اور اپنی ضیا باریوں سے کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو ختم کر دیا، بڑی بڑی قدیم اور با جبروت سلطنتیں اور مطلق العنان حکومتیں دم کے دم میں فنا ہو گئیں، قیصر و کسریٰ کا اقتدار خاک میں مل گیا۔ ۹۳ھ (۷۱۲ء) میں محمد بن قاسم سترہ سالہ مسلم سپہ سالار نے سندھ کو فتح کیا اور راجہ داہر کا راج ختم کر کے مہران کی وادی میں اسلامی حکومت کا سنگ بنیاد رکھا، بیشتر آبادی کو انسانیت کے حقوق ملے جو صدیوں سے راجاؤں، مذہبی پروہتوں، برہمنوں اور جاگیرداروں کے جبر و استبداد کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی رعایا نے نئے حاکم اور نئے نظام کو لبیک کہا۔

محمّد بن قاسم کی حکومت

محمد بن قاسم نے نئے ملک اور نئے حالات کا بغور مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہاں

کے دفتری نظام کو بڑی حد تک برقرار رکھنا چاہئے، چنانچہ حسب ضرورت اس میں اصلاح کی اور راجہ داہر کے وزیر کا مشورہ مانتے ہوئے مالی اور دفتری نظام برہمنوں ہی کے ہاتھ میں رکھا[۱] مسلمان فوج و سپاہ کی ذمہ داری کو پورا کرتے تھے، ہندوؤں کے مقدمات ان کی پنچایتوں میں طے ہوتے تھے، ان کو ذمیوں کے حقوق اور پوری مذہبی آزادی دی گئی ان کی عبادت گاہوں اور بچاریوں کا احترام باقی رکھا گیا، محمد بن قاسم کے ایک استفسار کے جواب میں حجاج بن یوسف (ف ۹۵ھ ۷۱۴ء) نے واضح طور سے ہدایات بھیجیں[۲]۔

چوں ذمی شدند در خون و مال ایشان دست تصرف ما مطلق نباشد و اجازت کردہ شد تا معبود خود را عبادت کنند و ہیچ کس را از کنیش خود منع و زجر نکنند تا بخانہاے خود براے خود زندگانی کنند	چونکہ ذمی ہوگئے ہیں اس لئے ان کے جان و مال کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچانا چاہئے اور ان کو اجازت دی گئی کہ اپنے معبود کی عبادت کریں اور کوئی شخص ان کو ان کے مذہب سے منع نہ کرے تاکہ وہ اپنے گھروں میں اطمینان سے زندگی بسر کریں ــ

اس طرح محمد بن قاسم نے رعایا کے دل میں اپنی رواداری اور انصاف پسندی کی بدولت ایک خاص مقام حاصل کرلیا، اکثر شہروں اور قصبات کے فتح کرنے پر وہاں

---

[۱] چچ نامہ از علی بن حامد کوفی مرتبہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ ص ۲۱۱ مجلس مخطوطات فارسیہ، حیدرآباد دکن ۱۹۳۹ء

[۲] چچ نامہ ص ۲۱۳

کے عوام الناس تاجروں اور دستکاروں کو عام معافی دی اور اس طرح ان کے قلوب کو مسخر کر لیا، چچ نامہ میں اس قسم کے اکثر حوالے ملتے ہیں[1]۔

مردمان صناع و تجار و عوام الناس را امان داد و بندیان ایشان را بگزاشت	صنعت کاروں، تاجروں اور عوام الناس کو امان دی اور ان کے قیدیوں کو رہا کر دیا

چنانچہ جب محمد بن قاسم کو قید کر کے عراق بھیجا تو سندھ پاکستان کے لوگ روتے تھے اور ایک روایت کے مطابق باشندگان کیرج نے تو اس کی تصویر بھی بنائی تھی، بلاذری (ف ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) فتوح البلدان میں لکھتا ہے[2]:

فبکی اهل الهند علی محمد وصوروه بالکیرج۔	اہل ہند نے محمد بن قاسم کے غم میں گریہ وزاری کی اور کیرج کے لوگوں نے اس کی ایک تصویر بنائی۔

سندھ میں اموی حکمرانوں کا اقتدار کم و بیش نصف صدی رہا، ۱۳۲ھ / ۷۴۹ء میں خلافت اسلامیہ عباسیوں کے قبضے میں آئی اور اس طرح سندھ پر بھی ان کا قبضہ و اقتدار ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ فتح سندھ کے ساٹھ ستر سال بعد تک مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا لیکن جب ان میں یمنی و حجازی قبائلی جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے تو مسلم حکومت کا انحطاط اور زوال شروع ہو گیا اور مقامی باشندوں نے سر اٹھایا جن میں سرفہرست جاٹ اور میڈ قبائل تھے، ملک کے بعض حصے خود

---

[1] چچ نامہ ص ۲۰۷ و ص ۲۰۹

[2] فتوح البلدان از احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری ص ۶۱۸ (دار النشر للجامعین بیروت ۱۹۵۷ء)

مختار ہو گئے، آخر میں خلافت بغداد کا اس دور افتادہ علاقے سے برائے نام تعلق رہ گیا، یہاں ۲۴۲ھ میں ہباری خاندان کی حکومت شروع ہو گئی اور ۲۹۰ھ میں ملتان کے بنو سامہ نے خود مختاری کا اعلان کر دیا، اس وقت سے سندھ کے مسلم مقبوضات ملتان اور منصورہ کی خود مختار ریاستوں میں منقسم ہو گئے۔

ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی نے عمر بن حفص کو والی سندھ بنا کر بھیجا تھا۔ اسی کے زمانے میں ۱۴۲ھ کے لگ بھگ سندھ میں شیعیت کا داخلہ ہوا اور عبداللہ الاشتر علوی تبلیغ کی غرض سے یہاں پہنچے[1] اور ۲۷۰ھ میں پہلا اسماعیلی داعی ہیثم سندھ میں آیا اور یہاں پہنچ کر اس نے اپنے عقائد کی تبلیغ کی اور فاطمیوں کی بیعت کی تلقین کی[2] یہاں تک کہ ایک صدی کے اندر ہی اندر ۳۷۳ھ میں اسماعیلی ملتان پر قابض ہو گئے اور جلم بن شیبان[3] پہلا فاطمی حاکم مقرر ہوا[4]۔

تبلیغ اسلام | محمد بن قاسم نے ملک گیری اور قیام حکومت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے فرائض بھی باحسن وجوہ انجام دئے اور تربیتی ادارے، مساجد اور مدارس قائم کئے بلکہ حجاج بن یوسف کی محمد بن قاسم کو واضح ہدایات تھیں کہ تبلیغ اسلام پر پوری توجہ دی جائے وہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتا ہے[5]۔

---

[1] تاریخ سندھ از مولانا ابو ظفر ندوی ص ۱۴۹-۱۵۰ (دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۹۴۷ء)
[2] تاریخ سندھ ص ۲۶۵ [3] ایضاً۔
[4] احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم میں ہے کہ ملتان کے لوگ شیعہ ہیں اذان میں حی علیٰ خیر العمل اور اقامت میں دو بار کلمات ادا کرتے ہیں (ہندوستان عربوں کی نظر میں ص ۳۹۱ دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۹۶۰ء) ملتان میں شمس الدین سبزواری بھی باطنی داعی اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے آیا جس کی
[illegible]

ہر یک را بکلمۂ اسلام استدعا کنید و ہر کہ بعز اسلام مشرف گردد اورا تربیت کنید۔	ہر ایک کو کلمۂ اسلام کی دعوت دی جائے جو اسلام سے مشرف ہو جائے اس کی (اسلامی اصولوں پر) تربیت کریں۔

اور اس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا، دیبل کی فتح کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی اور مسلمانوں کی آبادی کا انتظام کیا گیا[1] دیبل کے بعض اعیان و اکابر مشرف باسلام ہوئے چچ نامہ میں دو حضرات قبلہ بن جہتر (؟) اور مولائے دیبلی کے نام ملتے ہیں۔ قبلہ بڑا عاقل، ادیب اور منشی تھا، اسلام لانے کے بعد دیبل کی حکومت اسی کو سپرد کر دی گئی چچ نامہ کے الفاظ یہ ہیں[2]

او مردے عاقل و داہی بود و ادیب ہندوستان و نویسندہ ماہر و نیکو داں بود...... محمد بن قاسم اسلام بروے عرض کرد و قبلہ را بعز اسلام مشرف گردانید و بہ شہادت تلفظ گشت و دیوانے را کہ در دیبل نصب کردہ بود او را بوے سپرد و حمید بن وادع النجدی بہ الیتاں شحنہ فرمود و حوالت آں ولایت کلی و جزوی بہ سبیل امارت بوے مفوض فرمود۔	وہ (قبلہ) دانشمند اور فرزانہ شخص تھا۔ ہند پاکستان کا ادیب، ماہر اور اچھا منشی تھا..... محمد بن قاسم نے اس پر اسلام پیش کیا۔ قبلہ اسلام سے مشرف ہوا اور کلمۂ شہادت کا اقرار کیا اور دیبل میں جو دفتر قائم ہوا تھا وہ اس کے سپرد کیا اور حمید بن وداع النجدی کو وہاں کا کوتوال بنایا اور وہاں کی ولایت کلی و جزوی طور سے سپرد کر کے وہاں کی امارت اس (قبلہ) کے سپرد کی۔

[1] فتوح البلدان ص ۶۱۴

[2] چچ نامہ ص ۱۰۸-۱۰۹

اور مولائے دیبلی قبول اسلام کے بعد محمد بن قاسم کی طرف سے سفیر بن کر داہر کے دربار میں گئے اور ایک مسلمان کا کردار پیش کیا۔[1] محمد بن قاسم جس شہر یا قصبہ کو فتح کرتا وہاں سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھتا تھا۔ دیبل کے متعلق حوالہ گذر چکا ہے۔ نیرون کے متعلق ہے کہ[2]

محمد شحنہ را درون حصار نصب کرد... ... مسجد بنا نمود و بانگ نماز و امام تعیین فرمود۔	محمد بن قاسم نے قلعہ کے اندر کوتوال مقرر کر دیا... مسجد کی بنیاد رکھی نماز کے لئے (موذن) اور امام مقرر کیا۔

الرور کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں پر خراج مقرر کر دیا اور مسجد کی تعمیر کی[3]

وضع علیهم الخراج بالرور وبنی مسجداً۔	الرور کے لوگوں پر خراج مقرر کیا اور مسجد کی بنیاد رکھی۔

ملتان کے متعلق ملتا ہے کہ[4]

چون بر اکابر و اعیان شہر ملتان عہد وثیق بکرد مسجد جامع و منارہ بنا کرد و امیر داؤد بن نصر بن ولید عمانی بامارت نصب کرد۔	جب ملتان کے اکابر و اعیان سے عہد پختہ ہو گیا تو جامع مسجد اور منارہ تعمیر کرایا اور امیر داؤد بن نصر بن ولید عمانی کو امیر مقرر کیا۔

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ محمد بن قاسم نے پوری رواداری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیا اور مساجد و مدارس قائم کر کے مسلم معاشرہ کو

---

[1] چچ نامہ ص ۱۳۶۔۱۳۷

[2] چچ نامہ ص ۱۱۸

[3] فتوح البلدان ص ۶۱۷

[4] چچ نامہ ص ۲۴۱

استحکام بخشا، اس نے خاص کام یہ کیا کہ سندھ کے بڑے بڑے زمینداروں اور ٹھاکروں کو تبلیغ کے دعوت نامے بھیجے اور واضح طور سے یہ لکھا کہ اسلام قبول کرنے کی صورت میں خراج معاف کر دیا جائے گا۔ ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا اور بعض نے خراج دینے پر آمادگی ظاہر کی۔[1] محمد بن قاسم کے بعد کے عرب والیوں نے بھی حتی الوسع تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دئے۔ بلکہ کبھی کبھی تو براہ راست دربار خلافت سے سندھ پاکستان کے راجاؤں اور زمینداروں کو تبلیغی خطوط بھیجے گئے اور ان کا خاطر خواہ اثر ہوتا تھا سنہ ۹۹ھ/۷۱۷ء میں جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اکثر راجاؤں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ بعض نے اسلام قبول بھی کیا۔[2] اسی طرح جب سنہ ۱۵۸ھ/۷۷۴ء میں مہدی سریر آرائے خلافت ہوا تو اس کے تبلیغی خطوط کے جواب میں سندھی راجاؤں نے اسلام قبول کیا۔[3] پھر تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض راجاؤں کو خود اسلام کے عقائد تعلیمات کی تحقیق اور معلومات کا شوق ہوا، بزرگ بن شہریار نے عجائب الہند میں لکھا ہے کہ کشمیر بالا اور کشمیر زیریں کے علاقے کے ایک راجا مہروک بن رائق (یا رایق) نے منصورہ کے حاکم عبداللہ بن عمر کو سنہ ۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں ایک خط لکھا کہ ہندی زبان میں اسلام کے احکام اور قوانین کی تشریح کی جائے چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے ایک عراقی نژاد نوجوان کو بھیجا جو عربی کے سوا مقامی زبانوں کا ماہر تھا اس نے راجا کی شان میں قصیدہ کہا اور قرآن کی تفسیر لکھی اور خیال ہے کہ وہ راجا مسلمان ہو گیا تھا[4] اور ہند پاکستانی زبان میں قرآن کی یہ پہلی تفسیر تھی۔

---

[1] چچ نامہ ص ۲۰۹ [2] فتوح البلدان ص ۲۰۴ ۶ [3] تاریخ سندھ ص ۱۷۱
[4] ہندوستان عربوں کی نظر میں ص ۱۹۳ - ۱۹۵

علمی ترقی

محمد بن قاسم کے ہمراہیوں میں قراء[1] اور حدیث کے بعض عالم بھی تھے ان ہی میں موسیٰ بن یعقوب ثقفی تھے، جو ایک ممتاز عالم اور حدیث کے امام تھے وہ الور کے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے بعد کو ان کا خاندان اوچ میں مقیم ہوگیا تھا اور ایک مدت تک یہ خاندان علم و فضل کے لئے مشہور رہا[2] سرزمین ہند پاکستان پر وہ تبع تابعی[3] ابو موسیٰ اسرائیل اور ربیع بن صبیح[4] بصری بھی پہنچے یہ دونوں مشہور تابعی حسن بصری کے شاگرد تھے، اول الذکر صحیح بخاری کے رواۃ میں ہیں اور ثانی الذکر علم حدیث کے اجل امام ہیں۔

سندھ میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد دیبل، منصورہ، قصدار اور ملتان وہ مرکزی مقامات تھے[5] جو مسلم تہذیب و تمدن اور اسلامی علوم و فنون کا مرکز بن گئے منصورہ کے متعلق بشاری مقدسی احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم میں لکھتا ہے[6]

---

[1] چچ نامہ ص ۱۰۱ [2] انڈیاز کنٹری بیوشن ٹو دی اسٹڈی آف حدیث لٹریچر از ڈاکٹر محمد اسحٰق ص ۴۳ (ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ ۱۹۵۵ء) آئندہ اس کا حوالہ "حدیث لٹریچر" سے دیا جائے گا۔ نزہۃ الخواطر از مولوی عبدالحی جلد اول ص ۴۴-۴۵ (دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۹۴۳ء) تاریخ سندھ ص ۳۵۲۔ [3] ہند پاکستان میں دو تابعی یزید بن ابی کبشہ (ف ۹۷ھ / ۷۱۵ء) اور مفضل بن مہلب (ف ۱۰۲ھ / ۷۲۱ء) بھی آئے لیکن ان کا قیام بہت کم رہا ملاحظہ ہو حدیث لٹریچر ص ۲۳-۲۵۔ [4] حدیث لٹریچر ص ۲۵-۲۶ نزہۃ الخواطر جلد اول ص ۴۴-۴۵ [5] حدیث لٹریچر ص ۲۶-۲۸ تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری ص ۲۳۷-۴۷ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء) امام ربیع بن صبیح بصری سندی از قاضی اطہر مبارکپوری معارف اعظم گڑھ جنوری تا مارچ ۱۹۶۰ء [6] ڈاکٹر محمد اسحٰق نے دیبل کے نو ۹ منصورہ کے تین ۳ اور قصدار کے دو ۲

[illegible]

"منصورہ سندھ کا سب سے بڑا شہر اور پایہ تخت ہے اس کی حیثیت دمشق کی طرح ہے، جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہوئی ہے، باشندے نرم خو اور بامروت ہیں اسلام ان کے یہاں زندہ اور تر و تازہ ہے۔ یہاں علم اور علماء کی کثرت ہے"

مذہبی اور علمی حالت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہی مصنف لکھتا ہے[1]:۔

"منصورہ میں اکثر اہل حدیث ہیں اور میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصوری داؤدی کو دیکھا جو اپنے مذہب کے امام اور صاحب درس و تدریس ہیں۔ اور انہوں نے متعدد اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔"

پھر سندھ کی عام مذہبی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے[2]:۔

"سندھ کا کوئی بڑا شہر حنفی مذہب کے فقہاء اور علماء سے خالی نہیں مگر مالکیہ معتزلہ اور حنابلہ بالکل نہیں ہیں یہ لوگ سیدھے راستے اور صحیح مسلک پر ہیں، نیک، پاکباز اور ان کے خصائل پسندیدہ ہیں۔"

اسلامی علوم و فنون کی ترقی اور اشاعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہند پاکستانی باشندے بھی ان علوم و فنون میں ماہر و کامل ہو گئے، ان میں ابو معشر سندھی (ف ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء) ان کے فرزند ابو عبد الملک (ف ۲۴۴ھ / ۸۵۸ء) حافظ ابو محمد خلف بن سالم (ف ۲۳۱ھ / ۸۴۵ء) اور ابو نصر سندھی بڑے بڑے محدث، فقیہ اور اپنے فن کے امام گزرے ہیں[3] جنہوں نے بغداد جیسے اسلامی مرکز میں علم و فضل کی مسند کو زینت بخشی اور شہرت و ناموری حاصل کی اسی طرح شعر و ادب کی دنیا میں ابو العطاء سندھی[4]، اسحاق (ف ۲۳۵ھ / ۸۴۹ء) ابو ضلع سندھی، منصور ہندی

---

[1] و [2] ہندوستان عربوں کی نظر میں ۳۴۹، ۳۵۷ [3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سندھ ۳۵۲-۳۶۰ [4] ابو العطاء سندھی کا دیوان ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اور علامہ عبد العزیز میمن کے حواشی و مقدمہ کے ساتھ سندھی ادبی بورڈ نے شائع کیا ہے۔

سندھی بن صدقہ، کشاجم سندھی اور ہارون عبداللہ ملتانی وغیرہ کے اسمائے گرامی بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔[1] ان میں سے اکثر حضرات صاحب تصنیف و تالیف ہیں۔[2]

غرض کہ مسلمانوں نے ہند پاکستان میں اپنے اولین دور حکومت میں پوری تندہی اور کوشش سے اپنے مذہبی ادارے قائم کئے اور علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا تبلیغ اسلام میں پوری پوری کوشش کی اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مغربی پاکستان میں مسلمان اکثریت میں ہیں، یہاں یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ محمد بن قاسم اور اس کے بعد کے ولاۃ و حکام کے ہمراہ اکثر محدثین اور علماء کرام آئے اور اسی مقدس جماعت نے اس علاقہ میں اسلام کی تبلیغ کے فرائض انجام دئے۔

عہد محمود غزنوی ہند پاکستان میں مسلمانوں کا دوسرا دور حکومت شاہان غزنویہ کی فتوحات سے ہوا ۳۶۹ھ/۹۷۹ء کے قریب امیر سبکتگین نے ہند پاکستان کی شمالی مغربی سرحد کے بعض اہم فوجی مقامات فتح کر کے پنجاب کے راجا جے پال کی قوت کو کمزور کر دیا اس کے بعد جے پال سے اس کی بدعہدی کی وجہ سے دو مرتبہ بڑے سخت معرکے ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۸۰ھ/۹۹۰ء میں کابل اور پشاور کا تمام علاقہ راجا کے قبضہ سے نکل کر امیر سبکتگین کی حکومت میں پہنچ گیا۔

سبکتگین نے ۳۸۷ھ/۹۹۷ء میں وفات پائی اس کے بعد اس کا فرزند محمود غزنوی تخت نشین ہوا جس کی کشور کشائی، ملک گیری، حوصلہ مندی، رعایا پروری، عدل و انصاف اور معارف نوازی مشہور زمانہ ہیں۔ محمود نے ہند پاکستان کے راجاؤں پر پیہم حملے کر کے اپنی بہادری اور کشور کشائی کا سکہ بٹھا دیا، اور آخر میں لاہور کے علاقہ کا غزنین کی حکومت

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سندھ ص ۳۶۰ - ۳۶۲

[2] ایضاً والفہرست از ابن ندیم ص ۲۰۶ (مکتبہ تجاریہ کبریٰ قاہرہ)

سے باقاعدہ الحاق کردیا۔ محمود غزنوی نے سنہ ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء میں وفات پائی۔

محمود نہایت بالغ نظر، غیر متعصب اور علم پرور حکمراں تھا، اس کی فوج کے کئی ہندو عہدیدار سوبندرائے، تلک اور ناتھ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں[1]۔ الفنسٹن لکھتا ہے کہ محمود نہایت دیندار اور سنّی مسلمان تھا، وہ ہر لڑائی میں سجدہ ریز ہوکر خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا تھا۔ ایک مثال بھی ایسی سننے میں نہیں آئی کہ اس نے کسی ہندو کو جبراً مسلمان کیا ہو اور ایک شہادت بھی ایسی نہیں ملتی کہ جنگ یا قلعہ گیری کے موقعہ کے سوا کسی ہندو کو قتل کیا ہو[2]۔ سلطان محمود علم و ادب کا بڑا سرپرست تھا اس کے دربار میں اپنے عہد کے منتخب علماء و فضلاء اور شعراء و حکماء جمع تھے۔ فردوسی (ف سنہ ۴۱۱ھ / ۱۰۲۰ء) عنصری (ف سنہ ۴۳۱ھ / ۱۰۴۰ء) وغیرہ خاص طور سے مشہور ہیں[3]۔ محمود غزنوی نے غزنین میں سنگ مرمر اور سنگ رخام کی ایک شاندار اور وسیع و عریض مسجد تعمیر کرائی جس کو "عروس فلک" کہا جاتا تھا۔ اس کے قریب ایک دار العلوم بنوایا جس سے متعلق ایک عالی شان کتب خانہ تھا، جس میں قیمتی کتابیں اور علماء و مذہب قلمی نسخے تھے[5]۔ محمود غزنوی کے امراء و اعیان حکومت بھی علوم و فنون اور رفاہ خلق کے کاموں میں پورا پورا حصہ لیتے تھے۔ فرشتہ لکھتا ہے[6]:-

---

[1] سوبندرائے کا نام سوبندر، سوندھرائے اور سندر بھی لکھا گیا ہے (ماثر لاہور از ہاشمی فرید آبادی، ص ۳۷، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سنہ ۱۹۵۶ء) ہمارا خیال ہے کہ تلک اور ناتھ بھی پورے نام نہیں ہیں بلکہ اصل ناموں کے آخری اجزاء ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے عربی و فارسی تاریخوں میں اصل نام اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہ رہ سکے۔ [2] دی ہسٹری آف انڈیا از الفنسٹن ص ۳۴۴ (لندن ۱۸۸۹ء) [3] تاریخ فرشتہ ص ۲۵-۲۸ (بمبئی سنہ ۱۸۳۲ء) [4] تاریخ فرشتہ ص ۵۱ [5] ایضاً و تاریخ یمینی (اردو ترجمہ مولوی وکیل احمد سکندر پوری ص ۴۵۲ کانپور سنہ ۱۳۰۵ھ) [6] تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۵۱

ہر یکے از امرا و اعیان دولت بہ بنائے مسجد و مدارس و رباطات و خوانق مبادرت نمودہ ۔ در اندک فرصت آں مقدار عمارات عالیہ باتمام رسید کہ از حیز شمار بیرون گشت ۔	ہر ایک امیر اور رکن حکومت نے مسجد مدرسے سرائیں اور خانقاہیں بنوائیں اور تھوڑی ہی مدت میں اس قدر شاندار عمارتیں بن گئیں کہ وہ احاطۂ شمار سے باہر ہیں ۔

مسعود غزنوی

محمود غزنوی کے بعد اس کا بیٹا مسعود تخت نشین ہوا۔ لاہور میں اس کا نائب نیال تگین تھا۔ نیال تگین کے بعد مجدود بمعیت ایاز لاہور کا نائب ہوا۔ ایاز ۴۴۹ھ (۱۰۵۷ء) میں فوت ہو گیا۔ لاہور میں شاہ عالمی دروازے کے باہر اس کی قبر موجود ہے۔ مسعود بھی بڑا علم دوست حکمراں تھا۔ مشہور فاضل ابوریحان بیرونی نے قانون مسعودی اسی سلطان کے نام معنون کی ہے۔ بیرونی نے ہندو پاکستان اور یہاں کے علوم و افکار پر مشہور تصنیف "کتاب الہند" لکھی ہے جس کی بدولت علمی دنیا میں اس کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔

مسعود کی علم دوستی کے متعلق فرشتہ کا بیان ہے:[1]

در اوائل سلطنت او در ممالک محروسہ چنداں مدارس و مساجد بنیاد نہادند کہ زباں بیان از تعداد آں عاجز و قاصر است ۔	اس کے آغاز حکومت ہی میں ملک کے اندر اس قدر مدرسے اور مسجدیں تعمیر ہوئیں کہ ان کی تعداد سے زبان بیان عاجز و قاصر ہے ۔

مسعود کے بعد کئی حکمراں تخت نشین ہوئے جن میں بہرام شاہ اپنی علم دوستی اور معارف پروری کی بدولت مشہور ہے[2]۔ بہرام شاہ کا بیٹا خسرو علاؤ الدین غوری کے

---

[1] تاریخ فرشتہ ص ۵۷ ، [2] ملاحظہ ہو ہسٹری آف بہرام شاہ آف غزنین از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ص ۴۷-۹۰ (لاہور ۱۹۵۵ء)

ہاتھوں شکست کھا کر ہند پاکستان پہنچا اور غزنوی خاندان کے آخری تین بادشاہوں کا ملجا و ماویٰ مغربی پاکستان اور دارالحکومت لاہور رہا۔ ۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء میں خسرو ملک کو سلطان محمد غوری نے شکست دے کر لاہور پر قبضہ کر لیا اور غزنوی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

اسلامی معاشرہ

غزنوی خاندان کی حکومت کم و بیش دو سو سال رہی اور مغربی پاکستان کے اکثر علاقے اس کے زیر نگین تھے جس کے نتیجہ میں جلد ہی اسلامی معاشرے کو تقویت حاصل ہوئی جگہ جگہ صدہا مساجد و مدارس تعمیر ہوئے۔ عربی و فارسی کی نشر و اشاعت ہوئی اور لاہور جلد ہی ایک اسلامی شہر بن گیا۔ عوفی نے اپنے تذکرے لباب الالباب میں ایک خاص باب "فضلائے غزنین و لاہور" پر لکھا ہے[1]۔ ان شعراء میں ابوالفرح رونی (ف ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء) اور مسعود سعد سلمان (ف ۴۹۱ھ/۱۰۹۷ء) مشہور شاعر ہیں۔ اول الذکر نے نوعربی نفاستی کے علاوہ ایک ہندی دیوان بھی اپنی یادگار چھوڑا جس کا ملا عبدالقادر بدایونی (ف ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء) نے اس طرح ذکر کیا ہے گویا ان کے زمانے میں دیوان موجود تھا[2]۔ اسی زمانے میں لاہور میں شیخ حسین زنجانی[3]، حضرت داتا گنج بخش ہجویری صاحب کشف المحجوب، شیخ اسماعیل محدث[4]

---

[1] لباب الالباب از محمد عوفی (مرتبہ سعید نفیسی) ص ۵۳۹-۵۵۰ (طبع ایران ۱۳۳۳ھ خورشیدی)

[2] ملاحظہ ہو منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی (اردو ترجمہ از مولوی احتشام الدین مراد آبادی) ص ۱۴۴ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۴ء)

[3] ملاحظہ ہو مآثر لاہور از محمد الدین فوق (مشمولہ نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء) و نزہتہ الخواطر جلد اول ص ۸۲

[4] شیخ اسماعیل (ف ۴۴۸ھ/۱۰۵۷ء) سب سے پہلے دور کے محدث اور عالم بیان کئے جاتے ہیں اور ان کے متعلق تحریر ہے کہ ہزارہا آدمی ان کی مجلس وعظ میں مشرف باسلام ہوتے تھے (ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند رحمٰن علی، ترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری ص ۱۱۴، کراچی ۱۹۶۱ء و خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری جلد دوم

ملتان میں شاہ یوسف گردیزی[۱] اچ میں صفی الدین گازرونی[۲] شاہ کوٹ میں سلطان سخی سرور[۳] مشہور صوفیاء گزرے ہیں۔ جنہوں نے تذکیر و تبلیغ کے فرائض انجام دے کر ان علاقوں میں اسلام کو سربلند کیا۔ اور ان صوفیہ کی کوششوں سے مختلف قومیں اور قبیلے مشرف باسلام ہوئے۔

غلام خاندان

سلطان معزالدین محمد غوری کی فتوحات سے ہند پاکستان میں مسلمانوں کا تیسرا دور شروع ہوا اور اسی دور میں برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کی باقاعدہ بنیاد قائم ہوئی۔ دہلی اور اجمیر کی فتح کے بعد تمام دوآبہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۳ر شعبان ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء کو اس خداترس، عادل اور فیاض بادشاہ کو ایک باطنی نے غزنین جاتے ہوئے شہید کر دیا۔[۴]

اس کے بعد معزالدین محمد غوری کا جانشین قطب الدین ایبک ہند پاکستان کا پہلا مسلمان بادشاہ ہوا جس کی تاجپوشی کا باقاعدہ جشن بروز منگل بتاریخ ۱۸ر ذی قعدہ ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء لاہور میں منایا گیا[۵] اور وہیں اس کی آخری آرام گاہ بنی۔[۶] یہ سلطان

---

۱ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں یوسف گردیزی کو شیخ بہاؤالدین زکریا کا ہمعصر بیان کیا ہے لیکن شیخ محمد اکرام مقامی روایات کی بناء پر ملتان میں ان کی آمد بہرام شاہ کے زمانے میں قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ انتقال ۵۴۷ھ/۱۱۵۲ء میں ہوا ملاحظہ ہو آب کوثر ص ۸۳ (لاہور ۱۹۵۲ء) ۲ صفی الدین گازرونی (ف ۳۹۸ھ) ملاحظہ ہو تاریخ اچ از مولوی حفیظ الرحمن ص ۱۴۰ (دہلی ۱۹۳۱ء) و آب کوثر ص ۸۱-۸۳ ۳ سلطان سخی سرور (ف ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء) ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۴۵-۲۴۹ و آب کوثر ص ۹۱-۹۴

۴ طبقات ناصری از منہاج سراج (بہ تصحیح ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی) ص ۳۹۴ (لاہور ۱۹۵۲ء)

۵ طبقات ناصری ص ۴۴۴، فخر مدبر نے تخت نشینی کی تاریخ ۱۷ر ذیقعدہ لکھی ہے ملاحظہ ہو تاریخ فخرالدین مبارک شاہ (مرتبہ اڈورڈ ڈینیسن روس) ص ۳۳ (لندن ۱۹۲۷ء) ۶ ۶۰۷ھ میں قطب الدین

بڑا عادل، شجاع اور سخی تھا۔[1]

قطب الدین ایبک کے زمانے میں اسلام کو خوب ترقی ہوئی۔ مساجد، مدارس، اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں، ہزاروں کی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے[2] خود سلطان شریعت کا بڑا پابند تھا اور شعائر اسلامی پورے طور سے رونق پذیر تھے تاج المآثر کا مولف لکھتا ہے[3]

شعار الشرائع اسلام بہ غایت ظہور انجامید و مناہج و شعائر مسلمانی بکمال وضوح پیوست	اسلامی شریعت کے کاموں کو پوری طرح انجام دیا اور اسلامی شعائر اور طور طریقوں کو مکمل طور پر ظاہر کیا۔

قطب الدین ایبک کا زیادہ وقت ملکی فتوحات اور جنگی مہمات میں گزرا لہذا اس کے عہد میں علمی سرگرمیاں محدود پیمانے پر رہیں مگر پھر بھی بہاؤ الدین اوشی (متوفی ۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء) جمال الدین محمد اور حمید الدین وغیرہ فضلاء و شعراء اس کے دامن دولت سے وابستہ رہے[4] اور اس کے عہد کا نامور مورخ حسن نظامی نیشاپوری صاحب تاج المآثر[5] ہند پاکستان کا پہلا مسلم مورخ ہے قطب الدین ایبک کے دور کا ایک دوسرا نامور مصنف مبارک شاہ مترودہ

---

[1] ملاحظہ ہو طبقات ناصری ص ۵۲ و منتخب التواریخ ص ۲۱

[2] تاریخ فخر الدین مبارک شاہ ص ۲۶ [3] تاج المآثر بحوالہ بزم مملوکیہ از صباح الدین عبدالرحمٰن ص ۷ (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۴ء) [4] بزم مملوکیہ ص ۱۱-۱۲

[5] قطب الدین ایبک اور شمس الدین التمش کے حالات پر یہ پہلی ہمعصر تاریخ ہے اور اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے، اگر کوئی علمی ادارہ اس کتاب کو شائع کر دے تو تاریخ و ادب کی بڑی خدمت ہوگی۔

— ·x· —

فخر مدبر ہے، جس نے بحر الانساب کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھ کر قطب الدین ایبک کے حضور میں پیش کی۔[1] اس کتاب کے ابتدائی حصے کو ادورڈ ڈینیسن روس نے "تاریخ فخر الدین مبارک شاہ مرورودی" کے عنوان سے ۱۹۲۷ء میں لندن سے شائع کرا دیا ہے۔[2]

قطب الدین ایبک کے بعد اس کا صحیح جانشین شمس الدین التمتش ہوا جو اس سے قبل بدایوں کا صوبیدار رہ چکا تھا۔[3] التمتش نے ۲۶ سال حکومت کی اور ۶۳۳ھ / ۱۲۳۶ء میں انتقال

---

[1] تاریخ فخر الدین مبارک شاہ ص ۷، فخر مدبر نے ایک دوسری کتاب آداب الحرب و الشجاعت کے نام سے لکھی ہے جو شمس الدین التمتش کے نام معنون کی ہے۔ [2] ادورڈ ڈینیسن روس نے غلطی سے اس مصنف کا نام فخر الدین محمد ابن منصور المرورودی الصدیقی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۲۷-۲۸۔

[3] بدایوں شمالی ہند کا مشہور شہر ہے، اسے قطب الدین ایبک نے ۵۹۱ھ میں فتح کیا۔ اس کے صوبیداروں میں شمس الدین التمتش اور رکن الدین بھی رہے ہیں جو بعد کو تخت دہلی پر متمکن ہوئے۔ بدایوں فتح کے بعد ہی سے مسلمانوں کا مرکزی شہر بن گیا۔ اور اس زمانے میں وہاں ایک مدرسہ معزیہ، ایک عظیم الشان جامع مسجد اور عید گاہ وغیرہ تعمیر ہوئیں، آخر الذکر دونوں عمارتیں آج بھی مسلمانوں کی گزشتہ عظمت و اقتدار کی نوحہ خواں ہیں۔ بغرض اسی زمانہ میں بیرون ہند سے بہت سے علماء و صلحاء بدایوں آکر سکونت پذیر ہوئے جن میں خواجہ عرب بخاری (شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی کے نانا) خواجہ حسن زین تاب (مرید قاضی حمید الدین ناگوری) خواجہ بدرالدین موئے تاب (برادر خواجہ حسن تاب) شیخ حسام الدین ملتانی (خلیفہ صدر الدین عارف ملتانی) خواجہ علاء الدین اصولی (استاد شیخ نظام الدین بدایونی) جیسے اکابر صوفیاء اور رضی الدین حسن صغانی صاحب مشارق الانوار (ف ۶۵۰ھ) شہاب الدین مہمرہ (مشہور شاعر) اور خواجہ زین الدین دانشمند جیسے علماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں (ملاحظہ ہو تذکرۃ الواصلین از مولوی رضی الدین بسمل ص ۱۴، ۹، ۶، ۲۳، ۳۲، ۳۷، ۹۰، ۷۶، ۹۶، ۹۳ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء)

کیا یہ بادشاہ بڑا دیندار، عابد، زاہد اور درویش دوست تھا۔[1] نماز مسجد میں باجماعت ادا کرتا تھا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (ف ۶۳۳ھ / ۱۲۳۵ء) کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا تھا اور ان سے بہت عقیدت رکھتا تھا التمش کے زمانے میں دہلی میں علماء و فضلاء اور صوفیاء و مشائخ کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا اور بڑی تعداد میں لوگ ترکستان، ایران اور ماوراء النہر سے ترک وطن کر کے ہند پاکستان پہنچے کیونکہ اس زمانہ میں کفار مغول نے تباہی مچا رکھی تھی، ان علاقوں میں لوگوں کا جان و مال بالکل محفوظ نہ تھا اور ان کے لئے ہند پاکستان ہی سب سے بڑا ملجاء و ماویٰ تھا اور پھر التمش ان پناہ گزینوں کی بڑی مدد اور قدر دانی فرماتا تھا۔[2] اور یہ لوگ بھی یہ حضرت دہلی کی علمی و ثقافتی زندگی کو خوب رونق اور آراستگی بخشتے۔ عصامی لکھتا ہے[3]

درآں شہر یک رو نقے شد پدید ؎ بلے لذتے باشد اندر جدید
بسے سیدانِ صحیح النسب ؎ رسیدند دروے ز ملک عرب
بسے کاسبانِ خراسان زمیں ؎ بسے نقشبندانِ اقلیم چیں
بسے عالمانِ بخارا نژاد ؎ بسے زاہد و عابد از ہر بلاد
ز ہر ملک و ہر جنس صنعت گراں ؎ ز ہر شہر و ہر اصل سیمیں براں
بسے ناقدان جواہر شناس ؎ جواہر فروشاں برون از قیاس
حکیمان یوناں طبیبانِ روم ؎ بسے اہل دانش ز ہر مرز و بوم
در آں شہر فرخندہ جمع آمدند ؎ چو پروانہ بر نور شمع آمدند

---

[1] اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق دہلوی ص ۲۶ از مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ

[2] طبقات ناصری ص ۸۰

[3] فتوح السلاطین از عصامی (مرتبہ محمد یوشع) ص ۱۱۴-۱۱۵ (مدراس ۱۹۴۸ء)

التمش کی فیاضی و قدردانی نے دہلی کو علماء و فضلاء اور صوفیاء و مشائخ کا مرکز بنا دیا۔ تاج الدین سنگریزہ، امیر روحانی، ناصری اور بہاؤالدین علی[1] جیسے شعراء، قاضی حمیدالدین ناگوری (ف ۶۴۱ھ[2] ۱۲۰۸-۹ء) حاجی مجدالدین[3]، فخرالملک عطائی[4]، قاضی منہاج سراج[5]، مولانا جمال الدین بسطامی[6]، نورالدین مبارک غزنوی[7] جیسے علماء و فضلاء موجود تھے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، شیخ جلال الدین تبریزیؒ، شیخ بدرالدینؒ غزنوی اور قاضی قطب الدین کاشانیؒ جیسے صوفیاء و مشائخ رشد و ہدایت کے ہنگامے گرم کیے ہوئے تھے[8]۔ علماء و فضلاء کے قیام کی وجہ سے ہند پاکستان کے بعض مرکزی شہر اوچ[9]، دہلی[10]، بدایوں[11] اور لکھنوتی[12] وغیرہ میں مرکزی مدارس قایم ہو گئے تھے۔ جہاں علماء تدریس

---

[1] ان شعراء کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۹۰-۱۳۱ و آب کوثر ص ۱۳۷-۱۴۰۔ [2] ملاحظہ ہو اخبار الاخبار ص ۳۷ تا ۴۴ [3] شیخ شہاب الدین کے مرید و خلیفہ تھے ملاحظہ ہو اخبار الاخبار ص ۳۵ [4] فتوح السلاطین ص ۱۲۲ [5] قاضی منہاج سراج صاحب طبقات ناصری [6] ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۸۳ [7] ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۸۳ تا ۸۴

[8] ان مشائخ کے تعلقات و حالات کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۷۰ تا ۷۹ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات از خلیق احمد نظامی ۱۰۹ تا ۱۲۴ (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء)

[9] اوچ کے مرکزی دارالعلوم اور علمی ترقیوں کا ذکر تفصیل سے اگلے باب میں آئے گا۔

[10] دہلی کے دو مرکزی مدرسے مدرسہ معزیہ اور مدرسہ ناصریہ قابل ذکر ہیں [11] بدایوں میں قطب الدین ایبک یا شمس الدین التمش نے مدرسہ معزیہ قائم کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مدرسہ جامع مسجد شمسی کے عقب میں تھا (ملاحظہ ہو کنز التاریخ از مولوی رضی الدین بسمل ص ۲۷-۸۰ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۰۷ء و تاریخ بدایوں حافظ فضل اکرم بدایونی ص ۱۲-۳۷ مطبوعہ وکٹوریہ پریس بدایوں ۱۹۰۹ء)

کے فرائض بڑی ذمہ داری سے انجام دیتے تھے۔ ان مدارس کے قیام میں سلطان التمتش نیز دوسرے امراء کی سرپرستی اور معارف پروری شامل تھی۔ سلطان التمتش کے عہد میں بدایوں[1] اور منڈاور، ضلع (بجنور)[2] میں عالیشان مسجدیں، عیدگاہیں اور حوض تعمیر ہوئے جو آج تک اس کی دینداری اور اسلام دوستی کی گواہی دے رہے ہیں۔

شمس الدین التمتش کے بعد اس کا مجھلا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا اگرچہ اس کی حکومت چند ماہ سے زیادہ نہ رہی مگر اس کی معارف پروری اور شعراء نوازی نے اس کو بقائے دوام بخش دیا۔ تاج الدین ریزہ اور شہاب الدین مہمرہ اس کے دامن دولت سے وابستہ رہے اور انعام و اکرام سے مستفیض ہوئے[3]۔ اس کے بعد اس خاندان میں ناصر الدین محمود (ف ۶۶۴ھ / ۱۲۶۵ء) اور غیاث الدین بلبن (ف ۶۸۶ھ / ۱۲۸۷ء) قابل ذکر حکمراں گزرے

ص ۱۵ ۱۹۱۵ء وگزیٹیر بدایوں ص مطبوعہ الہ آباد ۱۹۰۷ء۔ ؎ محمد بختیار خلجی نے لکھنوتی وغیرہ میں مساجد و مدارس وغیرہ تعمیر کرائے ملاحظہ ہو طبقات ناصری ص ۱۴۳

[1] بدایوں کی عمارات کے متعلق ملاحظہ ہو کنز التاریخ ص ۴۰ تا ۴۸ و میموائرز آف دی آرکیولاجیکل سروے آف انڈیا نمبر ۱۹۔ دی جامع مسجد ایٹ بدایوں از جے۔ الیف بلاکسٹن (کلکتہ ۱۹۲۶ء) [2] منڈاور کی جامع مسجد کے متعلق گزیٹیر بجنور ص ۲۸ مطبوعہ الہ آباد ۱۹۲۸ء میں مرقوم ہے کہ مقامی روایت ہے کہ یہ مسجد قطب الدین ایبک نے بنوائی جو درست نہیں ہے مگر قاری بشیر الدین پنڈت لکھتے ہیں کہ جب التمتش نے باغی راجپوتوں کی سرکوبی کے لئے منڈاور میں دو مہینے قیام کیا تو یہ مسجد بنوائی ملاحظہ ہو تاریخ ہندی قرون وسطی جلد دوم ص ۲۴۹ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ء

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۱۳۵ - ۱۶۷

ہیں۔ اول الذکر نہایت دیندار، متقی، زاہد، عابد، سخی، عدل پسند، شب بیدار اور بردبار حکمراں تھا۔ درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ یہانتک کہ اپنے ذاتی مصارف قرآن کریم کی کتابت کے ذریعہ پورے کرتا تھا۔ صوفیاء اور مشائخ کا عقیدت مند اور علماء کا قدردان تھا۔ قاضی منہاج سراج نے اپنی مشہور کتاب "طبقات ناصری" اسی سلطان کے نام پر معنون کی ہے۔ غیاث الدین بلبن بڑی شان وشوکت اور جاہ وجلال کا مالک تھا لیکن صوفیاء کا معتقد اور علماء کا قدردان تھا۔ اس کے عہد میں برہان الدین محمودؒ (ف ۶۸۷ھ / ۱۲۸۸ء) نجم الدین عبدالعزیزؒ، شیخ سراج الدین ابوبکر، شرف الدین دلوالجیؒ، برہان الدین بزاز، قاضی رکن الدین سامانوی، علامہ کمال الدین زاہد، شمس الدین خوارزمی اور فخر الدین ناقلہ وغیرہ وہ علمائے کرام تھے[1] جن کے نام تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔ ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء میں دہلی کا یہ پہلا حکمراں خاندان ختم ہوگیا۔

خلجی خاندان

۳ جمادی الثانی ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء کو جلال الدین خلجی ستر سال کی عمر میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ یہ سلطان منکسر المزاج، حلیم، حق گو اور مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اس کی پالیسی نہایت نرم تھی، مگر سیدی مولا کا قتل اس کے عہد کا ایک خاص واقعہ ہے[2] اور بقول بعض مورخین اس کے قتل کے بعد عجیب واقعات پیش آئے اور عہد جلالی کا زوال شروع ہوگیا۔ بالآخر اپنے بھتیجے اور داماد علاؤ الدین خلجی کے ہاتھوں ۶۹۵ھ / ۱۲۹۵ء میں قید ہستی سے آزاد ہوا اور علاؤ الدین خلجی تخت دہلی کا مالک ہوگیا۔ یہ بڑا جابر، کشورکشا، صاحب عزم اور ملک گیر بادشاہ تھا۔ شمالی

---

[1] ان علمائے کرام کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۲۳۰ - ۲۳۵

[2] سیدی مولا کے متعلق ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ص ۴۹ تا ۵۰

ہند کی ہر چھوٹی بڑی طاقت نے اس کے اقتدار کو تسلیم کر لیا اور یہی وہ پہلا مسلم حکمراں تھا جس نے دکن کو فتح کر کے سلطنت کو وسعت دی۔ اس نے ملکی مصالح اور وقتی ضروریات کے پیش نظر ایک خاص نظام حکومت قائم کیا جو بڑی حد تک کامیاب رہا۔ راشننگ اور کنٹرول کا اجراء کر کے قیمتوں کے اضافے اور اشیاء کی قلت کا انسداد کیا۔ وہ کبھی کبھی علماء سے مشورہ بھی کرتا تھا مگر اس پر عمل ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ علاء الملک اور قاضی مغیث الدین سے مشورہ اور گفتگو اس کی صریح دلیل ہے۔[1] وہ مذہب کا بڑا احترام کرتا تھا۔[2] علاؤ الدین خلجی نے عوام کے اخلاق کی درستی، شراب نوشی کا انسداد، سحرہ خوں آشام کا خاتمہ اور اباحیتوں کا استیصال کیا اور طوائفوں کو نکاح پر مجبور کر کے اصلاح معاشرہ کی پوری پوری کوشش کی۔[3] وہ صوفیاء و مشائخ سے بھی عقیدت رکھتا تھا۔ حضرت بو علی شاہ قلندر، شیخ رکن الدین ملتانیؒ اور حضرت نظام الدین اولیاء بدایونیؒ سے اس نے اکثر مواقع پر اظہار عقیدت کیا ہے۔[4]

علم و فضل کے اعتبار سے بھی عہد علائی قابل ذکر ہے، اس کے عہد میں بڑے بڑے علماء و فضلاء اور دانشور دہلی میں جمع تھے۔ شیخ نور الحق دہلوی لکھتے ہیں[5]

---

[1] ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۲۱ تا ۲۲۳ و ۲۳۳ تا ۲۳۹ و آب کوثر ص ۱۶۹ تا ۱۸۵۔

[2] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۲۳ تا ۲۲۴ [3] ایضاً ص ۲۴۳ تا ۲۵۰

[4] ایضاً ص ۲۶۷ تا ۲۷۰ [5] زبدۃ التواریخ از شیخ نور الحق دہلوی ورق ۳ ب بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۲۶ تا ۲۲۷۔

طوائف اہل فضل و خداوند کمال (کہ) در عصرے جمع آمدہ بودند...... در ہیچ عصرے نیامدہ بلکہ نخواہند آمد۔	اہل فضل اور کمال کے گروہ جتنے اس کے عہد میں جمع ہو گئے تھے کسی عہد میں نہیں ہوتے تھے بلکہ نہ آئندہ ہوں گے۔

ضیاء الدین برنی نے اپنی تاریخ فیروز شاہی میں صرف دہلی میں علاء الدین خلجی کے زمانے کے چھیالیس علماء کے نام تحریر کئے ہیں[1]۔ ان میں قاضی مغیث الدین بیانوی[2]، قاضی محی الدین کاشانی[3]، مولانا کمال الدین کولی[4]، مولانا وجیہہ الدین پائلی[5] اور شمس الدین یحییٰ[6] کے اسماء گرامی علماء میں نہایت ممتاز ہیں۔ عہد علائی کے متعلق امیر خسرو لکھتے ہیں[7]

خوشا ہندوستان و رونق دیں | شریعت را کمال عز و تمکیں
ز علم با عمل دہلی بخارا | ز شاہان گشتہ اسلام آشکارا
ز غزنیں تا لب دریا دریں باب | ہمہ اسلام بینی بر یکے آب
مسلمانانِ نعمانی روش خاص | ز دل ہر چار آئیں را با خلاص
زہے خاکِ مسلمان خیز دیں جوئے | کہ ماہی نیز معنی خیز دارد جوئے

---

[1] تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنی ص ۳۴۵ تا ۳۵۴ (کلکتہ ۱۸۶۰ء)

[2] ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۳۲ تا ۲۳۹

[3] [4] [5] [6] ان حضرات کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۸۴، ۴۸۷، ۵۸۷، ۵۴۱، ۲۳۶ تا ۲۳۷۔

[7] ملاحظہ ہو مثنوی دول رانی خضر خاں از امیر خسرو (مرتبہ مولانا رشید احمد سالم) ص ۴۶ تا ۴۷ (علی گڑھ ۱۹۱۷ء)

خود امیر خسرو (ف ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء) حسن سجزی (ف ۷۳۶ھ / ۱۳۳۶ء) اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ (ف ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء) عہد علائی کی زندہ جاوید ہستیاں ہیں۔

اسی سلطان علاء الدین خلجی کا زمانہ تھا کہ حضرت جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت پیدا ہوئے، اس وقت ہند پاکستان (دہلی) میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام کو کم و بیش سو سال گزرے تھے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی عمر تقریباً بارہ سال تھی کہ خلجی خاندان کا ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء میں خاتمہ ہو گیا۔

تغلق خاندان

غیاث الدین تغلق نے محسن کش خسرو کو ٹھکانے لگا کر تخت دہلی کو زینت بخشی اور چار پانچ سال ہی میں حکومت کو مضبوط اور نظم و نسق کو درست کر دیا، ملک میں امن و امان اور خوش حالی کے آثار پیدا ہو گئے باغیوں اور سرکشوں کو مطیع و منقاد بنایا ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء میں سلطان مہم بنگالہ سے واپس آکر دہلی کے باہر ایک نو تعمیر محل میں ٹھہرا اچانک یہ محل گر پڑا اور بادشاہ معہ دیگر امراء کے ختم ہو گیا۔ غیاث الدین تغلق بڑا قابل، منتظم اور انصاف پسند حکمراں تھا، صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور شریعت کا احترام کرتا تھا، علماء و مشائخ سے تعلقات خوشگوار تھے۔ شیخ علاء الدین اجودھنی، رکن الدین ملتانی اور بو علی شاہ قلندر سے اس کے تعلقات کا اکثر ذکر ملتا ہے[1] مگر اتفاق کی بات ہے کہ اس کے دور کے سب سے بڑے شیخ، نظام الدین اولیاءؒ سے اس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ غیاث الدین کے بعد اس کا بیٹا محمد تغلق تخت نشین ہوا۔

محمد تغلق قرآن کریم کا حافظ، نماز روزے کا پابند اور بڑا عالم فاضل تھا، فلسفہ کا

---

[1] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۱۳ تا ۳۱۴۔

ماہر اور فقہ میں کافی درک رکھتا تھا۔ اور خیال یہ ہے کہ امام ابن تیمیہ کے خیالات و افکار سے خاصا متاثر تھا یہی وجہ ہے کہ صوفیانہ معتقدات اور خانقاہی نظام سے کچھ کھنچا ہوا سا نظر آتا ہے[1] اس نے صوفیائے کرام کو بعض غیر صوفیانہ ذمہ داریاں سپرد کیں۔ سہروردی سلسلے کے اکثر مشائخ نے ان ذمہ داریوں کو قبول کر لیا مگر چشتیہ سلسلے کے مشائخ نے نارضامندی کا اظہار کیا اور عملی تعاون سے گریز کیا۔ سلطان نے بعض مشائخ کو تبلیغ اسلام کے لئے منتخب کیا اور خود بھی اس سلسلے میں عملی قدم اٹھایا[2] دیوگیر میں علماء و مشائخ کی منتقلی اور اس کو ایک دوسرا دارالحکومت قرار دینا اسی سلسلے کی ایک خاص کڑی ہے۔ سلطان محمد تغلق کی اس پالیسی کے نتیجہ میں دکن میں مسلمانوں کی اکثریت اور ان کے تعلیمی و تبلیغی اداروں کو استحکام نصیب ہوا[3] محمد تغلق دہلی کا وہ پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس نے ہند پاکستان کے ان قبائل کے بعض لائق افراد کو جو مسلمان ہو چکے تھے حکومت کے نظم و نسق میں شریک بنایا اور بعض اعلیٰ عہدے دئے اگرچہ یہ بات ان باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو ناگوار ہوئی جو بلا شکت غیرے حکومت کے نظم و نسق میں دخیل تھے اور انہوں نے نسلی برتری اور نسبی افتخار کے

---

[1] ملاحظہ ہو آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (جلد دوم) ص ۲۷۱ تا ۲۷۴ کراچی ۱۹۵۸ء و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ۳۳۶ تا ۳۳۹۔

[2] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۳۸ تا ۳۴۵۔

[3] ملاحظہ ہو بیرنی، اس ہسٹری آف دی تغلقس از ڈاکٹر معین الحق ص ۵۷ تا ۶۲ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۵۹ء) و آئینہ حقیقت نما جلد دوم ص ۲۶۶ - ۲۶۸ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۳۹ تا ۳۴۵۔

غیر اسلامی رجحان کو بھی ہوا دی۔[1] محمد تغلق کا عہد علم و فضل کے اعتبار سے کچھ زیادہ نمایاں نہ تھا مگر پھر بھی ضیاءالدین برنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی، ابن بطوطہ سیاح، بدرچاچ ملک الشعراء، عصامی مؤلف فتوح السلاطین، ضیاءالدین نخشبی[2] بدایونی اور مولانا معین الدین عمرانی[3] وغیرہ نامور علماء و فضلاء ہیں جو علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ محمد تغلق کے عہد میں بعض صوبے خود مختار ہو گئے اور سلطنت کا استحکام ختم ہو گیا۔ ۷۵۲ھ (۱۳۵۱ء) میں ٹھٹھہ کی مہم کے دوران محمد تغلق کا انتقال ہوا۔

محمد تغلق کی حکومت سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے براہ راست تعلقات تھے، سلطان نے مخدوم کو شیخ الاسلامی کا عہدہ دیا اور سیوستان کی چالیس خانقاہیں ان کے سپرد کی تھیں۔ ان تعلقات کی تفصیل حسب موقع بیان کی گئی ہے محمد تغلق کے بعد اس کا چچا زاد بھائی فیروز تغلق تخت نشین ہوا۔ اس کے دور میں رعایا نہایت خوشحال رہی، اس نے محمد تغلق کے عہد کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور جن لوگوں کو محمد تغلق کے عہد میں نقصان پہنچا تھا ان سے باقاعدہ راضی نامے حاصل کئے اور ان کو سلطان مرحوم کی قبر کے سرہانے ایک صندوق میں رکھا۔[4] فیروز تغلق نے

[1] ملاحظہ ہو آئینہ حقیقت نما جلد دوم ص ۵۱۵ تا ۵۱۹، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۲۴-۳۲۵ و تاریخ فیروز شاہی ص ۵۰۵۔ [2] و [3] ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۲۴۳، ۲۵۵ و ۴۹۹ تا ۵۰۰۔ [4] ملاحظہ ہو فتوحات فیروز شاہی از سلطان فیروز شاہ (علی گڑھ ایڈیشن) ص ۱۹، ایلیٹ نے لکھ دیا کہ یہ صندوق سرہانے دفن کیا گیا تھا چنانچہ اس کی تلاش میں سر جان مارشل ڈائرکٹر آثار قدیمہ کے حکم دا یماء سے خان بہادر ظفر حسن او۔ بی۔ ای نے سلطان محمد بن تغلق کی قبر کھدوائی تھی۔

عام کے بہت سے کام کئے، سرائیں، پل، کنوئیں، مدرسے اور مساجد تعمیر کرائیں نئے قائم کئے۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں مولانا احمد تھانیسری[1]، قاضی شہاب الدین دولت آبادی[2]، مولانا خواجگی[3] اور قاضی عبد المقتدر[4] دہلوی جیسے علماء اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلی[ؒ] اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت[ؒ] جیسے مشائخ موجود تھے اس سلطان کے عہد میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے کم وبیش تینتیس سال رہے اور حضرت مخدوم کے تعلقات سلطان فیروز شاہ سے بہت استوار رہے ، گو ہم نے ایک باب میں مفصل طور سے بیان کیا ہے۔

صوفیاء کی تبلیغی کوششیں ہندوپاکستان میں مسلم حکومت کے قیام نے اس ملک کی کایا پلٹ کر دی۔ ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب آیا اور ملک کو سیاسی استحکام نصیب ہوا۔ مسلمانوں کی بہت سی نوآبادیاں قائم ہوئیں۔ صنعت وحرفت کے میدان میں نمایاں ترقی ہوئی، خانقاہیں، مقبرے، سرائیں نہریں، کنوئیں اور پل وغیرہ تعمیر ہوئے۔ دہلی میں قطب مینار، قوۃ الاسلام اور علائی دروازہ جیسی عالیشان عمارتیں تعمیر ہوئیں یہ تو سیاسی اثر واقتدار کے نتائج تھے، اس کے علاوہ صوفیاء کی مقدس جماعت نے ہندوپاکستان میں اصلاح وتبلیغ کا بڑا کام انجام دیا، اکابر صوفیاء میں داتا گنج بخش ہجویری[ؒ]، خواجہ معین الدین چشتی[ؒ] خواجہ قطب الدین بختیار کاکی[ؒ]، قاضی حمید الدین ناگوری[ؒ]، شیخ حمید الدین صوفی سوالی[ؒ] شیخ جلال تبریزی[ؒ]، بابا فرید گنج شکر[ؒ]، بہاء الدین زکریا ملتانی[ؒ]، نظام الدین اولیاء، بوعلی

---

[1] [2] [3] [4] ان حضرات کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۱۰۳ تا ۱۰۴، ص ۲۳۹ تا ۲۴۰، ص ۱۸۲ تا ۱۸۳، ص ۳۲۴ تا ۳۲۵۔

شاہ قلندرؒ، شیخ صدرالدین ملتانیؒ اور شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہند پاکستان کی اکثریت ایک کرب عظیم میں مبتلا اور زندگی کے عام حقوق سے بھی محروم تھی، برہمن ارباب من دون اللہ بنے ہوئے تھے، ذات پات کی بیجا قیود سے انسانیت بری طرح کراہ رہی تھی، معاشرہ میں شودروں کا کوئی مقام نہ تھا اور وہ جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل سمجھے جاتے تھے، مذہبی اور معاشی پابندیوں نے ان کی کمر توڑ دی تھی، اسلام ان لوگوں کے لئے ایک آیۂ رحمت ثابت ہوا، صوفیائے کرام انسانیت کے اعلیٰ اصولوں کی تبلیغ کرتے اور اتحاد و محبت کا پیغام دیتے۔ توحید اور عالمگیر انسانیت کے اعلیٰ اصول عملی طور سے پیش کرتے جنہیں دیکھ کر گروہ کے گروہ اور قبیلے کے قبیلے مسلمان ہو جاتے اور اس طرح "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے ہوتی۔ مشہور مؤلف ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ بنگال میں اشاعت اسلام کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتا ہے[1]:۔

> "داعیان اسلام جب بنگال میں پہنچے تو نیچ ذات کے ہندو اور وہاں کے اصلی باشندے جو ہندوؤں کے مذہب سے قریب قریب خارج سمجھے جاتے تھے اور اپنے آرین سرداروں کے ہاتھوں سے طرح طرح کی ذلتیں اور اذیتیں اٹھاتے تھے، مسلمانوں کی

---

[1] دعوت اسلام از مولوی عنایت اللہ دہلوی (اردو ترجمہ پریچنگ آف اسلام) از ٹی ڈبلیو آرنلڈ) ص ۲۹۸ (علی گڑھ ۱۸۹۸ء)

طرف ہاتھ پھیلا کر بڑھے ان لوگوں کے نزدیک جن میں مفلس مچھلی
پکڑنے والے اور شکاری اور قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار تھے
اسلام ایک اوتار تھا جو ان کے لئے آکاش سے اترا تھا وہ حکمراں
قوم کا مذہب تھا اور اس کے پھیلانے والے وہ باخدا لوگ تھے جو
توحید کی خبر اور سب انسانوں کے برابر ہونے کا مژدہ ایسی قوم کے
پاس لائے تھے جس کو سب ذلیل وخوار سمجھتے تھے۔"

سید ہاشمی فرید آبادی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

مسلمانوں سے جب ان (پارچہ بافوں) کا معاشی رابطہ بڑھا تو
سب سے پہلے یہی لوگ اسلامی دائرے میں کھنچ آئے اور ان
میں مذہب اسلام کی اتنی اشاعت ہوئی کہ اب ہندوستان
میں پارچہ بافوں کی اکثریت مسلمان ہے اسی طرح دوسرے
پیشہ ور ...... آہستہ آہستہ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے
.... (اور) مسلمانوں کی تعداد میں آئندہ اضافہ ہوا۔"[1]

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے متعلق آرنلڈ لکھتا ہے کہ رفتہ رفتہ بہت سے لوگ خواجہ صاحب کے معتقد ہوگئے اور انہوں نے بت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا اب خواجہ صاحب کی شہرت سب طرف ہوگئی اور اخیر میں ہندوؤں کے گروہ کے گروہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوتے، مشہور ہے کہ جس وقت خواجہ دہلی سے اجمیر جا رہے تھے تو راستے میں سات سو ہندوؤں کو انہوں نے مسلمان کیا۔[2] شیخ ابو الفضل علامی نے لکھا ہے کہ

[1] تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت۔ از سید ہاشمی فرید آبادی جلد اول ص ۲۳۲ (انجمن ترقی اردو کراچی)

[2] دعوت اسلام ص ۳۰۱

خاندانِ بزرگ کے اجمیر میں قیام کرنے کی وجہ سے گروہ کے گروہ مسلمان ہوئے[1]۔ خواجہ مبارک العلوی لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے قدم مبارک کی برکت سے یہ علاقہ اسلام سے منور ہو گیا[2]۔

بابا فرید گنج شکر نے پاک پٹن کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور پنجاب میں اسلام کی خوب اشاعت فرمائی، راجپوتوں کے کئی قبیلے مثلاً سیال اور دٹو وغیرہ ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے[3]۔ پاک پٹن کی ایک پوری قوم مع اپنے مقتدا کے جو ایک جوگی تھا، فرید الدین گنج شکر کی توجہ سے مسلمان ہو گئی۔ راجپوتوں کے بعض دوسرے قبیلے کھلباں اور جاٹ وغیرہ نے بھی حضرت بابا صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا[4]۔

اسی طرح بابا گنج شکر کی اولاد اور سجادہ نشینوں کی توجہ سے بھی بعض راجپوت قبائل اور سودھی قوم مسلمان ہوئی اور اسی قوم کے لوگ بابا صاحب کی قبر پر چراغ بتی کرنے والے اور جاروب کش تھے[5]۔

---

[1] آئین اکبری از شیخ ابو الفضل علامی (بہ تصحیح سر سید احمد خاں) جلد دوم ص ۲۰۷ (دہلی ۱۲۷۲ھ)

[2] سیر الاولیاء از مبارک العلوی ص ۴۷ (مطبع محب ہند، دہلی ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء) و سفینۃ الاولیاء از دارا شکوہ (اردو ترجمہ از محمد علی لطفی) ص ۱۲۸ (کراچی ۱۹۵۹ء)

[3] آب کوثر ص ۲۵۱ و دعوت اسلام ص ۳۰۰

[4] جواہر فریدی از محمد علی اصغر چشتی (اردو ترجمہ) ص ۳۹۳ تا ۳۹۴ (اللہ والے کی قومی دوکان، لاہور)

[5] ایضاً ص ۳۵۰-۳۵۱-

حضرت بو علی شاہ قلندر (ف ۷۲۴ھ / ۱۳۲۴ء) مشہور صوفی بزرگ گزرے ہیں، ان کے ہاتھ پر اکثر راجپوت مسلمان ہوتے، ایک شخص امر سنگھ نامی نے قلندر صاحب کی توجہ سے اسلام قبول کیا جس کی اولاد پانی پت کے محلہ راجپوتان میں رہتی تھی۔[1] سہروردی سلسلہ کے مشائخ کی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ ہم اگلے باب میں لیں گے۔

غرض کہ صوفیائے کرام کی مقدس جماعت نے ہند پاکستان میں اشاعت اسلام کی پوری پوری کوشش کی اور ان کی مساعی جمیلہ کا یہ نتیجہ ہے کہ ہند پاکستان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اسی ملک کے رہنے والے تھے۔[2] اور پھر مشرف باسلام ہوئے۔ کاش مسلم سلاطین، علماء، امراء، سپہ سالار نیز دوسرے با اثر طبقے کے لوگ اشاعت اسلام میں پورا حصہ لیتے تو برصغیر کا سیاسی نقشہ ہی اور ہوتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہند پاکستان کی جن قوموں، قبیلوں اور برادریوں نے اسلام قبول کیا تھا ان کی تعلیم و تربیت اور فلاح و بہبود کا پورا پورا حق ادا نہیں ہوا بلکہ بعض اوقات تو معاشرے میں دوسرے درجہ پر ان کا شمار ہوا اگرچہ یہ بات اسلامی تعلیم اور اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔

---

[1] دعوت اسلام ص ۳۰۱ و تاریخ تبلیغ اسلام از شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی ص ۱۳-۱۴ (قادیان سنہ ۱۹۵[illegible]ء)

[2] دعوت اسلام ص ۲۷۱۔

باب دوم

سہروردی سلسلہ

شیخ شہاب الدین سہروردی عراق عجم کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں اپنے چچا ابو نجیب عبدالقاہر کے سایۂ عاطفت میں پرورش و تربیت پائی بڑے بڑے علماء و فضلاء سے علوم مروجہ حاصل کئے، حدیث، فقہ، کلام اور علوم ادبیہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے تصوف اور زہد و اتقاء میں اپنی نظیر آپ تھے، خلفائے بغداد اور بہت سے امراء و سلاطین شیخ سہروردی کا بہت احترام کرتے تھے۔[1] وہ سنت کے نہایت متبع تھے اور شافعی مسلک رکھتے تھے، فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ انہوں نے غرۂ محرم ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء میں بغداد میں انتقال کیا، شیخ سہروردی کثیر تصانیف کے مالک تھے، بروکلمان نے اپنی مشہور عربی ادب کی تاریخ میں شیخ کی اکیس کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ حکیم شمس اللہ قادری نے ان میں سے دس کا مفصل تعارف کرایا ہے۔[2] سب سے اہم کتاب عوارف المعارف ہے جو تصوف کی نہایت مقبول اور خاص کتاب سمجھی جاتی ہے۔ صوفیاء کے حلقوں

---

[1] الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی از حکیم شمس اللہ قادری ص ۱۲ تا ۱۶

[2] الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی ص ۲۱ تا ۲۳۔

میں اس کا باقاعدہ درس ہوتا تھا۔[۱] ہند پاکستان میں نامور علماء اور مصنفین نے عوارف المعارف پر شروح و حواشی لکھے ہیں اور مختلف زبانوں فارسی، ترکی اور اردو[۲] میں ترجمے ہوئے ہیں[۳]

شیخ شہاب الدین سہروردی اجل صوفیائے کرام میں ہیں۔ لوگ مختلف دیار و امصار سے بغداد میں آکر شیخ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کے نامور خلفاء میں قاضی حمید الدین ناگوری، شیخ نور الدین مبارک غزنوی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں ان حضرات کے ذریعے ہند پاکستان میں سہروردی سلسلہ کی خاص طور سے ترویج و اشاعت ہوئی۔

شیخ حمید الدین ناگوری (ف ۶۴۱ھ ۱۲۴۳ء) التمش کے عہد کے نامور شیخ تھے، سیر و سیاحت خوب کی تھی۔ خواجہ بختیار کاکیؒ سے بہت گہرے تعلقات تھے، سماع کے

---

۱ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے شیخ نظام الدین نے عوارف کے پانچ باب پڑھے تھے ملاحظہ ہو فوائد الفواد از امیر حسن سجزی (اردو ترجمہ) ص ۱۶۱ اللہ والے کی قومی دوکان لاہور ۱۹۵۶ء)

۲ اردو زبان میں سب سے پہلے عوارف المعارف کا ترجمہ مولوی ابوالحسن فرید آبادی نے کیا تھا جو ۱۸۹۳ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ ۱۹۶۲ء میں ہمارے فاضل دوست حافظ رشید احمد ارشد لکچرر عربی (کراچی یونیورسٹی) نے اس کتاب کا دوبارہ نہایت با محاورہ اردو ترجمہ کیا ہے۔ جسے غلام علی اینڈ سنز (لاہور نے) شائع کیا ہے۔

۳ عوارف کے خلاصہ مفتاح الہدایہ و مفتاح الکفایہ کا انگریزی ترجمہ کرنل ایچ۔ ڈبلیو۔ کلارک نے ۱۸۹۱ء میں لندن سے شائع کیا۔

بہت سی کتابیں بھی لکھیں جن میں طوالع شموس سب سے زیادہ مشہور ہے، اس کتاب میں باری تعالےٰ کے ننانوے ناموں کی صوفیانہ انداز میں شرح کی ہے[1]۔ شیخ ناگوری سماع کے بہت دلدادہ تھے، شمالی ہند پاکستان کے قدیم شہر بدایوں میں شیخ ناگوری کے خلفاء میں شیخ شاہی رسن تابؒ اور شیخ احمد نہروالیؒ مشہور ہیں۔

شیخ شاہی بڑے صاحب مرتبہ بزرگ تھے، رسیاں بٹ کر حلال روزی کماتے تھے، ان کے دو بھائی خواجہ بدرالدین موئے تابؒ اور خواجہ عثمانؒ بھی بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے اور اپنے بھائی شیخ شاہی کے مرید و خلیفہ تھے، خواجہ بدرالدین بالوں کی رسیاں بٹا کرتے تھے[2] یہی نفوس قدسیہ تھے جن کے ذریعہ کٹھیر میں اسلام کی اشاعت ہوئی شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی ان کے متعلق فرماتے ہیں[3]

در بداؤں دو برادر بودند یکے شیخ شاہی روشن ضمیر دوئمی ابوبکر موئے تاب ابوبکر موئے تاب را دیدہ ام و شیخ شاہی را ندیدہ ام۔	بدایوں میں دو بھائی تھے ایک شیخ شاہی روشن ضمیر اور دوسرے ابوبکر موئے تاب ابوبکر موئے تاب کو میں نے دیکھا ہے، شیخ شاہی کو نہیں دیکھا۔

شیخ احمد نہروالیؒ بھی بڑے پایہ کے صوفی تھے، خود شیخ حمیدالدین ناگوری ان

---

[1] قاضی حمیدالدین ناگوری کے حالات کے لئے دیکھئے تذکرہ علمائے ہند ۹۲ تا ۹۳؛ اخبار الاخیار ص ۳۷۔۴۴۔

[2] شیخ شاہی رسن تاب و خواجہ بدرالدین موئے تاب کے حالات کے لئے دیکھئے اخبار الاخیار ص ۴۹ و تذکرۃ الواصلین ص ۲۳ تا ۳۶۔

[3] فوائد الفواد بحوالہ تذکرۃ الواصلین ص ۳۴۔

سے ملنے بدایوں آئے، حضرت شیخ ناگوری اپنے مرید احمد نہروانی کے متعلق فرماتے ہیں کہ[1]:-

"اگر مشغولی احمد بسنجند مایہ دہ صوفی باشد"! | اگر احمد کے ریاضت و مجاہدہ کو وزن کریں تو دس صوفیوں کے برابر ہوگا۔

جس مجلس میں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا وصال ہوا تھا اس میں شیخ احمد موجود تھے، پارچہ بافی ذریعہ معاش تھا[2]۔ ۶۸۰ھ ۱۲۸۲ء میں بدایوں میں وصال ہوا۔

شیخ نورالدین مبارک غزنوی التمش کے عہد میں دہلی کے شیخ الاسلام رہے اور "میر دہلی" کے لقب سے معروف تھے، اکثر وعظ کہتے تھے اور مراسم دربار پر بھی تنقید کیا کرتے تھے۔ ۶۳۲ھ ۱۲۳۴ء میں وصال ہوا[3]۔

اس سلسلہ میں شیخ جلال الدین تبریزیؒ کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ شیخ ابوسعید تبریزیؒ کے مرید ہیں، مگر ایک مدت تک حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔ شمس الدین التمش کے عہد میں دہلی آئے جب شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ نے ... باطنی کا مظاہرہ کیا تو دہلی سے بدایوں ہوتے

---

[1] فوائد الفواد ص ۱۴۱ اخبار الاخیار ص ۴۷

[2] اخبار الاخیار میں منقول ہے کہ شیخ احمد نہروالی نے اپنے پیر قاضی حمیدالدین ناگوری سے ہندوی زبان میں گفتگو کی تھی افسوس کہ حضرت کے وہ اقوال محفوظ نہ رہ سکے ورنہ زبان اردو کے خزانے کے قیمتی جواہر ریزے ہوتے۔ شیخ احمد نہروالی کی اس گفتگو اور ذریعہ معاش سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اصل و نسل کے اعتبار سے ہند پاکستانی تھے۔

[3] ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۲۸ تا ۲۹ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۱۰۹ تا ۱۱۰۔

ہوئے بنگال روانہ ہو گئے، بدایوں کے قیام میں حضرت تبریزی کی نورانی صورت دیکھ کر ایک دہی بیچنے والا بہت متاثر ہوا، یہ شخص بدایوں کے قریب کے ایک گاؤں کا باشندہ تھا، اس گاؤں کے اکثر لوگ ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے، وہ شخص حضرت تبریزی کے دست مبارک پر مسلمان ہو گیا۔ علی نام مقرر ہوا۔ یہ بدایوں کے بڑے صاحب باطن بزرگ ہیں [1]

جب حضرت جلال تبریزی بنگال پہنچے تو وہاں رشد و ہدایت کا ہنگامہ برپا کر خانقاہ اور مسجد تعمیر کی اور لنگر خانہ جاری کر دیا، بہت سے مسلمان حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خاص طور سے وہ ہندو اور بودھ جو نہایت پستی کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے حضرت تبریزی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۶۴۲ھ/۱۲۴۴ء میں بنگال میں انتقال ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ دیوتلہ (پنڈوہ) میں دفن ہوئے۔ دیوتلہ میں چلے اور لنگر خانہ کے آثار آج بھی موجود ہیں [2]

---

[1] خیال یہ ہے کہ یہ بزرگ بڑگوتی؟ قوم کے فرد تھے۔ ممکن ہے کہ ان ہی بزرگ کی تبلیغ و تحریک سے بدایوں کے دیہات کے بڑگوتی مسلمان ہوئے ہوں، خواجہ علی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو فوائد الفواد ص ۲۰۸، اخبار الاخیار ص ۴۳ تا ۴۵ و تذکرۃ الواصلین ص ۴۳ تا ۵۷۔

[2] ملاحظہ ہو عجائب الاسفار ابن بطوطہ (اردو ترجمہ از مولوی محمد حسین) ص ۳۵۸ تا ۳۶۱ ۱۹۱۷ء) و دعوت اسلام ص ۳۰۱۔

[3] جلال تبریزی کے متعلق ڈاکٹر عبدالرحیم نے ایک تحقیقی مضمون لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جولائی سنہ ۱۹۶۰ء ڈاکٹر عبدالکریم کا مضمون بھی دیکھئے جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء ان دونوں مضامین میں بتایا گیا ہے کہ ا

سہروردی سلسلہ کی فردوسی شاخ: شاخ کے مشائخ نے بہار کے علاقہ میں رشد و ہدایت کے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اس شاخ میں خواجہ بدرالدین فردوسیؒ (ف ۷۱۶ھ) ایسے شخص ہیں جو ہند پاکستان میں آئے اس سلسلہ کے درخشندہ ستارے شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (ف ۷۸۲ھ / ۱۳۸۰ء) ہیں، جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔[1]

سہروردی سلسلہ کے ان شیوخ کا جنہوں نے مشرقی علاقوں میں اپنا اثر ڈالا مختصر حال لکھنے کے بعد اب ہم سہروردی سلسلہ کے اول شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ کا مختصر ذکر کرتے ہیں جن کے خاندان سے مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور ان کے اب و جد نے فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔

بہاءالدین زکریا ملتانیؒ

شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ ۵۶۶ھ / ۱۱۷۲ء میں قصبہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے بارہ سال کے تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، خراسان اور بخارا میں علوم متداولہ کی تحقیق کی پھر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بغداد پہنچکر شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے حلقہ ارادت میں منسلک ہو گئے اور بہت قلیل عرصہ میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور مرشد کے حکم کے مطابق ملتان کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور حضرت زکریا ملتانیؒ کی بدولت سہروردی سلسلہ کی نشر و اشاعت اور ترویج و تبلیغ ہوئی، ہزار ہا اشخاص حلقہ ارادت میں منسلک ہوئے۔ اور بہت سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور مغربی پاکستان

---

[1] سلسلہ سہروردیہ فردوسیہ کے مفصل حالات معین الدین دردائی نے "تاریخ سلسلہ فردوسیہ" کے نام سے لکھے ہیں یہ کتاب بہار شریف (پٹنہ) سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی ہے۔

کے اکثر قبیلے حضرت زکریا ملتانیؒ کی تعلیم و تلقین سے مسلمان ہو گئے۔[1] شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے تربیت یافتہ درویشوں کی جماعتیں ملتان، سندھ اور اس کے گرد و نواح میں مسلسل دورے کرتیں اور اس سے بہت مفید نتائج نکلتے۔

سلطان شمس الدین التتمش اور بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے بہت اچھے تعلقات تھے، اوچ و ملتان میں اگرچہ اس وقت ناصر الدین قباچہ کی حکومت تھی مگر شیخ زکریا ملتانیؒ، سلطان التتمش سے ہمدردی رکھتے تھے اور انہوں نے کھل کر التتمش کا ساتھ دیا، قباچہ کے استیصال کے بعد یہ تعلقات اور بھی استوار ہو گئے۔ التتمش نے شیخ زکریا ملتانیؒ کو شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کیا۔[2] ۶۶۵ھ ۱۲۶۶ء میں اس عظیم المرتبت صوفی شیخ کا ملتان میں وصال ہوا۔[3] مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے جد امجد حضرت جلال سرخ بخاریؒ، شیخ زکریا ملتانیؒ کے مشہور خلفاء میں ہیں۔

لہ دعوت اسلام ص ۳۰۰ .. سلہ ملتان کے سہروردی مشائخ کے سلاطین سے تعلقات اور ان کی سیاسی سرگرمیوں پر پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ایک مفصل تحقیقی مقالہ لکھا ہے، جو میڈیول انڈیا کوارٹرلی، علی گڑھ جلد سوم شمارہ نمبر اول و دوم میں شائع ہوا ہے۔
سلہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مفصل حالات مولانا نور احمد خاں فریدی نے بڑے دلچسپ انداز میں تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے نام سے لکھے ہیں جو ۱۹۵۴ء میں قصر الادب جگووالہ (ضلع ملتان) سے شائع ہوا ہے۔

صدرالدین عارفؒ

صدرالدین عارف ۶۲۱ھ (۱۲۲۴ء) میں پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ زکریا ملتانی کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے اسی لئے عارف مشہور ہوگئے[1]۔ اپنے والد حضرت بہاءالدین زکریا ملتانیؒ کے وصال کے بعد رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے[2]۔ ترکہ میں سات لاکھ درہم نقد ملے تھے مگر سخاوت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ایک ہی دن میں ساری دولت فقراء و مساکین میں تقسیم کردی[3]۔ مگر اس جود و سخا کے باوجود ان کے یہاں دولت کی فراوانی تھی۔ ایک مرتبہ شیخ رکن الدین فردوسیؒ (ف ۶۲۱ھ / ۱۲۲۴ء) ملتان پہنچے اور حضرت صدرالدین عارفؒ کے مہمان ہوئے تو ایسا پر تکلف دسترخوان بچھایا جیسا کہ بادشاہوں کے یہاں ہوا کرتا ہے۔ حضرت شیخ عارف کے آگے طرح طرح کے کھانے اور حلوے تھے[4]۔

شیخ عارف مسند رشد و ہدایت کے صدر نشین ہونے کے ساتھ ساتھ مسند درس کو بھی زینت بخشتے تھے، ہر مبتدی و منتہی کو درس دیتے تھے۔ یہاں تک کہ صرف و نحو کے طلباء کو بھی محروم نہ فرماتے تھے۔ تصریف عبدولی شیخ عارف کی تصنیف ہے[5]۔ شیخ

---

[1] سیر العارفین از حامد بن فضل اللہ جمالی ص ۱۲۸ (مطبع رضوی دہلی ۱۳۱۱ھ)
[2] شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں کہ غالباً ہندوستان میں موروثی سجادہ نشینی کی یہ پہلی اہم رسم ہے جس پر بعد میں اچ کے بخاری پیروں نے بھی عمل کیا (آب کوثر ص ۳۰)
[3] سیر العارفین ص ۱۲۸ [4] بزم صوفیہ ص ۱۰۷ تا ۱۰۸۔
[5] تذکرہ صدرالدین عارف (جلد اول) از نور احمد خاں فریدی ص ۹۴ (قصر الادب۔ جگووالہ ۱۹۵۸ء)

محمد اکرام لکھتے ہیں[1] کہ ہندوستان کے مشائخ میں سب سے پہلے آپ تھے جنہیں شیخ ابن العربی کے تعلیمات اور تصنیفات کے متعلق شیخ فخر الدین عراقی (ف ۶۸۸ھ / ۱۲۸۹ء) کے ذریعے معلومات ہوئی۔ شیخ عراقی شیخ عارف کے بہنوئی اور حضرت زکریا ملتانی کے مرید خاص تھے[2]۔ حضرت عارف کے زمانے میں سہروردیہ بہائیہ سلسلے کی وسعت سندھ ملتان سے شمالی ہند تک پہنچ گئی۔ بدایوں میں شیخ حسام الدین معروف بہ جمال ملتانی (ف ۶۸۷ھ / ۱۲۸۸ء) مشہور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ جو شیخ عارف کے خلیفہ تھے[3]۔ بدایوں میں حضرت عارف کے ایک دوسرے مرید و خلیفہ شیخ احمد معشوق (ف ۷۲۳ھ / ۱۳۲۳ء) بھی کچھ دنوں رہے تھے[4]۔ ۷۰۹ھ / ۱۳۰۹ء میں صدر الدین عارف کا انتقال ہوا ان کے ملفوظات کنوز الفوائد کے نام سے ان کے مرید ضیاء الدین نے جمع کئے تھے۔ شیخ عارف کے خلفاء میں اوچ کی دو ممتاز شخصیتیں احمد کبیر (والد ماجد مخدوم جہانیاں جہاں گشت) اور شیخ جمال ہیں، جن کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

شیخ رکن الدین ابو الفتح رح

شیخ رکن الدین ابو الفتح ۶۴۹ھ / ۱۲۵۱ء میں پیدا ہوئے وہ اپنے جد امجد کے براہ راست مرید اور اپنے والد

---

[1] آب کوثر ص ۳۰۲ و سیر العارفین ص ۱۳۹ تا ۱۴۰

[2] شیخ عراقی کے حالات کے لئے دیکھئے بزم صوفیاء ص ۱۵۲ تا ۱۷۰

[3] حاجی جمال ملتانی کے حالات کے لئے دیکھئے اخبار الاخیار ص ۸۷، سیر العارفین ص ۱۳۸ تا ۱۳۹ تذکرۃ الواصلین ص ۳۷ تا ۴۰۔ [4] شیخ احمد معشوق کے لئے دیکھئے فوائد الفواد ص ۲۰۹ و سیر العارفین ص ۱۲۹ تا ۱۳۰ و تجلیات اولیائے سہروردیہ از مولانا ضیاء القادری بدایونی ص ۳۷ (مشمولہ آستانہ زکریا ملتان جنوری ۱۹۵۸ء)

شیخ صدر الدین عارف کے خلیفہ تھے انہیں اپنے زمانہ میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ سلطان علاء الدین خلجی ان کا بڑا معتقد تھا۔ حضرت اس کی زندگی میں دو مرتبہ دہلی گئے سلطان نے بڑی عقیدت سے استقبال کیا اور رخصت کے وقت کئی لاکھ تنکے نذر کئے، مگر انہوں نے سب مستحقین و فقراء میں تقسیم کر دئے۔ قطب الدین مبارک شاہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے خصومت رکھتا تھا اس لئے اس نے حضرت رکن الدین ملتانی کو دہلی بلایا اور چاہا کہ شیخ دہلی میں قیام کریں۔ جب حضرت شیخ ملتانیؒ دہلی پہنچے تو حضرت شیخ المشائخ نے ان کا استقبال کیا اور یہ شیخین السعیدین آپس میں بڑے خلوص و محبت سے ملے[1] بادشاہ نے حضرت ملتانی سے ملاقات کے دوران میں پوچھا کہ سب سے پہلے آپ کا کس نے استقبال کیا تو فرمایا کہ[2]

"کسے کہ بہترین اہل شہر است" جب ملتان میں کشلو خاں نے بغاوت کی اور محمد تغلق نے اس کو شکست دیکر اہل ملتان کے خون کی ندیاں بہانے کا حکم دیا۔ اور اس پر عمل بھی شروع ہو گیا، تو حضرت رکن الدین ابوالفتحؒ ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس سفارش کے لئے گئے اور اہل شہر کو معافی دلائی۔ عصامی لکھتے ہیں[3]:

"کے آتشے کینہ را بر فروخت ؛ وزاں آتش اقصائے ملتان بسوخت
چو بشنید در شہر طوفان خون ؛ برہنہ سر و پائے آمد برون
کشادہ زبان شفاعت گری ؛ ہمی گفت شاہا! جہاں پروری"

---

[1] حضرت شیخ رکن الدین سے سلاطین دہلی کے تعلقات کے سلسلے میں ملاحظہ ہو بزم صوفیاء ص ۲۶۲ تا ۲۷۳ [2] سیر الاولیاء ص ۱۳۶

[3] فتوح السلاطین ص ۴۴۳

برائے گناہ نزد اہلِ صفا ؛ پسندیدہ تربت عفواز جزا
چوں بشنید آں شاہ آفاق گیر ؛ شد از شیخ مشفق شفاعت پذیر

۷۳۵ھ (۱۳۳۵ء) میں حضرت کا وصال ہوا۔ ملتان میں حضرت رکن الدین کا عالیشان مقبرہ ہے جو دنیا کی مشہور ترین عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت کے کوئی اولاد نہ تھی خلفاء میں شیخ وجیہہ الدین سنامی[1] (ف ۷۳۸ھ ۱۳۳۸ء) حمید الدین حاکم[2] اور حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت وغیرہ مشہور ہیں، آخر الذکر وہ عظیم المرتبت شخصیت ہے کہ جس کے حالات یہاں ہمیں پیش کرنا مقصود ہیں۔

اوچ مرکز علم و عرفان

اوچ ایک قدیم تاریخی شہر ہے، جہاں سکندر اعظم تک کے قدم پہنچے ہیں[3]۔ ہندوؤں کے زمانہ میں یہ شہر مرکزی حیثیت کا مالک تھا اور مسلمانوں کے ابتدائی دورِ حکومت میں بھی اس کو نہایت عروج ہوا۔ غزنوی عہد میں اوچ میں ایک نامور بزرگ شیخ صفی الدین گازرونی پہنچے، وہ

---

[1] شیخ وجیہہ الدین سنامی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۱۳۱، سیر العارفین ص ۱۴۵ تا ۱۴۶ و تذکرہ شیخ رکن عالم مرتبہ از مولانا نور احمد خاں فریدی ص ۲۴۳۔
(قصر الادب، مگھو والہ ۱۹۶۱ء)

[2] حمید الدین حاکم کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از مولوی غلام دستگیر نامی ص ۳۴، تا ۱۴ (لاہور ۱۹۶۰ء) نیز تذکرۂ حمیدیہ از شیخ شہر اللہ بن رحمت اللہ لانگاہ ملتانی (اردو ترجمہ از مولوی غلام دستگیر نامی) مطبوعہ لاہور ۱۳۷۸ھ ۱۹۵۹ء

[3] دی اینشینٹ جاگرفی آف انڈیا از الیگزینڈر کننگھم ص ۲۴۲ تا ۲۴۳ (لندن ۱۸۷۱ء)

مشہور صوفی بزرگ خواجہ ابواسحٰق گازرونی کے مرید اور بھانجے تھے۔ صفی الدین گازرونی نے ۳۹۸ھ (۱۰۰۸ء) میں وصال فرمایا[2] یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اوچ میں مدرسہ اور خانقاہ قایم کی اور وہاں سے ہزاروں طالبان حق فیض حاصل کرتے تھے حضرت گازرونی نے اُچ کو بہت ترقی دی بہت سی عمارتیں بنوائیں[3]۔ اور بقول مؤلف تاریخ اوچ حضرت گازرونی کے مدرسہ میں ڈھائی ہزار طالب علم تعلیم پاتے تھے[4] حضرت گازرونی کی خانقاہ اوچ بخاری کے شمالی جانب محلہ خوجے میں واقع ہے اس کو میاں شاہ محمد خاں مدار المہام نے مرمت کرکے بربادی سے بچا لیا[5]۔ اس کے بعد اوچ کی سب سے زیادہ ترقی ناصر الدین کے عہد (۶۰۷ھ (۱۲۱۰ء) تا ۶۲۵ھ (۱۲۲۸ء)) میں ہوئی اس زمانے میں

---

[1] ابواسحٰق گازرونی بن شہریار۔ اپنے زمانے کے بڑے اجل شیخ ہیں، شیخ ابو علی حسین بن محمد فیروزآبادی سے علم تصوف حاصل کیا۔ علم حدیث میں بڑا درجہ رکھتے تھے، مکہ میں شیخ ابو الحسین علی بن عبداللہ کی زیارت کی تھی اور ان سے حدیث کی روایت کرتے ہیں ابواسحٰق گازرونی فارسی الاصل تھے ان کے والد مشرف بہ اسلام ہوئے تھے حضرت شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابواسحٰق گازرونی کے والد پارچہ بافی کیا کرتے تھے (فوائد الفواد ص ۲۰۸) ۴۲۶ھ میں انتقال ہوا (سفینۃ الاولیاء ص ۲۰۶ (ملاحظہ ہو نفحات الانس از شیخ عبدالرحمٰن جامی ص ۱۲۱ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۵ء) [2] مولوی حفیظ الرحمٰن نے تاریخ اوچ میں صفی الدین گازرونی کی ولادت ۳۵۳ھ اور اوچ میں آمد ۳۷۰ھ لکھی ہے (ص ۱۴۰) مگر مولوی حفیظ الرحمٰن نے ماخذ کا ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے صفی الدین گازرونی کے سنین اور حالات کہاں سے لئے ہیں [3] بلکہ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ بنائے بلدہ اچہ و عمارت از صفی الدین شدہ است (اخبار الاخیار ص ۲۰۵) [4] تاریخ اوچ ص ۶۹ [5] ایضاً ص ۱۴۰

یہ شہر علم و فضل کے اعتبار سے دلی کے ٹکر کا تھا۔ قاضی منہاج سراج نے اس شہر کو "حضرتِ اچہ" سے خطاب کیا ہے[1]۔ قباچہ کے عہد میں اچ میں بڑے بڑے علماء و فضلاء اور شعراء و حکماء، علم و حکمت اور شعر و ادب کی مجلس میں جمائے ہوئے تھے۔ تاتاریوں کی غارت گری اور دہشت انگیزی سے بھاگ بھاگ کر لوگ اچ پہنچتے تھے اور قباچہ کے انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے تھے[2]۔ طبقاتِ ناصری کے مولف قاضی منہاج سراج ۲۶ جمادی الاول ۶۲۴ھ /۱۲۲۷ء کو اچ پہنچے اور چھ ماہ بعد ماہ ذی الحجہ میں مشہور دارالعلوم "مدرسہ فیروزی" ان کے سپرد ہوا[3]۔ قباچہ کا وزیر عین الملک بھی علم دوست اور حکماء و فضلا کا قدر دان تھا۔ تذکرہ لباب الالباب کا مؤلف سدید الدین عوفی[4] اس معارف پرور وزیر کے الطاف و عنایات کا خاص طور پر معترف ہے۔

عوفی کا تذکرہ عین الملک کی سرپرستی میں لکھا گیا۔ عوفی کی دوسری تصنیف جوامع الحکایات و لوامع الروایات[5]، ناصر الدین قباچہ کی تحریک پر شروع ہوئی مگر اس کتاب کے مکمل ہونے سے پہلے ہی قباچہ کی کتاب حیات ختم ہو گئی، عوفی کی ایک کتاب

---

[1] طبقاتِ ناصری ص ۵۷ [2] ایضاً ص ۵۶ تا ۵۷

[3] ایضاً ص ۵۷ [4] مولف لباب الالباب کا نام بعض نے صدر الدین یا نور الدین بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۴۶)

[5] اس کتاب کا اردو ترجمہ و تلخیص انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے ۱۹۴۳ء میں شائع ہو چکا ہے، ترجمہ کے فرائض اختر شیرانی مرحوم نے انجام دئے ہیں۔

ماثر السلطان کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ناصر الدین قباچہ کے عہد میں پاکستان کی سب سے پہلی تاریخ چچ نامہ عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی اور وزیر عین الملک کے نام پر معنون کی گئی[1] اس کتاب کا مولف محمد بن علی بن حامد بن ابی بکر اپنے وطن کوفہ سے اوچ پہنچا اور اس نے اس کتاب کا عربی نسخہ مولانا کمال الدین سے حاصل کر کے فارسی میں منتقل کیا اصل کتاب ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ کی ترتیب و حواشی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے اردو اور سندھی زبان میں بھی اس کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

قباچہ کے عہد میں اوچ تعلیم و تدریس کا بڑا مرکز تھا۔ مدرسہ گازرونی اور مدرسہ فیروزی کا ذکر ہو چکا ہے۔ ناصر الدین قباچہ نے اس زمانے کے مشہور عالم قاضی قطب الدین کاشانی کے لئے ملتان میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا قاضی کاشانی ایسے عظیم المرتبت عالم تھے کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ان کے اقتداء میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے جب وہ دہلی پہنچے تو شمس الدین التمش نے ان کا بڑا اعزاز فرمایا[2] مولوی حفیظ الرحمن لکھتے ہیں کہ بعد میں قاضی کاشانی اوچ آگئے تھے اور یہاں پھر ان کے لئے مدرسہ تعمیر ہوا تھا[3] مگر یہ بات محل نظر ہے کیونکہ قطب الدین کاشانی دہلی کے بعد پھر ملتان ہی میں مقیم رہے اور ان کے مدرسہ میں طلباء مستعدین کا اجتماع ہو گیا ملتان ہی میں ان کا انتقال ہوا، دسویں صدی ہجری تک قلعہ (ملتان) میں ان کی قبر معلوم و مشہور تھی[4] ۶۲۵ھ / ۱۲۲۸ء میں ناصر الدین قباچہ شمس الدین التمش

---

[1] چچ نامہ ص ۶ - ۷ [2] فوائد الفواد ص ۱۹۱ تا ۱۹۲ [3] تاریخ اوچ ص ۱۴۴ تا ۱۴۵ [4] تذکرہ بہاء الدین زکریا ص ۱۲۸ - ۱۳۳ تاریخ اوچ کا بیان بھی غلط ہے کہ قطب الدین کاشانی کا انتقال اوچ میں ہوا اور جگ پورہ میں دفن ہوئے (تاریخ ص ۱۴۴ تا ۱۴۵)

سے شکست کھاکر دریائے سندھ میں غرق ہوگیا، اس کے بعد اوچ کی مرکزی حیثیت ختم ہوگئی اور مغلوں کے پیہم حملوں کی وجہ سے یہ شہر خاصا تباہ و برباد ہوا۔ ناصر الدین قباچہ کے عہد کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے زمانے میں اوچ کو سب سے زیادہ شہرت و عظمت حاصل ہوئی اور آج اوچ صرف ایک قصبہ کی صورت میں اپنے تلذار ماضی کا نوحہ خواں ہے[1]۔

حضرت جلال سرخ بخاریؒ

حضرت جلال سرخ بخاری[2]، مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے جد امجد اپنے دور کے نامور شیخ اور خاندان بخاری کے ممتاز فرد ہیں۔ یہ وہ شخص ہیں جن کو بخارا سے ہند۔ پاکستان آنے پر سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ پہلے ملتان پہنچے[3] اور پھر کچھ عرصہ بعد بھکر کا رخ کیا، وہاں کے ایک رئیس بدر الدین بن صدر الدین خطیب کی بیٹی سے عقد ہوگیا[4]۔ بدر الدین بھکری کے مزید حالات نہیں ملتے ابن بطوطہ ۷۳۴ھ/۱۳۳۳ء میں بھکر پہنچا ہے وہ بدر الدین اور ان کے

---

[1] اوچ ضلع بہاولپور (مغربی پاکستان) میں واقع ہے۔ اسٹیشن ڈیرہ نواب صاحب (احمد پور شرقیہ) سے اوچ کو بس جاتی ہے۔ یہ قصبہ تین حصوں اوچ بخاری اوچ گیلانی اور اوچ موغلاں پر مشتمل ہے۔

[2] یہ بزرگ مختلف القاب اور اسماء میر سرخ، شریف اللہ، ابو البرکات، ابو احمد، میر بزرگ، مخدوم اعظم، جلال اکبر اور عظیم اللہ کے نام سے بھی مشہور ہیں (خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۵۴)

[3] سیر العارفین ص ۱۵۵ و تحفۃ الکرام ص ۳۶۷ از میر علی شیر قانع ٹھٹوی (اردو ترجمہ از اختر رضوی، سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۹ء) مگر اخبار الاخیار میں ہے بخارا سے بھکر آئے (ص ۶۱)

[4] اخبار الاخیار ص ۶۱، خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۷ تا ۳۸ و تحفۃ الکرام ص ۳۶۷، ۳۸۹

خاندان یا اولاد و احفاد کا کوئی ذکر نہیں کرتا اس نے وہاں کے تین بزرگ یعنی امام عبداللہ شفعی، قاضی شہر ابو حلیفہ اور شیخ شمس الدین شیرازی کا ذکر کیا ہے[1] حضرت جلال سرخ بخارسے ملتان منتقل ہو گئے اور اس انتقال سکونت کی وجہ یہ تھی کہ بعض اہل قرابت اور برادری کے لوگوں سے نزاع ہو گیا۔[2]

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں[3]:-

نخستین از بخارا سر آمدہ بخانقاہ شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا اقامت گزید و کان ذلک فی سنۃ ست مائۃ و ثلثین خمس۔	بخارا سے نکل کر پہلے خانقاہ شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا میں مقیم ہوئے اور یہ واقعہ ۶۳۵ھ / ۱۲۳۷ء میں ہوا۔

حضرت بخاری تیس سال کامل اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا ملتانیؒ کے پاس مقیم رہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض و مستفید ہوئے۔

حضرت جلال بخاری علوم ظاہری میں ماہر ولی کامل اور مشہور سیاح معرفت تھے اور شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا ملتانیؒ کے یاران با صفا اور مریدان باوفا سے تھے۔ خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت فرماتے ہیں:

دادا دعاگو (مخدوم جہانیاں) کے حضرت جلال الدینؒ خلیفہ شیخ کبیر (بہاءالدین زکریا ملتانیؒ) کے تھے۔

---

[1] سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۸۲ [2] سیر العارفین ص ۱۵۵، اخبار الاخیار ص ۴۱، خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص ۳۵۲

[3] الفرع النامی من الاصل السامی از نواب صدیق حسن خاں ص ۴۳ مطبع صدیقی بھوپال (۱۳۰۸ھ)

تحفۃ الکرام میں تحریر ہے[1] کہ جس وقت حضرت جلال سرخ بھکر پہنچے تو اس وقت ان کے ہمراہ ان کے دو فرزند علی اور جعفر بھی تھے۔ خزینۃ الاصفیاء کی روایت[2] یہ ہے کہ یہ دونوں فرزند بخارا واپس چلے گئے اور پھر کبھی ہند پاکستان نہیں آئے ممکن ہے ان کی واپسی میں آپس کے نزاع کو بھی دخل ہو جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ ایک مرتبہ جلال سرخ بخاری اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی خانقاہ ملتان میں مقیم تھے ان دنوں گرمی کا موسم تھا سخت لو چل رہی تھی اس وقت ان کو بخارا کی برف یاد آئی حضرت شیخ الاسلام نے صفائے باطن سے معلوم کر لیا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ تھوڑی دیر میں ابر آیا، اولے پڑے اور حضرت جلال سرخ اپنی مراد کو پہنچے[3]۔

حضرت جلال سرخ اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے انتقال کے بعد کچھ دنوں اور ملتان میں رہے اور پھر اپنے مرشد زادہ شیخ صدرالدین عارفؒ کی اجازت و حکم سے اوچ میں سکونت پذیر ہوئے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت جلال سرخ کا اوچ میں آنا جانا ان کے مرشد کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا مگر وہاں مستقل سکونت حضرت عارف کی اجازت سے اختیار کی حضرت مخدوم فرماتے ہیں[4]

مو شیخ کبیر بہاء الحق والدین نے دعا گو کے دادا کو بعد تیس برس کے اوچ کی طرف بھیجا بعد وفات شیخ کبیر کے شیخ صدرالدین نے چند نشانہ رکھا

۱؎ تحفۃ الکرام ص ۲؎ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم

۳؎ تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۷۵۷

۴؎ الدر المنظوم ص ۶۷ تا ۶۸

بعد اس کے اجازت دی کہ اچہ میں ساکن ہو۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کا وصال ۶۶۱ھ میں ہوا اور اس کے کچھ مدت بعد حضرت جلال سرخ اوچ میں پہنچے۔ مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں[1] کہ ۶۴۳ھ میں حضرت جلال سرخ اوچ پہنچکر سکونت پذیر ہوئے اس وقت اس مقام کا نام دیوگڑھ تھا۔ اور یہاں کا راجہ دیو سنگھ تھا وہ حضرت کے رعب سے بھاگ گیا اور اس مقام کا نام اوچ ہو گیا۔ شیخ محمد اکرم صاحب نے بھی اس بیان کو نقل کر لیا ہے[2]۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں اس شہر کا نام "اچہ" طبقات ناصری اور عوفی کے تذکرہ لباب الالباب اور چچ نامہ میں مذکور ہے اور قباچہ کی حکومت کے بعد التمش کی حکومت میں آیا لہٰذا کسی راجہ کا یہاں قابض ہونا بھی تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔

حضرت جلال سرخ نے اوچ میں قیام کے بعد اصلاح و تبلیغ کا کام پوری مستعدی کے ساتھ شروع کر دیا۔ علاقہ اوچ کی اقوام چدھر، ٹھہر اور سیال وغیرہ نے حضرت کی ہدایت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا[3]۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں[4]:

ہزارہا مخلوق خدا را بہدایت ہادی حقیقی براہ راست آوردہ شہر جھنگ سیالاں کہ در پنجاب مشہور و معروف است بنا فرمود۔	ہزارہا مخلوق خدا کو اللہ تعالےٰ کی ہدایت سے راہ راست پر لائے اور شہر جھنگ سیالاں کی جو پنجاب میں مشہور و معروف ہے بنیاد ڈالی۔

اس علاقہ کا ایک راجا گھلو بھی حضرت جلال سرخ کے دست حق پرست پر مسلمان

---

[1] تاریخ اوچ ص ۹۵
[2] آب کوثر ص ۳۰۹
[3] تاریخ اوچ ص ۹۸
[4] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۶

ہوا جس کی اولاد دھکڑ، گھلوان، اوباڑے، جھنڈ میانی، بیٹو وہی ہیں۔ چیتالہ، خانواہ، ملک پور، صبراہ، کرم علی والا اور سعد اللہ پور (ضلع ملتان) کے مواضعات میں پھیلی ہوئی ہے[1]۔

تقریباً بچانوے سال کی عمر میں ۱۹ رجمادی الاول مطابق ۲ مئی ۶۹۰ھ کو حضرت جلال سرخ بخاری کا وصال ہوا اور سن وصال لفظ "مخدوم" سے برآمد ہوتا ہے[2]۔ اس زمانے میں اوچ ایک وسیع قصبہ تھا اور حضرت جلال سرخ کا قیام اس موقع پر تھا جو موجودہ اوچ سے چھ کوس کے فاصلہ پر جناب رسول پور کے نام سے مشہور ہے اور وہیں پر دفن ہوئے مگر دریا کی طغیانی کی وجہ سے حضرت جلال سرخ کی خاک پاک کو اس موقع پر منتقل کیا گیا جو سیونک بیلا کہلاتی ہے، یہاں بھی دریا کی طغیانی نے مزار پر حملہ کیا پھر یہاں سے دوبارہ خاک کو نکال کر صدر الدین راجو قتال (وفات ۸۲۷ھ ۱۴۲۴ء) کے مزار کے متصل دفن کیا گیا پھر مخدوم حامد نوبہار اول نے ۱۰۲۶ھ ۱۶۱۷ء میں یہ ارادہ کیا کہ حضرت کی خاک پاک کو راجو قتال کے مقبرے سے نکال کر علیحدہ دفن کیا جائے، اس سلسلے میں جنگ وجدل تک نوبت پہنچی چوتھی مرتبہ حضرت جلال سرخ کی خاک پاک یہاں سے نکال کر اس موقعہ پر دفن کی گئی جہاں اب مزار ہے[3]۔

حضرت کے مقبرہ کی موجودہ عمارت کو ۱۲۶۱ھ ۱۸۴۵ء میں نواب بہاول خاں ثالث رئیس بہاول پور نے نہایت پائیدار صورت میں بنوایا، مقبرہ کے احاطہ میں ایک کنواں اور

---

[1] تذکرہ صدر الدین عارف ص ۱۷۱

[2] تعجب ہے کہ مولوی نور احمد خاں فریدی مولف تذکرہ صدر الدین عارف نے حضرت جلال سرخ کی تاریخ وفات ۶۸۵ھ لکھ دی ہے جو قطعاً غلط ہے۔ (تذکرہ صدر الدین عارف ص ۱۷۱)

[3] ملاحظہ ہو تاریخ اوچ ص ۹۷ تا ۹۸

الاب بھی کھدوایا پھر ۱۳۰۰ھ میں نواب صادق محمد خاں رابع نے اس کی مرمت اور شکست
ولصورتی کا مزید اہتمام کیا مقبرے کے دروازے پر یہ رباعی درج ہے۔[1]

یارب بہ رسالت رسول الثقلین ؛ یارب بغزا کنندۂ بدر و حنین
عصیان مرا دو حصہ کن در عرصات ؛ نیمے بہ حسن بخش و نیمے بہ حسین

احمد کبیر سہروردیؒ

حضرت جلال سرخ بخاری کے دو فرزند علی و جعفر جو ان کے ہمراہ بخارا سے آئے تھے وہ کچھ دنوں ہندپاکستان میں
بخارا واپس چلے گئے[2] اور بدرالدین بھکری کی دو صاحبزادیوں سے جو حضرت جلال
رخ کے سلسلہ ازدواج میں یکے بعد دیگرے آئیں تین فرزند پیدا ہوئے[3]، پہلی
زادی سے بہاء الدین اور محمد غوث اور دوسری بیوی سے احمد کبیر پیدا ہوئے جو
رت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے والد ماجد ہیں[4]۔

احمد کبیر، صدر الدین عارف کے مرید و خلیفہ ہیں، بڑے عارف، ذاکر اور صاحب
ت بزرگ تھے کشف و کرامات کا اخفاء فرمایا کرتے تھے[5] ہر وقت خشیت الٰہی کا غلبہ

ایضاً [2] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۸۴ مگر نواب صدیق حسن خاں نے التفرج
ی (ص ۴۰) میں لکھا ہے کہ علی اپنے والد کے پاس سندھ میں رہ گئے اس کا حوالہ معلوم نہ
سکا۔ [3] سیر العارفین ص ۱۵۵، خزینۃ الاصفیاء ص ۲۸۴ و تاریخ فرشتہ جلد دوم
دا ایڈیشن) ص ۴۲۴ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۳۳ء)
احمد کبیر کے سن ولادت کا تعین نہیں ہو سکا، مگر جو مواد پیش نظر ہے اس سے اندازہ ہوتا
کہ وہ اپنے والد جلال سرخ (ف ۶۹۰ھ) کے آخر زمانے میں پیدا ہوتے تھے۔
، الدر المنظوم ص ۳۰۴۔

رہتا تھا حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ وہ کسی وقت خوف کی وجہ سے بستر پر نہیں سوتے تھے، سردی اور گرمی میں صرف ایک کپڑا اوڑھ لیا کرتے تھے روزانہ معہ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے ایک دن میں اور دو سرا رات میں، قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے جس وقت احمد کبیر کوئی آیت تلاوت فرماتے تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا سینۂ مبارک سے نعرے نکل رہے ہیں[۳]

حضرت صدر الدین عارفؒ کے خلیفہ اور سلسلہ سہروردیہ کے نامور بزرگ شیخ جمال خنداں روؒ بھی حضرت احمد کبیر کی حفاظت اور رعایت فرماتے تھے، حضرت مخدوم سے روایت ہے کہ ایک موقع پر شیخ جمال نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جلال بخاری نے کہا تھا کہ میرا فرزند احمد کبیر بڑا باشوق اور عشق الٰہی میں سرشار ہوگا تم اس کی حفاظت کرنا لہٰذا میں اس رعایت کو ملحوظ رکھتا ہوں[۴] خود احمد کبیر ابتداءً حضرت شیخ جمالؒ کا کچھ زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے ایک مرتبہ حضرت رکن الدین ابو الفتحؒ نے حضرت مخدوم کے ذریعہ پیغام بھیجا تو احمد کبیر فوراً حضرت جمال خنداں رو کی خدمت میں پہنچے اور قدم بوس ہوئے اور پھر آئندہ کبھی بے اعتنائی کا اظہار نہیں کیا[۵] حضرت احمد کبیر پر غلبہ اور کشف کا یہ عالم ہوتا تھا کہ فرض اور نفل نماز میں بھی نعرہ مارتے اور زار زار روتے تھے

---

[۱] الدر المنظوم ص ۲۳۸
[۲] ایضاً ص ۴۶ ۵
[۳] ایضاً ۵۵۰ تا ۵۵۱
[۴] ایضاً ص ۵۵۱
[۵] ایضاً ص ۵۵۰

اس زمانہ میں اوچ میں تین خانقاہیں تھیں :-

۱۔ خانقاہ شیخ جمال خنداں رو

۲۔ گازرونیوں کی خانقاہ اور

۳۔ حضرت احمد کبیر سہروردی کی خانقاہ ، احمد کبیر کی خانقاہ میں دور و نزدیک کے اکثر مسافر، مشائخ اور سیاح آکر مقیم ہوا کرتے تھے[۱]

حضرت احمد کبیر کا اوچ میں انتقال ہوا حضرت مخدوم انتقال کی کیفیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ[۲]

"جس رات میرے والد کا انتقال ہوا میں اس رات موجود تھا، اس روز عشاء کی نماز وقت مستحب میں نہ پڑھ سکے، جب آدھی رات ہوئی تو مجھے بلایا، وضو کیا اور نماز عشاء ادا کی اور ویسے ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے جان بحق تسلیم کی"

حضرت احمد کبیر کا سن وصال بھی معلوم نہ ہو سکا مگر ۷۱۴ھ/۱۳۱۴ء کے کئی سال بعد ضرور انتقال ہوا[۳] مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں کہ حضرت جلال سرخ بخاری کے مزار کے بالکل متصل ان کے فرزند احمد کبیر کا مزار ہے، خود ہی مؤلف مذکور نے بڑی صراحت سے لکھا ہے کہ حضرت جلال سرخ کا جہاں آج کل مزار ہے وہاں حضرت کی خاک پاک ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء میں چوتھی مرتبہ منتقل

۱۔ الدر المنظوم ص ۳۱۰ و ۳۰۳ ۲۔ ایضاً ۵۹۷

۳۔ الدر المنظوم میں ہے کہ سات سال کی عمر میں احمد کبیر اپنے فرزند مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو شیخ جمال اچی کی خدمت میں لے گئے تھے (سیر العارفین ص ۱۵۶ و تاریخ فرشتہ (۱۳۰۳ / ۲۵۸۶) اور پھر اس کے بعد ابتدائی تعلیم اچ میں حاصل کر کے حضرت مخدوم جہانیاں ملتان گئے اور وہاں سے تحصیل علم کر کے اچ آئے تو ان کے والد زندہ تھے (الدر المنظوم ص ۷

کی گئی تھی۔ لہذا حضرت احمد کبیر کا مزار اس کے متصل ہونا صحیح نہیں[1]

حضرت احمد کبیر کے بہت سے مرید تھے ان کے خلفاء میں شیخ جلال مجرد سلہٹی خاص طور سے مشہور ہیں جنہوں نے بنگال و سلہٹ میں اسلام کی شمع روشن کی اور ان کی کوششوں سے اس دور دراز کفرستان میں شجر اسلام بار آور ہوا۔ مشہور ہے کہ وہ احمد کبیر کے بھانجے تھے زمانہ حال کے بعض مورخین کا خیال ہے کہ کامروپ میں ابن بطوطہ شیخ جلال مجرد سلہٹی سے ملا تھا[2]

شیخ جمال خنداں رو

شیخ جمال نامور محدث، متبحر عالم اور صاحب نسبت درویش اور صدر الدین عارف کے خلیفہ تھے شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے بچپن ہی میں ان کی جبین منور سے ان کے علم و فضل اور صلاح و تقویٰ کا اندازہ لگایا تھا، اور حضرت عارف کو وصیت فرمائی تھی کہ جب جمال اچی تمہارے پاس پہنچیں تو خاص طریقے سے تعلیم و تربیت فرمانا اور لطف تبرکات وآثار ان کے سپرد کر دینا چنانچہ اسی طرح عمل میں آیا[3]

شیخ جمال محدث اپنے مرشد کے حضور سے باطنی نعمتوں سے مالا مال ہو کر اچ کو آپ آئے اور یہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی مدرسہ میں خود حدیث کا درس دیتے

---

[1] تاریخ اوچ ص ۹۷ تا ۹۸ و ۱۴۰ تا ۱۴۱ [2] شیخ جلال سلہٹی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ صدر الدین عارف ص ۱۷۴ تا ۱۸۹، آب کوثر ص ۳۵۵ تا ۳۶۹، جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) جولائی ۱۹۶۰ء و اکتوبر ۱۹۶۰ء۔ [3] تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شیخ جمال حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے (اردو ایڈیشن ص ۶۸۵)

[4] سیر العارفین ص ۱۲۹ و خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۶ تا ۲۰۔

تھے، حضرت مخدوم جہانیاں نے شیخ جمال محدث سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی شیخ جمال محدث کی خانقاہ اوچ کی مشہور خانقاہ تھی[1] وہ بڑے حلیم، بردبار اور صاحب اخلاق درویش اور عالم تھے، ایک مرتبہ قلندروں نے ان کے ساتھ زیادتی کی مگر انہوں نے حلم و استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا[2] ظاہر میں مخلوق کے ساتھ بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور باطن میں خالق سے انس و رغبت رکھتے تھے[3] آخر زمانے میں ان کے مدرسے اور خانقاہ کے لئے بادشاہ وقت کی طرف سے معافی و وظیفہ بھی مقرر ہو گیا تھا۔ شیخ جمال محدث کی شہرت حدود ہند پاکستان سے باہر دنیائے اسلام میں بھی تھی اور وہاں کے اکابر علماء و مشائخ ان سے متعارف تھے[4]

شیخ جمال محدث اتباع سنت کا بڑا خیال رکھتے تھے اسی لئے ہمیشہ موٹا کپڑا زیب تن فرماتے تھے، بازار سے ایک تنکہ کی چادر منگواتے اور اس میں تینوں کپڑے پگڑی، کرتہ اور ازار بنا لیتے تھے[5]

شیخ جمال خنداں رو اُچی کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے ۶۷۶ھ ۱۲۷۷ء[6] اور مولوی حفیظ الرحمٰن بہاولپوری اور مولانا نور احمد خاں فریدی نے ۷۰۰ھ ۱۳۰۱ء تحریر کیا ہے[7] جو صریحاً غلط ہے اس لئے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۴۴ [2] ایضاً ص ۳۰۳ تا ۳۴۴ و ۳۲۲ و ۳۲۹
[3] ایضاً ۳۰۴ تا ۳۰۴ [4] ایضاً
[5] ایضاً ص ۱۵ او ۲۷۶ [6] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۷
[7] تاریخ اوچ ص ۱۴۹ و تذکرہ صدر الدین عارف ص ۵۵

گشت کی پیدائش ۷۰۸ھ/۱۳۰۸ء تمام تذکرہ نویسوں اور مورخین کے نزدیک مسلمہ ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں سب سے پہلے شیخ جمال خنداں رو کی خدمت میں سات سال کی عمر یعنی ۷۱۴ھ/۱۳۱۴ء میں حاضر ہوئے اس کے بعد ان کی خدمت میں ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی لہذا ہمارا خیال ہے کہ جمال خنداں رو کا انتقال آٹھویں صدی کے ربع اول کے اختتام میں ہوا ہے۔ صحیح سال وفات کا تعین دشوار ہے۔ شیخ جمال کا مزار اوچ میں موقلہ میں ہے[1] اسی وجہ سے اس حصے کو اوچ جمالی بھی کہتے ہیں۔

شیخ جمال خنداں رو کے بعد ان کے جانشین ان کے عالم و فاضل فرزند شیخ رضی الدین گنج علم ہوئے ان کو ظاہری علم و فضل کے ساتھ نعمت باطنی سے بھی بہرہ وافر ملا تھا۔ حضرت گنج علم نے اپنے والد کے بعد مدرسہ اور خانقاہ کا عجب انتظام کیا۔ ذکر کرام میں تحریر ہے کہ شیخ رضی الدین گنج علم ۶۶۷ھ/۱۲۶۸ء میں پیدا ہوئے اور ۷۶۸ھ/۱۳۶۸ء میں انتقال ہوا[2]

شیخ جمال الدین خنداں رو کا خاندان علم و فضل کے اعتبار سے ہمیشہ ممتاز رہا حضرت خود مخدوم جہانیاں کے استاد تھے اس کے بعد ان کے خاندان کو بخاری مخادیم کی اتالیقی کی عزت برابر حاصل رہی۔ مولوی حفیظ الرحمٰن اپنی ۱۹۳۱ء کی تالیف "تاریخ اوچ" میں لکھتے ہیں کہ آج تک یہ رسم ہے کہ جب بخاری سجادہ نشین کے گھر میں فرزند پیدا ہوتا ہے تو شیخ جمال الدین کی خانقاہ پر ایک گھوڑا بطور نذر کے تحفہ دیا کرتے ہیں[3]

---

[1] تاریخ اوچ ص ۱۴۹

[2] ذکر کرام از مولوی حفیظ الرحمٰن ص ۸۵ تا ۸۶ (بہاولپور ۱۹۳۸ء)

[3] تاریخ اوچ ص ۱۵۰۔

باب سوم

مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

آں گوہرِ معدن سیادت ؔ سلطان سرادق سعادت
آں حامیٔ دین سلالہ پاک ؔ فرزند نبی خاص لولاک
بانیٔ شریعت و طریقت ؔ استاد مشائخ حقیقت
اندر پئے مصطفیٰ در اسلام از نقش نہادہ گام بر گام
سیاح جہاں براہ دینی ؔ برداشتہ توشہ یقینی
ہم سائر بیت حج اکبر ؔ ہم زائر روضہ پیمبر
آمد ز خدا بفتح بابش ؔ مخدوم جہانیاں خطابش
او صدر مشائخ حوالیت ؔ در خدمت او دل جمالیت[1]

پیدائش | مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی ولادت باسعادت ۱۴ شعبان المعظم ۷۰۷ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۳۰۸ء بروز جمعرات کو اچ میں ہوئی[2]

۱؎ سیر العارفین ص ۱۵۵ ۲؎ لطائف اشرفی جلد اول از نظام یمنی ص ۳۹۳ (مطبوعہ نصرت المطابع دہلی ۱۲۹۹ھ ۱۸۹۱-۲ء) الدر المنظوم ص ۲۳، اخبار الاخیار ص ۱۴۳، سفینۃ الاولیاء ص ۱۵۴، آئین اکبری جلد دوم ص ۲۱۱

حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ خانقاہ میں ایک مقام پہ لفظ "خادم بنی" لکھا ہے جس سے ۷۰۷ھ برآمد ہوتے ہیں اور یہی سال پیدائش ہے[1] مفتی غلام سرور لاہوری نے اس لفظ کو یوں منظوم کیا ہے:۔

میر کامل ولی جلال الدین ؛ قرۂ دیدۂ علی آمد
سال تولید آں شہ مخدوم ؛ از دلم "خادم نبی" آمد

مخدوم کی جبین مبارک سے بچپن ہی میں رشد و ہدایت کے انوار ظاہر تھے۔ حضرت جہانگیر اشرف سمنانی سے منقول ہے کہ حضرت مخدوم کی پیدائش کے بعد ان کے والد ماجد حضرت کو شیخ جمال خنداں رو کی خدمت میں لے گئے اور ان کے قدم مبارک پر ڈال دیا۔ حضرت شیخ جمال خنداں رو نے فرمایا کہ اس فرزند کی بزرگی و عظمت دنیا میں ایسی ہوگی جیسی بدر کی رات (شب برات) کی ہے[1]

قاضی شمس الدین ملتانی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم سے ان کے والد ماجد نے پوچھا کہ تمہیں اپنی ولادت کے متعلق کچھ یاد ہے؟ تو حضرت اپنے والد کے حضور میں خاموش رہے، مگر جب ان کے پاس سے باہر آئے تو میری طرف رخ کیا اور فرمایا کہ وہ عورت کہ جس نے چھٹے روز مجھے دودھ پلایا اور کپڑے پہنائے میں اس کو پہچانتا ہوں[2]

اسم ولقب حضرت مخدوم جہانیاں کا نام نامی ان کے جد امجد کے اسم گرامی پر جلال الدین[3] رکھا گیا[4] لیکن عام طور پر "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کے نام سے

۱؎ تاریخ اوچ ص ۱۰۵ ۲؎ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۳، ۵۷ ، لطائف اشرفی ص ۳۹۲

۳؎ سیر العارفین ص ۱۲۲ ۴؎ ہندو پاکستان میں حضرت مخدوم کے خاندان کا سلسلہ ان کے ان جد بزرگوار جلال الدین معروف بہ جلال سرخ سے شروع ہوتا ہے۔ آخری دور کے تذکروں میں مذکور ہے کہ حضرت مخدوم کا شجرہ نسب دس واسطوں سے حضرت امام علی نقی سے ملتا ہے لیکن سیر العارفین، اخبار الاخیار اور آپ کے ملفوظات میں اس چیز کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ اس روایت کا اولین آخذ تاریخ فرشتہ ہے۔ بعد کے مولفین نے یہ روایت وہیں سے نقل کی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہر شجرہ میں ناموں اور ان کی تعداد میں

۵؎ لطائف اشرفی ص ۳۵۲، سیر العارفین ص ۱۵۵، تاریخ فرشتہ (اردو ترجمہ) ص ۷۲۵، ... جلد دوم ص ۳۱۱۔

معروف ہیں۔ مخدوم جہانیاں" لقب ہے جو ان کو بطور عیدی کے اپنے سلسلہ کے مشائخ عظام سے ملا ہے۔

حضرت مخدوم ایک مرتبہ شب عید میں حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مقبرہ میں مشغول تھے اور ان سے عیدی مانگ رہے تھے تو وہاں سے جواب ملا کہ تم یہ "مخدوم جہانیاں" ہو اور حضرت صدر الدین عارفؒ کے یہاں سے بھی یہی خوش خبری ملی اور حضرت رکن الدین ابو الفتحؒ کے مقبرے پر حاضر ہوئے تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ جب حضرت مخدوم واپس آئے تو جو شخص دیکھتا تھا یہی کہتا تھا کہ "مخدوم جہانیاں" آرہے ہیں[1]۔ حضرت مخدوم نے سیر وسیاحت خوب فرمائی تھی۔ اس لئے "جہاں گشت" مشہور ہوئے۔

عہد طفلی

حضرت مخدوم کی پرورش بہت ناز ونعم کے ساتھ ہوئی، ان کے عہد طفلی کا ایک واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے مزاج میں ادب وشائستگی کو کس قدر دخل تھا۔ حضرت کی عمر سات سال کی تھی کہ ان کے والد احمد کبیر اُچ کے مشہور عالم وشیخ حضرت جمال خنداں روکی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت مخدوم کو ساتھ لے گئے۔ حضرت شیخ نے اس موقع پر حاضرین کے سامنے کچھ خرمے پیش کئے چنانچہ حضرت مخدوم کے حصے میں بھی آئے جن کو انہوں نے مع گٹھلیوں کے کھا لیا، حضرت شیخ نے مسکراتے ہوئے پوچھا کہ خرموں کو مع گٹھلیوں کے کیوں کھا گئے۔ حضرت مخدوم نے نہایت ادب سے جواب دیا کہ حضرت کے ہاتھ سے ملے ہوئے خرموں کی گٹھلیاں پھینکنی مناسب نہیں حضرت مخدوم کی یہ گفتگو حضرت شیخ کو بہت پسند آئی انہوں نے فرمایا کہ ۔۔

---

[1] سیر العارفین ص ۱۵۷ تا ۱۵۸ وتاریخ فرشتہ (اردو ایڈیشن) ص ۶۸۶

بابا آرے! شما پسرانید کہ مدد مان خویش منفرد خواہد ساخت و ہم خاندان مشائخ۔	بابا ہاں! تم وہ صاحبزادے ہو کہ اپنے خاندان اور اپنے مشائخ کے خاندان کو روشن کروگے۔

حضرت شیخ جمال خنداں رو کی یہ پیشینگوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی [۱]

تعلیم و تربیت

حضرت مخدوم کا خاندان دو پشت سے ہند پاکستان میں رشد و ہدایت کا مرکز بنا ہوا تھا ان کے دادا اور والد سہروردی سلسلہ کے مشائخ میں سے تھے اور ان حضرات کی خانقاہ اوچ میں خاص طور سے مشہور تھی۔ حضرت مخدوم نے ابتدائی تعلیم و تربیت اوچ میں حاصل کی، اوچ کے دو اساتذہ [۲] شیخ جمال محدث خنداں رو اور شیخ بہاء الدین قاضی اوچ کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔ شیخ جمال خنداں رو اوچ کے بڑے عالم اور شیخ تھے ان کے درس میں ہدایہ، بزدوی، مشارق الانوار، مشکوٰۃ المصابیح اور عوارف المعارف کا دورہ رہتا تھا ان کے علاوہ بھی طالب علم کے حسب خواہش کتاب کا درس دیتے تھے [۳] حضرت مخدوم نے شیخ جمال سے حدیث کا درس لیا تھا مولانا شمس الدین و شیخ فخر الدین گازرونی حضرت مخدوم کے ہم سبق تھے [۴] حضرت مخدوم نے دو حدیثوں کے اسباق کی تفصیل بھی بیان کی ہے [۵] حضرت شیخ جمال کے طریقہ درس سے متعلق حضرت مخدوم فرماتے ہیں [۶]

---

[۱] سیر العارفین ص ۱۵۶ تاریخ فرشتہ (اردو ایڈیشن) ص ۶۸۵

[۲] زمانہ حال کے بعض تذکرہ نویسوں نے بحوالہ لطائف اشرفی لکھا ہے کہ حضرت مخدوم نے اپنے چچا محمد بخاری سے بھی ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی حالانکہ لطائف اشرفی جلد اول (ص ۳۹۰) میں یہ تصریح مذکور ہے کہ یہ تربیت بسلسلہ سلوک و تصوف تھی نہ کہ ظاہری تعلیم کے متعلق۔

[۳] خزانۃ الدر المنظوم ص ۲۳۱ [۴] ایضاً ص ۲۳۷ تا ۲۴۰ [۵] ایضاً ص ۲۶ تا ۲۸

"وہ عام سبق پڑھاتے تھے اور اگر کوئی جگہ مشکل ہوتی تو ذرا دیر سر جھکاتے اور مشکل کو حل کر دیتے تھے...... عجیب علم تھا جو وہ رکھتے تھے"!

قاضی اوچ شیخ بہاء الدین کی خدمت میں حضرت مخدوم نے ہدایہ اور بزدوی کا کچھ حصّہ پڑھا، اسی دوران میں قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا[1] حضرت مخدوم فرماتے ہیں[2]

"مولانا بہاء الدین قاضی اوچہ دعا گو کے استاد تھے، میں ان کے پاس پڑھتا تھا اور تو اضع کرتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ تو سر کو بلند کرکے سلام کر نیچا کر کے سلام مت کر کیونکہ مکروہ ہے"!

ملتان میں تحصیل علم

قاضی بہاء الدین کے انتقال کے بعد حضرت مخدوم ملتان پہنچے۔ ملتان کے مشہور سہروردی سلسلے میں حضرت مخدوم کے جد امجد اور والد بزرگوار منسلک تھے اور اس وقت حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سجادہ نشین خانقاہ سے ایک عالم مستفیض ہو رہا تھا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ جب میں اوچ سے ملتان پہنچا تو حضرت شیخ رکن الدین نے خانقاہ کی بجائے مدرسہ میں میرے قیام کا انتظام کیا اور ان کے کھانے کا انتظام بھی خانقاہ کی بجائے گھر سے کیا گیا۔ حضرت شیخ رکن الدین نے حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ حضرت جلال بخاری کا پوتا ہم سے ملاقات کرنے

---

[1] مولوی نور احمد خاں فریدی لکھتے ہیں کہ مولانا بہاء الدین کا شاندار مقبرہ اوچ میں تھا ۱۲۲۳ھ کی طغیانی میں دریا سے اسے صدمہ پہنچا اور خانقاہ کا نصف حصہ بنیاد سے چوٹی تک گر گیا باقی حصہ بڑے استقلال سے حوادث دہر کا مقابلہ کر رہا ہے (تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی ص ۴۹۸ قصر الادب جگو والہ ۱۹۶۱ء)

[2] الدر المنظوم ص ۳۶۰

کے لئے نہیں آیا ہے بلکہ تحصیل علم کے لئے آیا ہے[۱] حضرت شیخ رکن الدین نے حضرت مخدوم کی تعلیم کے لئے شیخ موسیٰ اور مولانا مجد الدین کو مقرر کیا۔ ان علماء سے انہوں نے ہدایہ و بزدوی کو ختم کیا۔[۲] حضرت مخدوم کا قیام بسلسلہ تعلیم ملتان میں ایک سال رہا حضرت مخدوم فرماتے ہیں:[۳]

"ایک برس تک میں وہاں رہا، چند کتابیں جو کہ بعد انتقال قاضی بہاء الدینؒ رہ گئی تھیں ان کو میں نے تمام کیا۔"

حضرت مخدوم طالب علمی کے زمانے میں اکثر اپنے ساتھی طالب علموں سے بحث و تحمیص بھی کرتے تھے۔ مقرنامہ میں ہے:[۴]

روزے این فقیر با چند مشغلان در بقعہ شریف ملتان در خانقاہ ملک المشائخ شیخ رکن الدین طالب ثرائے بحث تصریف یک دیگر بود۔

ایک دن یہ فقیر شہر ملتان میں ملک المشائخ شیخ رکن الدین کی خانقاہ میں چند طالب علموں کے ساتھ علم صرف کے متعلق بحث کر رہا تھا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا۔ اس موقعہ پر دوران بحث میں حضرت مخدوم کو غصہ بھی آگیا تو ان کے شیخ عبد اللہ مطری نے اظہار ناراضگی فرمایا۔[۵]

---

۱ ایضاً ص ۵۰۶ تا ۵۰۷ ۲ ایضاً ص ۵۵۰

۳ ایضاً ص ۸۲

۴ مقرنامہ (مجموعہ مکاتیب مخدوم جہانیاں جہاں گشت) مرتبہ تاج الدین احمد مکتوب نمبر ۳ (قلمی مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، سبحان اللہ کلیکشن) علی گڑھ

حضرت مخدوم ملتان میں نہایت اطمینان و آرام سے رہے، حضرت شیخ رکن الدین ان کے قیام و طعام کا خاص خیال رکھتے، روزانہ اچار، روٹیاں اور آشام کا ایک پیالہ حضرت مخدوم کو ملتا تھا، یہ آشام میووں اور گھی یا دودھ سے تیار ہوتا تھا حضرت شیخ رکن الدینؒ کی یہ خاص غذا تھی۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں: "کہ پھر مجھے ایسا آشام کبھی نہیں ملا اور کبھی کبھی شیخ کا پس خوردہ بھی مل جاتا تھا"[1]

جب حضرت مخدوم ملتان میں اپنی تعلیم ختم کر چکے تو حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو خاص اپنی کشتی کے ذریعہ اوچ روانہ فرمایا[2] حضرت مخدوم نے ملتان کے اپنے ایک استاد نور الدین کا بھی ذکر کیا ہے آپ نے علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرلی تو سلطان محمد تغلق نے ان کو شیخ الاسلام مقرر کیا[3]

استفادہ علمی حرمین شریفین میں

حضرت مخدوم علم و فضل کے سچے طالب اور شیدائی تھے، مختلف دیار و امصار میں گھوم پھر کر "مومن کی دولت گمشدہ" کو حاصل کرتے تھے، انہوں نے سیر و سیاحت کے دوران اکابر شیوخ اور نامور علماء و اساتذہ سے اکتساب فیض کیا اور مختلف ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے، علمائے حرمین شریفین سے خاص طور سے استفادہ فرمایا، انہوں نے یہاں کے مشائخ کرام میں شیخ عبداللہ یافعی اور شیخ عبداللہ مطری کا خاص طور سے ذکر فرمایا ہے

---

[1] درالمنظوم ص ۸۲۰ [2] ایضاً ص ۵۵۰ [3] ایضاً ص ۲۴۵ و ص ۲۵۵

[4] عفیف الدین عبداللہ بن اسعد یافعی اپنے زمانے کے ممتاز عالم اور شیخ تھے ان کی تصانیف میں مرآۃ الجنان، عبرۃ الیقظان اور روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین مشہور و معروف ہیں ۷۶۸ھ ۱۳۶۶ء میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو نفحات الانس ص ۷۲۲-۷۲۳ (اردو ترجمہ لاہور ۱۹۵۵ء)

ملفوظات میں اکثر آیات و احادیث کی تفسیر و تشریح کے بیان میں حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہندوستان میں کسی نے یہ معانی بیان نہیں فرمائے یہ معانی مکہ یا مدینہ کے خلاف عالم نے بیان کئے۔

شیخ عبداللہ مطری سہروردی کے بیان میں حضرت مخدوم فرماتے ہیں:۔

"مکہ و مدینہ میں سارے موقوف اہل علم و محدث و مشائخ ہیں مؤذن مدینہ مبارک کے شیخ عبداللہ مطری تھے بعد اس کے ان کے اوصاف بیان فرمائے کہ کس قدر بزرگوار اور میرے استاذ تھے، دعاگو نے عوارف تمام ایک سال میں نزدیک ان کے پڑھی ہے جبکہ میں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک چلہ معتکف تھا تو وہ واسطے دعاگو کے سحر کے وقت ایک ہاتھ میں کھانا اور دوسرے ہاتھ میں چراغ لاتے اور حجرے ہی میں سبق پڑھاتے اسی محل میں ایک عزیز نے پوچھا کہ شیخ مدینہ کوئی لڑکا نہیں رکھتے تھے کہ خود طعام و چراغ لاتے تھے، فرمایا واسطے تعظیم دعاگو کے اور سبب شفقت کے کہ جو وہ رکھتے تھے گھر سے نزدیک میرے آتے تھے ....

......(شیخ عبداللہ مطری) ہاتھ پکڑ کر ایک جگہ لے گئے کہ تو یہاں مشغول ہو اور سلام کر کہ شیخ قطب عالم رکن الحق والدین اسی جگہ سلام کرتے اور مشغول ہوتے اور ہر شب جمعہ میں حاضر ہوتے اور شب دوشنبہ میں یہاں آتے اور مقام شیخ نصیرالدینؒ کا بتایا بائیں جانب شیخ رکن الدینؒ کے دعاگو دونوں شیخوں کے مقام کے عقب میں مشغول ہوتا اور سلام کرتا تھا"[1]

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۶ تا ۳۷، ص ۳۰۲

حضرت مخدوم اپنے ملفوظات میں شیخ مدینہ کی شفقت و محبت کا بار بار ذکر فرماتے ہیں، شیخ عبداللہ مطری سہروردی کی شفقت و عنایت کی بناء پر حضرت مخدوم کو مسجد نبوی میں ایک مرتبہ امامت کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی[1]۔ حضرت مخدوم نے عوارف کا سبق شیخ عبداللہ مطری سہروردی سے اس خاص نسخہ سے لیا تھا، جو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مطالعہ میں رہ چکا تھا۔ بعد کو یہ نسخہ شیخ نے حضرت مخدوم کے پاس ایک حاجی کے ذریعہ بھیجا تھا[2]۔ غرض مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں حضرت مخدوم نے شیخ مکہ عبداللہ یافعی سہروردی اور شیخ مدینہ عبداللہ مطری سہروردی سے مختلف کتابیں پڑھیں، دونوں شیوخ سے صحاح ستہ اور عوارف المعارف کے درس لئے۔ حضرت مخدوم نے قصبہ شوکارہ (عراق) میں پہنچکر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ شرف الدین محمود سہروردی سے عوارف المعارف کا درس لیا[3]۔

حضرت مخدوم کا قیام مکہ معظمہ میں سات سال رہا، کتابت کے ذریعہ گزارہ کرتے تھے اور چاندنی رات میں دو جز لکھ لیا کرتے تھے اور اس کی اجرت ایک فلوس نقرئی ہوتی تھی چونکہ اس زمانہ میں وہاں غلہ مہنگا تھا، اس لئے اس رقم میں دو جو کی روٹیاں ملتی تھیں[4]۔ حضرت مخدوم نے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں ان تمام کتابوں کا اعادہ کیا جو ہند پاکستان میں پڑھ چکے تھے، صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، سنن ترمذی، سنن امام بیہقی کے نام خاص طور سے ملتے ہیں[5]۔ حضرت مخدوم بلا تکلف عربی بولتے تھے[6]۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۶۴

[2] الدر المنظوم ص ۸۷، ۴۔ ۳۴۹، ۲۲۲، ۵، ۶۰۹، ۶۰۹

[3] ایضاً ص ۲۲۲، ۵، ۶۰۹

[4] الدر المنظوم ص ۷۷۹

[5] ایضاً ص ۵۱۶ تا ۵۱۷

[6] ایضاً ص ۵۱۰ و ۶۰۶

علوم میں جامعیت کمال

علوم شریعت و طریقت میں حضرت مخدوم کا کوئی نظیر نہ تھا، حضرت کے ملفوظات کے جامع شیخ علاء الدین علی نے ان علوم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے[1]۔

ایں علوم کہ دریں ملفوظ ظاہر است	یہ تمام علوم جو اس ملفوظ میں ظاہر ہیں۔
ایں علوم در ذات آں صاحب علوم بود	وہ ذات ان سب علوم کی جامع تھی۔

حضرت مخدوم کے علم و فضل کے سلسلے میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔

(مخدوم جہانیاں) جامع است میان علم و ولایت[2]

صاحب تاریخ فرشتہ کا بیان ہے :۔

"سید جلال الدین حسین بخاری عالم متبحر تھے اور علوم عقلی و نقلی میں آپ نے نہایت مشقت کھینچی تھی اور مقید اس امر کے نہ تھے کہ ایک شخص کے مرید ہو کر دوسرے سے رجوع نہ کریں اور فرماتے تھے کہ تمام فضلاء اور شیوخ کی زیارت سے مستفیض ہونا چاہئے اور اس جناب نے سبھوں سے فیض و نصیب حاصل کیا ہے[3]"

صاحب مآثر صدیقی کا کیا خوب جامع بیان ہے :۔

"آپ علوم کتاب و سنت کے جوہر فرد اور کمالات باطنی کے معدن تہذیب اخلاق اور ملکات روحانی کے اہل یمن تھے"[4]

[1] ایضاً ص ۱۱ تا ۱۳
[2] اخبار الاخیار ص ۱۴۲
[3] تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۷۸۵
[4] مآثر صدیقی (سوانح عمری نواب صدیق حسن خاں قنوجی) جلد اول از نواب علی حسن خاں ص ۳۷ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۴ء)

حضرت مخدوم کو علوم قرآنی میں بڑا درک حاصل تھا، قرأت و تجوید شان نزول اور تفسیر میں بڑی فضیلت کے مالک تھے جیسا کہ ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت مخدوم نے اپنے پوتے حامد بخاری کو قرآن کریم پڑھاتے ہوئے فرمایا:۔

"میں نے قرآن کریم کی ساتوں قرأتیں سیکھی ہیں اور جو مجھ سے سنے تو اسناد اس کے صحیح ہیں[1]"

علم حدیث میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے، مشکوٰۃ المصابیح حضرت مخدوم نے اوچ کے ایک نامور محدث سے سماعت فرمائی، مصابیح کے اسباق میں قاری شیخ جمال کے بیٹے تھے[2] اکثر حضرات حدیث کے معانی حضرت مخدوم سے حل کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مولانا اشرف الدین محتسب ایک حدیث کے اشکال حل کرنے کے لئے آئے حضرت مخدوم نے نہایت شرح و بسط سے اس کے معانی بیان فرمائے[3]

حضرت مخدوم کی تحصیل صرف و نحو لغت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:۔

"تحصیل صرف و نحو لغت کا ذکر نکلا تو (حضرت مخدوم نے) حدیث صحاح قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من تعلم العربیۃ لیسھل علیہ علم الشریعۃ فکانما عبد اللّٰہ مأتہ عام لم یعصہ طرفۃ عین یعنی جو شخص کہ علم عربیت یعنی صرف و نحو سیکھے تاکہ علم شریعت یعنی علم فقہ و اصول فقہ اس پہ آسان ہو جائے تو گویا اس نے سو برس اللہ تعالےٰ کی عبادت کی کہ طرفۃ العین اس کی نافرمانی نہ کی ہو، پس کون عبادت اس سے

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۴، ۲۷، ۲۴۸ [2] الدر المنظوم ص ۲۰۰

[3] الدر المنظوم ص ۱۷۳ ۔

بہتر ہوگی کہ وہ علم عربیت کو حاصل کرے ورنہ وہ ماضی و مستقبل و امر و نہی و فاعل و مفعول و مبتدا و خبر کو کیا جانے اور معنی فقہ کے غلط کرے گا اور غلط کہے گا پس خطائے عظیم ہوگی۔[1]

حضرت مخدوم شیخ طریقت کے لئے تین علوم (۱) علم شریعت (۲) علم طریقت اور علم حقیقت لازمی قرار دیتے ہیں۔ علم شریعت میں تفسیر قرآن، احکام فقہ اور علم حدیث میں ماہر و کامل ہونا چاہیئے۔[2] حضرت مخدوم کے ملفوظات شاہد ہیں کہ ان کو ان علوم میں مجتہدانہ دسترس حاصل تھی۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ دنیوی علوم پر انسان کو تضیع اوقات نہیں کرنا چاہیئے۔[3] ایک موقعہ پر حضرت مخدوم نے علم کے سلسلہ میں اپنے مرید خاص تاج الدین سیاہ پوش کو لکھا کہ:۔

علم ہماں مقدار حاصل باید کرد کہ تواں بعمل کوشیدن زیرا کہ مقصود ازیں علم مومن عمل نیک است۔	علم اسی قدر حاصل کرنا چاہیئے کہ جس پر عمل ہو سکے کیونکہ اس علم سے مومن کا مقصد نیک عمل کرنا ہے۔
گر بکار کنی سخن بسیار ست	ور نہ کنی کتابہا خروار ست

بیعت و خلافت سہروردیہ سلسلہ

حضرت مخدوم نے علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد راہ سلوک میں قدم رکھا۔ ان کے دادا اور والد سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے۔ اور ملتان کی مشہور خانقاہ سہروردیہ بہائیہ کے نمائندے اور وکیل تھے۔ خود حضرت مخدوم نے بھی ظاہری علوم کی تکمیل حضرت

[1] الدر المنظوم ص ۱۳۸
[2] مقررنامہ مکتوب نمبر ۱
[3] ایضاً مکتوب نمبر ۲۶۔
[4] الدر المنظوم ص ۲۰۳

شیخ رکن الدین ابو الفتح کے مدرسہ میں جاکر ملتان میں کی تھی۔ حضرت مخدوم نے اول اپنے والد احمد کبیر اور چچا محمد بخاری سے سلوک کی تعلیم پائی، پھر حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی کی طرف رجوع کیا۔ شیخ رکن الدین اپنے دور کے نامور مشائخ میں تھے ان کے فیوض و برکات سے ملتان مرکز ہدایت بنا ہوا تھا۔ حضرت مخدوم شیخ رکن الدین ابو الفتح کی خدمت اقدس میں پہنچے، بیعت و ارادت کے بعد اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں[۱]:-

او مرید شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ابو الفتح قریشی است	وہ شیخ الاسلام رکن الدین ابو الفتح قریشی کے مرید ہیں۔

حضرت مخدوم کو اپنے شیخ طریقت شیخ الاسلام رکن الدین سے بڑی محبت و عقیدت تھی ایک مرتبہ حضرت رکن الدین اپنے مکان کی دہلیز سے باہر آرہے تھے، جیسے ہی دروازے کی آخری سیڑھی پہ پہنچے تو حضرت مخدوم نے اپنا سینہ پیش کر دیا تاکہ حضرت ان کے سینہ پر اپنا پیر رکھ دیں۔ حضرت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انگشت شہادت دانتوں میں دبالی اور فرمایا کہ تم نے ولایت و معرفت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے، اس کے بعد حضرت مخدوم کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیا اور اپنا سینہ مبارک ان کے سینہ سے لگایا[۲]۔

حضرت مخدوم اپنے ملفوظات میں خود ایک جگہ فرماتے ہیں کہ شیخ ایسا چاہئے اور پھر حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت کا ایک مرید خانقاہ میں ذکر و شغل میں مشغول تھا اس نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ توجہ کو جا صبح کو اس مرید نے یہ خواب حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سے بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ خواب۔

[۱] اخبار الاخیار ص ۴۴۔ [۲] سیر العارفین ص ۵۸۔

تجھ کو شیطان نے دکھایا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تجھ کو اشغال و اذکار سے علیحدہ کر دے[1] اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ "وہ شیخ ایسا چاہیئے"۔ حضرت مخدوم نے حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سے خرقۂ خلافت پایا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں[2]

"وے از شیخ الاسلام رکن الحق والدین خرقۂ تبرک پوشید"

شیخ ابو الفضل علامی لکھتا ہے[3]

"وے از شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی خلافت یافت"

مؤلف بزم صوفیاء مرأۃ الاسرار کے حوالے سے لکھتے ہیں[4]

مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخدمت شیخ رکن الدین ابو الفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ بہاء الدین زکریا قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم تربیت یافت واز دست وے خرقہ پیران سہروردیہ پوشید۔	مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے شیخ رکن الدین ابو الفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ بہاء الدین کی خدمت میں تربیت حاصل کی اور انہیں کے ہاتھ سے سہروردی پیروں کا خرقہ پہنا۔

فرشتہ کا بیان ہے[5]:

"(اول) اپنے والد احمد کبیر سے خرقۂ خلافت پایا اور دوسرا خرقہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سے پایا۔ روایت ہے کہ برسوں ان کی خدمت کی"

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۸۷ — [2] اخبار الاخیار ص ۱۴۲
[3] آئین اکبری (سر سید ایڈیشن) جلد دوم ص ۲۱۱ — [4] بزم صوفیاء ص ۴۰۰، ۴۰۱
[5] تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۶۸۵۔

خلاصۃ التواریخ میں تحریر ہے[۱]:۔

"(مخدوم جہانیاں) مرید و خلیفہ پدر بزرگوار خود است از شیخ رکن الدین ابو الفتح نیز خلافت یافت"[۲]

مخدوم جہانیاں اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ ہیں اور شیخ رکن الدین ابو الفتح سے بھی خلافت پائی ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں[۳]:۔

"مخدوم جہانیاں ارادت بخدمت شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی سہروردی آمد و از وے خرقۂ خلافت یافت"[۴]

مخدوم جہانیاں شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی سہروردی کی خدمت میں مرید ہوئے اور خرقۂ خلافت پایا۔

حضرت مخدوم نے ملفوظات میں حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کی خدمت میں حاضر ہونے کا اکثر جگہ ذکر کیا ہے[۴]۔ اور حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کی حکایات و واقعات تو کثرت سے نقل فرمائے ہیں[۵]۔

---

۱ خلاصۃ التواریخ از منشی سبحان رائے بھنڈاری (مرتبہ مولوی ظفر حسن دہلی ۱۹۱۸ء) ص ۶۲۴
۲ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۵۸ ۳ زمانۂ حال کے بعض تذکروں مثلاً کلیات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ الموسوم بہ "تحفۃ الابرار" مولفہ مرزا آفتاب بیگ (ص ۷۴)، جدول چہارم مطبوعہ مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ، مآثر صدیقی جلد اول (ص ۳۹۴) تاریخ اوچ (ص ۵۰)، بزم صوفیا (ص ۳۹۹) آب کوثر (ص ۳۱۱) و تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی (ص ۴۰۰ تا ۴۰۱) میں بھی حضرت مخدوم جہانیاں کو شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی ملتانی کا مرید و خلیفہ لکھا ہے۔ ۴ الدر المنظوم ص ۴، ۱۶۱، ۱۲۵، ۱۲۶، ۴۳۵ ۵ ایضاً ص ۴۹، ۵۰، ۱۱۹، ۱۳۹، ۱۵۲، ۱۸۷، ۲۴۰، ۲۵۳، ۲۹۷، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۴، ۳۷۹، ۴۱۴، ۴۲۵، ۴۲۶۔

ایک واقعہ ملفوظات سے درج کیا جاتا ہے جس سے حضرت شیخ میں حضرت مخدوم کی قربت اور رعایت کا اندازہ ہوتا ہے۔

میرے شیخ قطب عالم رکن الحق والدین قدس اللہ سرہٗ پیر کے دن واسطے زیارت اپنی والدہ کے جاتے .... (حضرت) بعد سہ شنبہ کو خانقاہ سے باہر آئے دعاگو (حضرت مخدوم) اور دعاگو کے استاد مولانا نور الدین دونوں ہمراہ رکاب چلے، مقام مذکور میں والدہ کی زیارت کی اس جگہ سے ذرا پیچھے آئے، چار تکبیریں نماز جنازہ کی کہیں، ہم نے بھی اقتدا کیا، میں نے اپنے استاد سے کہا کہ آپ شیخ سے پوچھو کہ یہ چار تکبیریں کیا تھیں، انہوں نے کہا کہ میری حد نہیں ہے یعنی میرا منصب نہیں ہے کہ میں پوچھوں۔ ہم اسی میں تھے کہ شیخ ہماری طرف اپنا منہ لائے اور فرمایا تم جانتے ہو اس جگہ مولانا شمس الدین کو دفن کیا ہے، پائنتی میری والدہ کے اس جگہ ایک نشان بھی کیا۔[1]

حضرت مخدوم نے اپنے اکابر مشائخ حضرت شیخ صدر الدین عارف اور شیخ کبیر بہاء الدین زکریا[2] ملتانی کا بھی ملفوظات میں اکثر ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مخدوم حضرت شیخ رکن الدین کی قبر پر حاضر ہوئے[3] اور حضرت شیخ سے بعد وصال بھی مستفیض ہوتے رہے۔ شیخ رکن الدین نے حالت خواب میں خرقہ پہنایا[4] حضرت شیخ نے حضرت مخدوم کو "قطب عالم" کے خطاب سے نوازا[5]۔ ایک واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔[6]

۱؎ الدر المنظوم ص ۱۲۵، ۱۲۶ ۲؎ ایضاً ص ۱۹۹، ۲۹۷، ۳۱۱، ۳۶۸

۳؎ ایضاً ص ۲۸۴ ۴؎ ایضاً ص ۲۰، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۴۰، ۲۰، ۳۵ ۴؎ ایضاً ص ۱۷، ۲۵۵، ۲۵۶

۵؎ ایضاً ص ۲۵۷ ۶؎ ایضاً ص ۲۵۵

بد شیخ کامل حالت ممات میں وہ تربیت کرتا ہے جو زندگی میں کرتا تھا جیسے کہ
دعاگو (حضرت مخدوم) کو شیخ رکن الدین قدس سرہ نے تربیت کیا منجملہ اس
تربیت کے کہ ایک یہ ہے کہ سلطان محمد نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس
خانقاہیں میرے تصرف میں کردیں، شیخ مجھ کو خواب میں دکھائی دئے اور کہا
کہ تو بچ کو چلا جا نہیں تو غرق ہو جائے گا۔ صبح کو شیخ کے امام نے کہا کہ جلد
روانہ ہو جا کیا تیاری کرتا ہے، شیخ نے مجھے اشارہ کیا ہے میں نے مخدوم والد
.... سے اجازت چاہی اور روانہ ہوگیا۔[1]

حضرت مخدوم نے اپنے ملفوظات میں بیس بزرگوں سے خرقہ پوشی کا ذکر کیا ہے جن میں سات
ایسے واسطے ہیں جو سلسلہ سہروردیہ عالیہ سے وابستہ ہیں۔ ان مشائخ کرام کے نام یہ ہیں[1]:-

۱۔ احمد کبیر سہروردی (والد ماجد حضرت مخدوم و خلیفہ صدرالدین عارفؒ)
۲۔ شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی ملتانیؒ
۳۔ شیخ قوام الدین سہروردیؒ (خلیفہ حضرت رکن الدین ملتانیؒ)
۴۔ شیخ مکہ عبداللہ یافعی سہروردیؒ۔
۵۔ شیخ مدینہ عبداللہ مطری سہروردیؒ۔
۶۔ شیخ شرف الدین محمود شاہ سہروردی (خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)
۷۔ شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردیؒ۔

انکے علاوہ دیگر تیرہ مشائخ اور ہیں جن سے خرقہ خلافت حاصل کیا[2] (۱) محمد بخاری[3] (۲) شیخ نظام الدین
(۳) شیخ قطب الدین منور (۴) شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ (۵) شیخ قطب سدن فقیہہ اوصال

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۶ تا ۱۷ [2] ایضاً [3] لطائف اشرفی ص ۳۹۰

(۶) ابو اسحٰق گازرونی[1] (۷) شیخ امام الدین (۸) حمید حسینی (۹) احمد کبیر رفاعی (۱۰) شیخ نجم الدین اصفہانی (۱۱) حضرت خضر علیہ السلام (۱۲) اوحد الدین حسینی (۱۳) شیخ نور الدین۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اکثر شیخ رکن الدین ابو الفتح کی طرف سے سہروردی سلسلہ میں بیعت کیا کرتے تھے[2]

چشتیہ سلسلہ حضرت مخدوم کو چشتیہ سلسلہ میں خرقہ خلافت حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے حاصل تھا، صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں[3] کہ ایک روز شیخ مکہ عبد اللہ یافعی نے فرمایا کہ دہلی سے بڑے بڑے مشائخ اٹھ گئے اور ان کی نشانی حضرت شیخ نصیر الدین محمود زندہ ہیں کہ اس شہر میں اپنے مشائخ کا چراغ روشن کئے ہوئے ہیں، حضرت مخدوم یہ سن کر ان کے مشتاق ہو گئے اور دہلی پہنچکر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شیخ نصیر الدین نے خرقہ خلافت مشائخ چشت سے سرفراز فرمایا اور اس وقت سے حضرت نصیر الدین محمود "چراغ دہلی" کے لقب سے مشہور ہوئے[4] حضرت مخدوم نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود کا اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر فرمایا ہے[5]

ملفوظات میں حضرت چراغ دہلی کے متعلق ایک واقعہ ہے[6]

"جبکہ دعاگو (حضرت مخدوم) مکہ مبارکہ سے اچہ میں آیا اور شیخ نصیر الدین شہر

---

[1] گازرون کے مشہور صوفی شیخ ابو اسحٰق (ف ۴۲۶ھ) کے علاوہ کوئی دوسرے بزرگ ہوں گے

[2] الدر المنظوم ص ۲۵۶ [3] سیر العارفین ص ۱۵۶، ۱۵۷ [4] کلیات جدولیہ کے مؤلف نے حضرت مخدوم کا اول مشائخ چشت میں ذکر کیا ہے (جدول دوم ص ۵۴، ۷) البتہ مشائخ سہروردیہ میں تذکرہ کیا ہے (جلد چہارم ص ۱۷) [5] الدر المنظوم ص ۱۶، ۱۶۰، ۱۶۱، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۲۴۰ [6] الدر المنظوم ص ۳۸۰۔

سے کھٹمنڈو میں جاتے تھے۔ سلطان محمد نے طلب کیا تھا ان پر خفا تھا تو وہ خانقاہ[۵۱] میں نزدیک والد مخدوم کے اترے اور کہا کہ تم مدد کرو کیونکہ میرے حق میں خفگی ہے، مجھے ٹھٹھہ میں لئے جاتے ہیں۔ مخدوم والا بواسطے شیخ کے مُلہم ہوئے چنانچہ اثناء راہ میں لوٹ آئے، سلطان محمد مرگیا، مخدوم والد کی خانقاہ میں اترے ہم نے ان کی ضیافت کی ان کو مہمان کیا۔"

حضرت مخدوم بقول شیخ سعدیؒ سہ

"تمتع زہر گوشۂ یافتم ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم"

پر عمل پیرا تھے اور حضرت مخدوم نے اپنے قول "و جمیع مشائخ و فضلاء را بابید دید و از ہر کدام نصیبے و فیضے باید ربود" کے مطابق عالم اسلام کے اجل مشائخ کرام اور صوفیائے عظام سے فیض حاصل کیا۔

---

۵۱ سلطان محمد تغلق اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے تعلقات اچھے نہ تھے سیر العارفین (ص ۹۵، ۹۶) اخبار الاخیار (ص ۸۱) اور تاریخ فرشتہ جلد دوم (ص ۶۵۱ ۶۵۲) میں ذکر کیا گیا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے حضرت چراغ دہلی کو تکلیف پہنچائی لیکن کوئی واضح سبب نہیں بتایا۔ ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ

"فیروز شاہ تغلق حضرت چراغ دہلی کی مدد سے تخت نشین ہوا بلکہ افواہ یہ ہے کہ بادشاہ کی زندگی ہی میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے فیروز شاہ کو بادشاہ بنانے کے ڈھنگ ڈال دئیے تھے۔"

یہی سبب سلطان محمد تغلق اور شیخ نصیر الدین محمود کی کشیدگی کا معلوم ہوتا ہے۔

منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی (اردو ایڈیشن لکھنؤ ۱۸۸۲ء) ص ۱۵۴

حضرت مخدوم جب ۷۸۱ھ ۱۳۸۰ء میں دہلی میں تشریف لائے اور قریب دس ماہ قیام کیا تو قیام دہلی کا ایک خاص مقصد یہ بھی بیان کیا کہ چار مقبروں میں چار روز رہوں گا ان کے نام (۱) حضرت قطب الدین (بختیار کاکیؒ) (۲) حضرت نظام الدین اولیاءؒ (۳) حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ چوتھے مقبرہ کا نام مرقوم نہیں ہے[1] حضرت مخدوم شیخ المشائخ نظام الدین کے مقبرہ کی زیارت کو اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے[2]

شیخ جیلانیؒ سے عقیدت

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو شیخ عبد القادر جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء) سے بہت عقیدت تھی ملفوظات میں اکثر شیخ جیلانی کا ذکر کیا ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ان کی خدمت میں حاضر ہونے اور فیض حاصل کرنے اور دوسرے موقعہ پر ادب واحترام نبوی کا ذکر کیا ہے بلکہ ایک جگہ حضرت مخدوم شیخ عبد القادر جیلانی کا قول نقل فرماتے ہیں[3]:-

طوبیٰ لمن رآنی او رأی من رآنی او رأی من رآہ او رأی من رأی رآہ۔	خوش خبری ہے انہیں جنہوں نے مجھ کو دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا یا میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا یا میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔

اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ شرف الدین محمود تستری کو دیکھا اور انہوں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کو دیکھا اور شیخ الشیوخ نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی زیارت

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۹۱
[2] ایضاً ص ۲۵۹۔
[3] ایضاً ص ۳۹

کی۔ اس طرح میں اس شرف سے مشرف ہوا۔ اور میں رحمت خداوندی کا مستحق ہوا۔[1] حضرت مخدوم نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے کئی واقعات و کرامات اپنے ملفوظات "مخ العلوم" میں ذکر کئے ہیں، ان کے ملفوظات "خزانہ جلالی" کا آخری باب "ذکر الادعیۃ الماثورۃ والشروط استجابۃ الدعاء" پر ہے، اس میں بھی حضرت مخدوم نے ایک طویل دعا نقل فرمائی ہے، جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منقول ہے۔[2]

---

[1] اخبار الاخیار ص ۱۴۲

[2] خزانہ جلالی ورق ۳۲۷ ب و ۳۲۸ ا

باب چہارم

سیر و سیاحت

حضرت مخدوم نے سیر و سیاحت بہت فرمائی اور تمام ممالک اسلامی میں عموماً پھر کر علمائے عظام اور صوفیائے کرام سے فیوض و برکات حاصل کئے[1] اور "سیروا فی الارض" کے پیش نظر "فانظروا کیف کان عاقبۃ للمتقین" کو عملی جامہ پہنایا، اسی لئے "جہاں گشت" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت جہانگیر اشرف کچھوچھوی کا ارشاد ہے کہ بہت سے اولیاء اللہ نے معارف و حقائق کی تلاش میں سیاحت کی ہے، لیکن مخدوم جہانیاں کی طرح کسی نے سفر نہیں کیا، ربع مسکوں کی سیاحت کی اور شاید ہی کوئی درویش ایسا ہو جس سے انہوں نے پورے فائدے حاصل نہ کئے ہوں[2] حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں[3]:-

"سیاحت بسیار کرد و بسیارے از اولیاء نعمت و برکت یافت"

انہوں نے بہت سیاحت کی اور بہت سے اولیائے کرام سے نعمت و برکت حاصل کی۔

مفتی غلام سرور لاہوری ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں[4]

---

[1] الدر المنظوم جلد اول ص ۵۔

[2] لطائف اشرفی جلد اول ص ۳۶۰

[3] اخبار الاخیار ص ۱۴۲

[4] خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۵۸

"مصر و شام و عراقین و بلخ و بخارا و خراسان سفر کردہ و از بسیارے مشائخ کبار اخذ فائدہ و نعمت نمودہ بسیار حج گزاردہ کہ ازاں جملہ شش حج اکبر بودند"

انہوں نے مصر، شام، عراقین، بلخ، بخارا، خراسان کا سفر کیا اور بہت سے نامور مشائخ سے فائدہ اور نعمت حاصل کی، بہت سے حج کئے ان میں سے چھ حج اکبر تھے۔

صاحب سیر العارفین مولانا جمالی کنبوہ اس سلسلے میں ایک مزید اطلاع دیتے ہیں[1]

"و این حقیر در مکہ و مدینہ و بیت المقدس و بغداد و بسیار جاہائے دیگر حجرہ ہائے متبرکہ او (حضرت مخدوم جہانیاںؒ) یافتہ است و در آنجا دوگانہ نماز ادا نمودہ الآن آں حجرہ ہا را مجاوراند و جاروب کشی می کنند و چراغہا و قنادیل می افروزند"[2]

اس حقیر نے مکہ، مدینہ، بیت المقدس، بغداد اور بہت سے دوسرے مقامات پر ان کے متبرک حجرے پائے ہیں، اور وہاں نماز دوگانہ ادا کی ہے اور اب تک ان حجروں میں مجاور ہیں، جو جاروب کشی کرتے ہیں اور چراغ اور قندیل روشن کرتے ہیں۔

حضرت مخدوم کے ملفوظ خزانۂ جلالی میں ایک مستقل باب "در سفر و تجارت" سے متعلق ہے۔ اس میں سفر کی غرض و غایت اور آداب و طریق کو مفصل طور سے لکھا ہے اور سفر کے دس مقاصد بیان کئے ہیں :۔

(۱) تعلیم (۲) تجارت (۳) تفکر در لطائف آفرینش باری تعالیٰ (۴) حج (۵) جہاد

---

[1] سیر العارفین ص ۱۵۶

[2] سیر العارفین کی تالیف ۹۳۸ھ اور ۹۴۲ھ کے درمیان ہوئی ہے ملاحظہ ہو "خسرو ثانی شیخ جمالی دہلویؒ" از ڈاکٹر نذیر احمد، رسالہ علی گڑھ ص ۴۶ شمارہ ۱ جلد چہارم جولائی تا ستمبر ۱۹۵۴ء۔

(۶) زیارت مدینہ (۷) زیارت بیت المقدس (۸) ملاقات بزرگان دین (۹) زیارت قبور بزرگان (۱۰) ہجرت[1]۔

حضرت مخدوم کے بلاد اسلامی کی سیر و سیاحت کے سلسلے میں جن معلومات کی ضرورت ہے افسوس وہ نہیں ملتیں، بہرحال حضرت مخدوم کا آغاز سفر شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ہوا۔ محمد تغلق کا زمانہ تھا، ور حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کا وصال (۷۳۵ھ) ہو چکا تھا، لہذا حضرت مخدوم کا آغاز سفر ۷۳۵ھ کے بعد اور واپسی ۷۵۱ھ سے کچھ قبل ہوئی[2]۔

مخدوم کے ملفوظات خزانۂ جلالی میں تحریر ہے[3]:-

او در سنہ ثمان واربعین وسبعمائہ بخدمت آں بزرگ (شرف الدین محمود) رسید	وہ ۷۴۸ھ میں ان بزرگ (شرف الدین محمود) کی خدمت میں پہنچے۔

سفر کے سلسلہ میں یہ نہایت قیمتی معلومات ہیں۔

حضرت مخدوم آغاز سفر کے متعلق لکھتے ہیں[4]:

"سلطان محمد (تغلق) نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے

---

[1] خزانۃ الفوائد الجلالیہ (معروف بہ خزانۂ جلالی) مرتبہ شیخ احمد المدعو بہ بہاء بن یعقوب (قلمی) ۱۳۷ الف (مخزونہ گیلانی لائبریری اوچ مملوکہ مخدوم شمس الدین ثامن گیلانی)

[2] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۹۰ الف

[3] خزانۂ جلالی (قلمی) ورق ۲۹۰ ل

[4] الدر المنظوم ص ۲۵۵

تصرف میں کردیں، شیخ (رکن الدین ابو الفتح) مجھ کو خواب میں دکھائی دئے، کہا
توحج کو چلا جا تو غرق ہو جائے گا. صبح کو شیخ کے امام نے کہا کہ جلد روانہ ہوجا
کیا تیاری کرتا ہے، شیخ نے تجھے اشارہ کیا ہے، میں نے مخدوم والد سے اجازت
چاہی روانہ ہو گیا، میرے پاس کوئی وجہ یعنی خرچ نہ تھا اللہ تعالےٰ نے اتنے
فتوحات پہنچائے ایک عزیز حج کو روانہ ہوا تو اس کے گھر والے اسے پھیر لائے
وہ لوٹ آیا، وہ زادراہ مجھ کو دیا میں پیادہ تھا گھوڑا دیا لیکن میں نے وہ گھوڑا
مولانا نظام الدین کرہ کو دیدیا وہ مدقوق تھے، شہر میں لوٹ آئے اور دعا گو (حضرت
مخدوم) پیادہ گیا با نواع نعمت مشرف ہوا"

ہمارا خیال ہے کہ اس سفر میں کم وبیش دس بارہ سال لگے ہوں گے حضرت مخدوم سات سال مکہ معظمہ میں رہے اور دو سال مدینہ منورہ میں قیام رہا. فرماتے ہیں[1]۔

مدت دو سال ملازم صحبت و محکوم خدمت شیخ عبداللہ مطری در مدینہ معظم بود۔	دو سال شیخ عبداللہ مطری کی خدمت صحبت میں ملازم و محکوم رہا۔

حضرت مخدوم کے جو سفرنامے ملتے ہیں وہ قطعاً ناقابل اعتبار ہیں[2]، ان میں بے سروپا اور من گھڑت حکایتیں اور دور از کار قصے درج ہیں. نہ واقعات کی کوئی ترتیب ہے نہ مقامات

---

1. خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۸۸ ب

2. حضرت مخدوم کے تین سفرنامے ہمارے پیش نظر رہے ہیں، ایک مطبع احمدی دہلی (۱۸۹۹ء) کا مطبوعہ ہے، جس کو محمد عباس ابن غلام علی چشتی دہلوی نے فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ دوسرا نسخہ اللہ والے کی قومی دوکان (لاہور) کا مطبوعہ ہے۔ تیسرا سفرنامہ "سیر نامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت" فارسی مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں ساکن اوچ، قلمی صورت میں ہے۔

ومالک کی ہر جگہ کا بے ربط ذکر ہے۔ حضرت مخدوم کے مستند ملفوظات جامع العلوم، خزانہ جلالی، مظہر جلالی، جواہر جلالی میں قرآن وحدیث اور فقہ حنفی پر مبنی جو تعلیمات درج ہیں ان کے بالکل خلاف سفرناموں کا انداز ہے اور پھر ان سفرناموں کے اندراجات آپس میں بھی متضاد اور مختلف ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ کسی شخص نے "جہاں گشت" کے لقب کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے معتقدات کی روشنی میں ایک سفرنامہ گڑھ دیا ہے[1]، بعض شہر و قصبات کے نام ملفوظات سے لئے گئے ہیں اور پھر اس سفرنامہ میں مختلف لوگوں نے قطع و برید کی ہے۔ حضرت مخدوم کے ہم عصر سیاح ابن بطوطہ (ف ۷۸۰ھ / ۱۳۷۸ء) اور مستوفی[2] کی تحریریں موجود ہیں، ان

---

[1] سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت مترجمہ محمد عباس مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۸۹۹ء میں کربلا (ص ۳-۵) قلعہ خیبر (ص ۲-۳، ۲۱) ذوالفقار حیدری و حضرت فاطمہؓ (ص ۲۲) و امام مہدی (ص ۳۰-۳۱) کے بیانات سے مرتب کے مذہبی رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔

[2] پورا نام حمداللہ مستوفی ہے، اس نے اپنی مشہور کتاب نزہۃ القلوب ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء میں بزبان فارسی مرتب کی تھی۔ یہ دور ہلاکو خاں کے پوتے سلطان ابوسعید کا تھا اور اس وقت تاتاریوں کے بے پناہ حملوں کا طوفان عظیم اپنی شدت زائل کر چکا تھا، مستوفی درحقیقت اس عہدے کا نام تھا جس پر جغرافیہ داں اور سیاح فائز تھا۔ اپنے اس عہدے کی وجہ سے اس کو سرکاری محاصل کی فہرستیں اور دیگر دستاویزیں حاصل ہو گئیں جو دوسروں کے لئے سہل الحصول نہ تھیں، اسی لئے اس کی کتاب میں گوناگوں واقعات اور قیمتی معلومات کا بڑا خزانہ جمع ہے (مسلم کنٹری بیوشنز ٹو جیوگرافی مولفہ نفیس احمد ص ۱۴۱-۱۴۲) لاہور ۱۹۴۷ء۔

تحریروں کے بالکل خلاف مخدوم سے منسوب سفرنامے کے بیانات ہیں، سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بیان کردہ کسی شہر کا حال اگر ابن بطوطہ یا مستوفی کے بیان سے ملایا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے، صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے مدائن سے متعلق اس منسوب سفرنامہ کا بیان ہے[۱]

"اس کا سولہ کوس طول اور بارہ کوس عرض ہے، اور اکیس لنگروں میں فقیروں اور مسکینوں کے لیے قسم قسم کے طعام پکتے ہیں اور چند خانقاہیں ہیں جن میں تجرید کے عالم رہتے ہیں، اس شہر میں کوئی مفلس نہیں بلکہ باشندوں وغیرہ کا فرد بھی دولت مند ہے اور اس شہر میں پیغمبروں کی بھی چند خانقاہیں ہیں۔ یہ اسلامی شہر ہے"

مستوفی کا بیان ہے[۲]:-

آٹھویں صدی میں مدائن بالکل غیر آباد اور شکستہ ہو چکا تھا، گو اس کے مقابل دریا کے مغربی کنارے پر بہت سے گاؤں اس وقت تک آباد تھے۔

انیسویں صدی عیسوی کے پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ خواجہ غلام فرید (ف ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) نے بھی اس سفرنامہ کو مجموعہ اکاذیب قرار دیا ہے، خواجہ صاحب فرماتے ہیں[۳]:-

---

[۱] ملاحظہ ہو مکمل سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ص ۱۶۔۱۷ (مطبوعہ اللہ والے کی قومی دوکان لاہور) [۲] جغرافیہ خلافت مشرقی از جی۔ لی اسٹرینج (اردو ترجمہ جمیل الرحمن) ص ۳۵ (دارالترجمہ حیدرآباد ۱۹۳۰ء)

[۳] اشارات فریدی (ملفوظات خواجہ غلام فرید) مرتبہ حاجی محمد رکن الدین مطبوعہ ہمادل پریس لاہور۔

کتابے کہ آں را سیر نامہ مخدوم جہانیاں نامیدہ
اند محض افتراء و بہتان بہ خدمت مخدوم
بستہ اند۔ پس مصنف آں ہرچہ درج کردہ
است ہمہ دروغہا مثبت نمودہ است
چنانچہ یکے کذب و بہتان از آں مجموعہ اکاذیب
این است کہ می نویسد کہ خدمت مخدوم
صاحب قدس سرہٗ در وقت سیاحت
بلاد مغرب در بلدہ رسیدہ اند کہ نام آں
قسطنطنیہ است و آں را لکھ بازار دیدہ
اند و در ہر بازار لکھ دوکان آباد دانستہ
این دروغ بحت است چہ قسطنطنیہ سوائے
استنبول کہ الآں نیز معمور و مشہور است
دیگر ہیچ بلدہ بدیں نام و بدیں صفت
در شنیدن نیامدہ و در ہیچ کتاب از کتب
تواریخ ہم یافتہ نمی شود۔

وہ کتاب کہ جس کا نام سیر نامہ مخدوم جہانیاں
رکھا ہے حضرت مخدوم پر محض افترا اور
بہتان باندھا ہے اور اس کے مصنف نے
جو کچھ لکھا ہے وہ سب صریح طور سے جھوٹ
ہے اور اس مجموعہ اکاذیب میں سے ایک
جھوٹ اور بہتان یہ ہے جو وہ لکھتا ہے کہ
حضرت مغربی شہروں کی سیاحت کے وقت
میں ایک شہر میں پہنچے کہ جس کا نام قسطنطنیہ
ہے اور اس میں انہوں نے ایک لاکھ بازار
دیکھے اور ہر بازار میں ایک لاکھ دوکانیں
تھیں اور یہ محض جھوٹ ہے[1] کیونکہ قسطنطنیہ
سوائے استنبول کے جو اب بھی آباد و مشہور
ہے کوئی دوسرا شہر اس نام اور اس صفت
کا سننے میں نہیں آیا اور نہ تاریخ کی کسی کتاب
میں پایا جاتا ہے۔

[1] ابن بطوطہ نے بھی قسطنطنیہ کا سفر کیا ہے اور اس کے بازاروں کا بھی ذکر کیا ہے مگر اس کے بیان میں کوئی ایسی محیر العقول بات معلوم نہیں ہوتی، ملاحظہ ہو سفر نامہ ابن بطوطہ (اردو ترجمہ) جلد اول ترجمہ عطاء الرحمٰن ص ۴۹۱ (ریکس لمیٹڈ کراچی سنہ ۱۹۶۱ء)

اس سلسلہ میں ایک مثال اس سفرنامہ سے اور پیش کی جاتی ہے۔ بقول مرتب سفرنامہ ہندپاکستان کے ایک مقام "گاؤں سنیاں" کا بیان ہے۔ افسوس کہ ہند پاکستان کی تاریخ وجغرافیہ کی کتابیں کسی ایسے مقام کی نشان دہی نہیں کرتیں جو سفرنامہ کے مرتب نے پیش کیا ہے ملاحظہ ہو[1]

"یہ فقیر بیچ شہر گاؤں سنیاں کے گیا کہ وہ شہر بیچ ملک ہند کے ہے کہ مانند اس کے کوئی شہر نہیں ہے چودہ کوس اس کا بازار ہے اور اس شہر میں ایک مسجد جامع ہے کہ سلطان سنجر نے بنوائی ہے کہ چھ سو ساٹھ اس کے گنبد ہیں کہ کسی بادشاہ نے ایسی مسجد اپنے ملک میں نہیں بنائی ہے اور اندر مسجد کے سونے کا پانی بھرا اور صحن میں مسجد کے ایک حوض ہے پانی سے بھرا ہوا کہ سب آدمی اسی پانی سے وضو کرتے ہیں اور ایک دوسرا حوض ہے کہ اس میں سب آدمی نماز پڑھتے ہیں، مسجد کی محرابیں سونے سے بنائی ہیں، ہر وقت غلاف کرکے اس کو رکھتے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ ایک دن خدا کے حکم سے آسمان سے سونا برسا تھا، اس سبب سے اس شہر کا نام گاؤں سنیاں رکھتے ہیں۔ اس فقیر نے وہاں کے بزرگوں سے ملاقات کی اور زیارت کی اور اس جگہ ایک بزرگ شیخ علاء الدین رہتے ہیں کہ روٹی اور روزینہ بادشاہوں کا اس بزرگ نے قبول نہیں کیا تھا اور اس بزرگ کے تئیں غیب سے سب نعمتیں پہنچتی تھیں ایسا بزرگ ہند میں میں نے نہیں دیکھا، اس فقیر نے ان سے ملاقات کی۔"

یہ الف لیلیٰ کا قصہ یا طلسم ہوشربا کی داستان معلوم ہوتی ہے، زمانہ حال کے دانشوروں کا

---

[1] سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ص ۲۲

بھی یہی خیال ہے کہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے منسوب سفرنامہ وضعی اور جعلی ہے۔[1]

سی۔ اے۔ اسٹوری نے صاف طور سے لکھا ہے کہ یہ سفرنامہ اصلی نہیں ہے کیونکہ مخدوم کے کسی سوانح نگار نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور جتنے نسخے بھی ہیں وہ زمانۂ حال کے ہیں۔ اسٹوری نے سفرنامہ کے مندرجہ ذیل نسخوں کا ذکر کیا ہے:-

۱۔ نسخہ انڈیا آفس (لندن) مکتوبہ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء

۲۔ نسخہ مانچسٹر لائبریری (مانچسٹر) مکتوبہ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء

۳۔ نسخہ آصفیہ کتب خانہ (حیدرآباد دکن) مکتوبہ ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء

اوچ میں سفرنامہ کا جو فارسی قلمی نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہے وہ بھی تیرہویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے۔ رضا لائبریری رام پور کا نسخہ بھی ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء کا مکتوبہ ہے۔

اسٹوری نے اردو سفرنامہ کی دو اشاعتوں کا ذکر کیا ہے ایک ۱۹۰۸ء میں لکھنؤ سے طبع ہوا ہے یہ محمد عباس کا ترجمہ ہے اور چوتھا ایڈیشن ہے[2] اور دوسرا ۱۹۰۹ء میں لاہور سے طبع ہوا ہے۔ اسٹوری کا یہ خیال ہے کہ اس کا مترجم بھی محمد عباس ہی ہے کیونکہ لاہور کے ایڈیشن میں مترجم کا نام نہیں ہے۔[3]

اب ہم اس جعلی سفرنامہ کے بیانات کو نظر انداز کر کے حضرت مخدوم کے ملفوظات کی مدد سے ان شہروں کا اجمالی تذکرہ پیش کرتے ہیں جہاں آپ کا تشریف لیجانا آپ کے بیان سے

۱۔ کالیکشنس آف دی ملفوظات آف مخدوم جہانیاں آف اوچ — ڈاکٹر ریاض الاسلام ص ۱۲۴ پروسیڈنگ ہسٹری کانفرنس اجلاس اول منعقدہ کراچی ۱۹۵۱ء۔

۲۔ اس کا ایک ایڈیشن کانپور سے بھی ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا ہے۔

۳۔ ملاحظہ ہو پرشین لٹریچر از سی۔ اے۔ اسٹوری جلد اول حصہ دوم ص ۹۴۹ (لندن ۱۹۵۳ء)

ثابت ہے۔

مکہ

حضرت مخدوم کا قیام مکہ معظمہ میں سات سال رہا[۱]، انہوں نے اس مدت میں علوم مروجہ کی تحصیل میں پوری کوشش کی اور خصوصی توجہ علم حدیث کی جانب مبذول فرمائی اور اس زمانہ کے اجل مشائخ اور محدثین سے فیض حاصل کیا، مکہ میں کتابت کے ذریعہ روزی پیدا کرتے تھے، بعض اوقات عسرت اور افلاس سے بھی دوچار ہونا پڑتا تھا اور فاقہ کشی تک نوبت پہنچی تھی، اس زمانہ میں آپ زمزم پی لیا کرتے تھے[۲]۔ مخدوم نے اپنے استاذ شیخ مکہ عبداللہ یافعی کا بڑے خلوص اور محبت سے ذکر کیا ہے۔

مدینہ

مدینہ منورہ میں مخدوم کا قیام دوسال رہا[۳]۔ مدینہ میں عبداللہ مطری سے عوارف المعارف کا وہ نسخہ پڑھا جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے مطالعہ میں رہ چکا تھا ایک مدت مسجد نبوی میں امامت کے فرائض بھی انجام دئے، حضرت مخدوم نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے حالات و واقعات اور اساتذہ و شیوخ کا اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر کیا ہے۔

یمن و عدن

حضرت مخدوم نے یمن و عدن کی بھی سیاحت کی، یمن میں ایک پہاڑ پر پہنچے اور وہاں ایک غار میں ایک علامہ دانشمند سے ملے جو گوشہ نشین تھا اور اس سے عارفانہ گفتگو ہوئی اس نے اپنے نفس کو ایک کٹ کھنے کتے سے تعبیر کیا[۴]۔ مخدوم نے یمن کے نائب عرص کے متعلق بتایا ہے کہ وہ ولی کامل تھا اور شیخ عبداللہ یافعی نے اپنے کپڑے وغیرہ اس کو بھیجے تھے[۵]۔ مخدوم عدن بھی پہنچے اور وہاں کے جمال قطب سے ملاقات کی وہ اس زمانہ میں بیمار تھے اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوا۔ جمال قطب نے حضرت مخدوم کو بتایا کہ جب شیخ جمال ادچی عدن آتے تھے تو دریا میں فلاں مقام پر وضو کرتے تھے[۶]

---

۱ درالمنظوم ص ۱۹۹، ۲۰۸ ۲ ایضاً ص ۳۳ ۳ ایضاً ص ۲۰۸ ۴ ایضاً ص ۳۸۲

۵ ایضاً ص ۲۹، ۳۰، ۲۷ ۶ ایضاً ص ۲۲۴-۶، ۸۳۳

دمشق ولبنان دمشق نہایت خوبصورت شہر ہے، اکثر شعراء نے اس کی تعریف میں قصیدے لکھے ہیں[1]۔ حضرت مخدوم دمشق بھی گئے، ایک مرتبہ انہوں نے ذکر فرمایا کہ دمشق کے کمبل نہایت سخت ہوتے ہیں[2]۔ انہوں نے شام میں کوہ لبنان بھی دیکھا تھا[3]۔

مدائن مسلمانوں نے جب اس شہر کو فتح کیا تو بہت بارونق تھا، چوتھی صدی ہجری میں سمٹ سمٹا کر ایک چھوٹا سا شہر رہ گیا تھا، مگر کسی قدر رونق اس وقت بھی باقی تھی وہاں مسلمانوں کی فتح کے وقت کی ایک خوبصورت جامع مسجد بھی تھی، مستوفی کا بیان ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں مدائن بالکل غیر آباد اور شکستہ ہو چکا تھا[4]۔ حضرت مخدوم نے مدائن کو دیکھا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ذکر کیا کہ اس شہر کی مسجد میں درخت لگا ہوا ہے[5]۔

شوکارہ فارس کا ایک قصبہ شوکارہ ہے جہاں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے ایک خلیفہ شیخ شرف الدین محمود تستری رہتے تھے، حضرت مخدوم ان کی خدمت میں پہنچے اور ان سے عوارف المعارف پڑھی اور سند حاصل کی، اس وقت شیخ محمود تستری کی عمر ایک سو تیس سال تھی اور جمعہ کے دن عصا لے کر پیادہ پا مسجد پہنچتے تھے، عراق و عرب میں ان کا شہرہ تھا، مخدوم نے ان سے اجازت نامہ بھی حاصل کیا[6]۔ حضرت مخدوم ان کی خدمت میں ۷۲۸ھ / ۱۳۲۷ء میں حاضر ہوئے تھے، خزانہ جلالی میں ہے[7]۔

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد اول ص ۱۳۱ تا ۱۴۰ [2] الدر المنظوم ص ۲۶
[3] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۷۴ ل [4] جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۳۳ تا ۳۵
[5] سراج الہدایہ (قلمی) مرتبہ احمد معین سیاہ پوش ورق ۸۴، ۸۵ (ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ) [6] الدر المنظوم ص ۲۲۴، ۲۲۵، ۶۰۹، ۷۶۸ [7] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۹۰ ل

شوکارہ شہرے از شہرہائے فارس است ...... او (مخدوم) در سنہ ثمان و اربعین سبعی و بخدمت آں بزرگ (شرف الدین محمود) رسید۔	فارس کے شہروں میں سے ایک شہر شوکارہ ہے وہ (مخدوم) ۷۴۸ھ میں ان بزرگ (شرف الدین محمود) کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

ابن بطوطہ نے شیخ شرف الدین کے زہد و اتقاء اور ان کے علم و فضل کی بہت تعریف کی ہے۔[۱]

بصرہ و کوفہ حضرت مخدوم نے بصرہ اور کوفہ کی سیاحت بھی کی کوفہ کی مسجد کے متعلق بیان کیا کہ وہاں کی مسجد میں درخت لگا ہوا ہے۔[۲]

شیراز حضرت مخدوم شیراز پہنچے تو بعض طالب علم ان کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے آئے ایک صاحب مصابیح کا سبق پڑھا کرتے تھے، قاضی شیراز نے مخدوم سے ملاقات کی، قاضی بڑے عالم اور بزرگ تھے، انہوں نے مخدوم کو نذر بھی پیش کی۔[۳] ایک موقعہ پر مخدوم نے اولوالامر کے متعلق ایسی دل نشین تقریر کی جس سے حاکم شیراز بہت خوش ہوا اور دو طشت چاندی کے نذر کئے جن میں سے ایک نقرئی سکوں سے اور دوسرا طلائی سکوں سے بھرا ہوا تھا، مخدوم نے ان کو قبول کیا اور وہ تمام مال ایک حاجت مند کو بخش دیا۔[۵]

---

[۱] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد اول، ص ۲۷۲ تا ۲۷۴ [۲] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۵۷ تا ۲۵۸ [۳] سراج الہدایہ قلمی (کلکتہ) ورق ۸۴ تا ۸۵

[۴] الدر المنظوم ص ۴۵۱ تا ۴۵۲

[۵] ایضاً ص ۴۶۴۔

تبریز حضرت مخدوم نے تبریز کی سیاحت بھی کی ہے، اور ایک موقعہ پر خان اعظم ظفر خان نے مسجد میں درخت لگانے کے متعلق سوال کیا تو حضرت مخدوم نے فرمایا کہ میں نے تبریز وغیرہ کی مساجد میں درخت لگے ہوئے دیکھے ہیں[1]

خراسان، بلخ، نیشاپور حضرت مخدوم نے ترکستان کے ان تینوں شہروں کی سیاحت کی اور اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر کیا ہے کہ فلاں بات میں نے مکہ، مدینہ اور خراسان کے علماء و مشائخ سے حاصل کی[2] یا یہ، خراسان وغیرہ کے مشائخ کا طریقہ ہے کہ جب تک کوئی شخص علم ظاہری حاصل نہیں کر لیتا ہے، اس کو ذکر وغیرہ کی تلقین نہیں کرتے ہیں[3]

سمرقند سراج الہدایہ کے مرتب کا بیان ہے کہ جب وہ سمرقند پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم سمرقند بھی گئے تھے اور وہاں کے بادشاہ سے ملاقات بھی ہوئی تھی، بادشاہ نے حضرت مخدوم جلال الدین سے چیتے کے متعلق پوچھا کیونکہ سمرقند کے علماء نے اس کے مباح ہونے کا فتویٰ دیا تھا، بادشاہ ان چیزوں کو محمد شہوت ہونے کی وجہ سے چاہتا تھا، مخدوم نے اس کے استعمال کے حق میں رائے دی[4]

گازرون گازرون[5] شیراز سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک پُر رونق شہر تھا، زمانہ قدیم میں اس کی بڑی شہرت تھی، اب بھی ایک غیر معروف قصبہ کی حیثیت سے اس کا وجود باقی ہے، حضرت مخدوم نے گازرون میں ابواسحٰق گازرونی کے

---

[1] سراج الہدایہ (قلمی) کلکتہ ورق ۸۴ تا ۸۵ [2] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۲۵ ب

[3] الدر المنظوم ۳، ۴۸، ۱۷۸ [4] سراج الہدایہ (قلمی) مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی دہلی گڑھ ص ۱۳۷

[5] چوتھی صدی ہجری میں بشاری مقدسی نے گازرون کے متعلق لکھا ہے: ضلع سابور کا یہ آباد

مزار پر حاضری دی ان کی خانقاہ میں چند عالم اور دانش مند معلم تھے بعض تفسیر و حدیث پڑھاتے تھے اور بعض حکمت و منطق اور معانی و ادب کا درس دیتے تھے، ایک سو طالبان حق خلوت نشین تھے جو ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ وہ مخلوق یہاں سے بہت مستفید ہوتی تھی حضرت مخدوم نے امین الدین گازرونی کے مزار کی زیارت کی اور ان کے بھائی شیخ امام الدین سے شیخ امین الدین کا سجادہ، جبہ، مقراض اور عصا وغیرہ حاصل کئے اس خانقاہ میں ہند پاکستان، دہلی اور ملتان کے لوگ بھی پہنچتے تھے، جس زمانہ میں حضرت مخدوم گازرون میں تھے اس وقت مغلوں کا ایک حملہ ہوا تھا، مگر ایک عارف باللہ کی توجہ باطنی سے مغل بھاگ گئے حضرت مخدوم کو پانچوں وقت کی نماز کے بعد ذکر کرنے کی عادت گازرون ہی سے ہوئی[۱]

---

[۴۴] یہ بڑا شہر عجمیوں کا دمیاط ہے، کیونکہ یہاں کتان سے مصر کے باریک اور نرم قصب اور بیش قیمت شطوی سے ملتا جلتا کپڑا بنا اور بیچا جاتا ہے، شہر میں دائیں بائیں ہر طرف کوٹھیاں، باغ اور نخلستان ہیں، پھل، اور مال و متاع کی بہتات ہے۔ یہاں بڑے بڑے دلال ہیں اور ایک بڑا سامان سے بھرپور بازار، جامع مسجد اور بیشتر مکانات ایک ٹیلہ پر ہیں، بازار تجارتی کوٹھیاں اور گودام ٹیلے کے نیچے واقع ہیں۔۔۔۔۔ گازرون کے دیہات میں پیاسی کی کاشت ہوتی ہے پانی کنوؤں اور پمپوں سے آتا ہے۔ یہاں کوئی دریا یا بڑی ندی نہیں۔ (ملاحظہ ہو اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں اپنی اردو ترجمہ احسن التقاسیم از خورشید احمد فارق ص ۳۳۴ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۲ء)

[۱] الدر المنظوم ص ۱۲۱، ۲۴۵، ۳۸۶، ۵۹۱، ۵۹۶، ۶۴۹، ۶۸۳۔

ایک موقع پر پاؤں کا مسح کرنے کے بیان میں فرمایا کہ روافض وضو میں پاؤں
احسہ[1] نہیں دھوتے ہیں مسح کرتے ہیں مگر سنت و جماعت کو نصیحت ہے دشواری نہیں ہے پھر فرمایا کہ تین شہر روافض سے بھرے ہوئے ہیں ان میں اہل سنت نادر ہیں۔ ایک احسہ دوسرا قطیف[2] تیسرا بحرین۔

بحرین و قطیف

حضرت مخدوم نے بحرین و قطیف کی بھی سیاحت کی بحرین بہت خوبصورت اور شیراز با غ شہر تھا اسی طرح قطیف میں بھی کھجوروں کے بہت سے درخت تھے۔ حضرت مخدوم نے لحسہ کے بیان کے ساتھ ساتھ ان دونوں شہروں کا نام ذکر کیا ہے کہ قطیف دریا کے کنارے ہے اور بحرین دریا کے درمیان (خوبصورت جزیرہ) ہے۔ وہاں ان تینوں شہروں کا حاکم ہر بادشاہ ہے۔ بادشاہ سنی مذہب ہے

---

[1] ہمارے نزدیک یہ احساء کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قطیف اور بحرین کے ساتھ اس کا ذکر اس خیال کی پوری طرح تائید کرتا ہے۔ دوسرے جو باتیں لحسہ کے بارے میں بتائی گئی ہیں وہ احساء پر پوری منطبق ہوتی ہیں، مقدسی بشاری احساء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: "احساء ہجر کا پایہ تخت ہے، ہجر کو بحرین بھی کہتے ہیں، بڑا اور آباد شہر ہے، یہاں کثرت سے کھجور کے باغ ہیں۔ احساء خاندان ابوسعید جنابی کے قرامطہ کا مستقر ہے"۔ ناصر خسرو لکھتا ہے: "قرامطی حاکموں کے اس وقت ستر ہزار غلام ہیں جو زراعت اور باغبانی کرتے ہیں" (اسلامی دنیا (دسویں صدی عیسوی) ص ۲۰-۲۱) [2] قطیف الحساء کا بندرگاہ ہے، نجد کے مشرقی جانب خلیج فارس پر جزیرہ بحرین سے ۲۷ میل شمال مغرب میں واقع ہے، یہاں اب بھی قرامطہ کے زمانہ کا ایک قلعہ موجود ہے ۱۹۱۳ء تک یہ شہر خلفائے عثمانیہ کے قبضہ میں تھا لیکن سنہ مذکور میں آزاد ہو گیا (جیوگرافیکل ڈکشنری مطبوعہ اسپرنگ فیلڈ، میساچوسٹس ریاستہائے متحدہ امریکہ ص ۹۱۲ و جیوگرافیکل ڈکشنری ص ۹۴۴)۔

اور یہاں کا مقطع بھی سنی ہوتا ہے اور یہاں کے لوگ حضرت علیؓ کو دیگر صحابہ پر تفضیل دیتے ہیں اور یہاں بدعت نہیں۔[1] ابن بطوطہ نے جو نظیف کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہاں عربوں کے گروہ رہتے ہیں جن کا مذہب رافضیہ غلاۃ ہے۔ اپنے رفض کا علانیہ اظہار کرتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے ان کا موذن اپنی اذان میں بعد الشہادتین کے بعد "اشھد ان علیا ولی اللہ" اور "حی علی خیر العمل" کہتا ہے اور تکبیر اخیر کے بعد یہ کہتا ہے:-

"محمد و علی خیر البشر من خالفھما فقد کفر"[2]

غزنین غزنین آج کل افغانستان کا ایک تجارتی شہر ہے اور کابل سے ۹۰ میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس شہر کو سب سے زیادہ ترقی محمود غزنوی کے زمانے میں ہوئی اس نے مسجدوں، کتب خانوں اور مدرسوں سے اس شہر کو زینت دی۔[3] مگر غوری خاندان کے بادشاہ علاء الدین جہاں سوز نے اس شہر کو جلا کر خاکستر کر دیا۔[4] آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ غزنین کا بڑا حصہ ویران ہے۔ اس کا ہم عصر مستوفی بھی لکھتا ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔[5] حضرت مخدوم نے غزنین کی بھی سیاحت کی تھی اور خان

---

[1] ایضاً ص ۳۸۶ [2] سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۴۰۰

[3] ویبسٹرس جیوگرافیکل ڈکشنری ص ۴۰۰

[4] تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت (ہند) جلد اول ص ۱۲۶۔ سراج الہدایہ قلمی (کلکتہ) ورق ۸۴ تا ۸۵۔

[5] جغرافیہ خلافت مشرقی مصنفہ جی۔ لی اسٹرینج مترجمہ جمیل الرحمٰن مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (۱۹۳۶ء)

اعظم ظفر خاں کے جواب میں کہا تھا کہ وہاں مسجدوں میں درخت ہوتے ہیں۔[1]

ہندوستان کی سیاحت کے سلسلہ میں بھی کوئی تفصیل نہیں ملتی البتہ مخدوم کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مختلف اوقات میں دہلی، ملتان، بھکر، الور، سوہدرہ، رتن پور، لاہور اور ٹھٹھہ کا سفر کیا ہے۔ دہلی دارالحکومت ہے اس کے علاوہ اوچ کے قریب کے شہر و قصبات ہیں، ان میں اور ان کے علاوہ دوسری بستیوں میں مخدوم کے مسلسل سفر ہوئے ہوں گے مگر ان کی تفصیلات نہیں ملتیں۔

ملتان ملتان حضرت مخدوم کے پیروں کا وطن ہے۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے خاندان سے تین پشت کا واسطہ ہے۔ مخدوم نے تعلیم کی تکمیل بھی ملتان میں کی اور وہیں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی سے بیعت و خلافت حاصل کی، ملفوظات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم بارہا ملتان تشریف لے گئے۔

بھکر اور الور بھکر کا قلعہ اور اس کے آثار آج بھی باقی ہیں، الور سندھ کا مشہور شہر تھا آج اس کا نشان بھی نہیں ملتا عرب جغرافیہ نویسوں نے اسے الرور بھی لکھا ہے حضرت مخدوم لکھتے ہیں کہ جب وہ مکہ مبارکہ سے بھکر میں پہنچے تو بھکر کے عمائدین نے ان سے بیان کیا کہ قصبہ الور کے نزدیک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے نماز موقوف کر دی گئی ہے۔ مخدوم نے جب یہ سنا تو وہ اس تارک صلوٰۃ درویش کے پاس پہنچے اور اس کو بتایا کہ:۔

"الفرق بین المومن والکافر الصلوٰۃ"

[1] مناقب مخدوم جہانیاں (قلمی) ورق ۶۳ تا ۶۴ (مخزونہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ)

اور اس کو قائل کر دیا کہ اس کا یہ طریقہ شریعت اسلامی کے خلاف ہے، اس کے بعد وہ شخص اس غار سے نکل آیا اور اس نے وعظ و درس سنا اور متاہل زندگی اختیار کی اس شخص کا نام عثمان تھا سنہ ۷۸۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔[1]

ٹھٹھہ

فیروز شاہ نے جب ٹھٹھہ پر حملہ کیا اور وہاں کے حاکم جام جونا اور جام بابنیہ سخت پریشان ہوئے تو انہوں نے مخدوم جلال الدین جہاں گشت کو درمیان میں ڈالا اس موقعہ پر حضرت مخدوم ٹھٹھہ تشریف لے گئے اور اس مصالحت میں حضرت مخدوم نے خاص کردار ادا کیا اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

دہلی

حضرت مخدوم کئی مرتبہ دہلی تشریف لے گئے، بقول مولف جامع العلوم پہلا سفر سنہ ۷۷۳ھ میں فرمایا اور دوسرا سفر سنہ ۷۸۱ھ میں، جب سلطان فیروز شاہ سامانہ کی مہم پر گیا ہوا تھا اور اس مرتبہ مخدوم دہلی میں دس ماہ مقیم رہے کیونکہ سلطان اس زمانہ میں دہلی میں موجود نہ تھا، دہلی کے قیام کے مفصل حالات اگلے باب میں بیان ہوں گے۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۴۴ تا ۴۴۷

باب پنجم

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے دہلی کے مندرجہ ذیل سات بادشاہوں کا دور حکومت دیکھا۔

۱۔ علاء الدین خلجی (ف ۷۱۶ھ / ۱۳۱۶ء)

۲۔ شہاب الدین خلجی ۷۱۶ھ / ۱۳۱۶ء تا ۷۱۷ھ / ۱۳۱۷ء

۳۔ قطب الدین مبارک شاہ ۷۱۷ھ / ۱۳۱۷ء تا ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء

۴۔ ناصر الدین خسرو ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء تا ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء

۵۔ غیاث الدین تغلق ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء تا ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء

۶۔ محمد تغلق ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء

۷۔ فیروز شاہ تغلق ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء تا ۷۹۰ھ / ۱۳۸۸ء

علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں حضرت مخدوم پیدا ہوئے آٹھ برس کی عمر تھی کہ خلجی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد خلجیوں کی حکومت میں کوئی مستحکم نظام قائم نہ ہوسکا آخر میں ناصر الدین خسرو نے مسلمانوں کی کی کرائی محنت ہی کا خاتمہ کردینا چاہا تھا کہ غیاث الدین تغلق نے اس کو ٹھکانے لگا کر سلطنت دہلی کی حفاظت کی اس کا دور حکومت صرف

پانچ سال رہا جب محمد تغلق نے زمام حکومت سنبھالی تو حضرت مخدوم کی عمر کم و بیش ۱۸، ۱۷ سال تھی، خیال ہے کہ اس زمانہ میں ان کی تمام تر توجہ تعلیم و تحصیل کی طرف رہی ہوگی،

تقرر بحیثیت شیخ الاسلام

محمد تغلق کے عہد (۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء) میں حضرت مخدوم شیخ الاسلام مقرر ہوئے اور سیوستان کے علاقے میں چالیس خانقاہوں کا انتظام ان کے سپرد ہوا، لیکن یہ عہدہ کب ملا اس سلسلہ میں کوئی قطعی اطلاع نہیں ملتی، الدر المنظوم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے[1] کہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کے انتقال ۷۳۵ھ / ۱۳۳۴ء کے بعد حضرت مخدوم شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔

عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں[2]

در عہد سلطان محمد تغلق بمنصب شیخ الاسلامی و سند خانقاہ محمدی در سیوستان با مضافاتا مخصوص گشت۔	سلطان محمد تغلق کے زمانے میں شیخ الاسلام کا منصب اور سیوستان میں خانقاہ محمدی اور اس کے قریب کی دوسری خانقاہوں کی سند حاصل ہوئی۔

لیکن حضرت مخدوم جلد ہی شیخ الاسلام کے عہدے سے سبکدوش ہو گئے الدر المنظوم میں مرقوم ہے[3]:

"سلطان محمد نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے تصرف میں کردیں، شیخ (رکن الدین) مجھ کو خواب میں دکھائی دئے اکہا تو حج کو چلا جا، تو

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۴۵، ۲۵۵، ۶۰۶ [2] اخبار الاخیار ص ۱۴۲
[3] الدر المنظوم ص ۱۵۵۔

غرق ہو جائے گا، صبح کو شیخ امام نے کہا کہ جلد روانہ ہو جا، کیا تیا ہی کرتا ہے
شیخ نے مجھے اشارہ کیا ہے، میں نے مخدوم عالم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے اجازت چاہی
روانہ ہو گیا، میرے پاس کوئی وجہ یعنی خرچ نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی فتوحات
پہنچائی، ایک عزیز حج کو روانہ ہو رہا تھا، اس کے گھر والے اسے پھیر وہ لوٹ
آیا وہ زاد راہ مجھ کو دیا میں پیادہ تھا گھوڑا دیا، لیکن میں نے وہ گھوڑا نظام الدین
کرڑہ کو دے دیا وہ مد ثوق تھے، شہر میں لوٹ آئے اسد اگو پیادہ گیا حج سے
پہلے پہنچ گیا۔[1]

شیخ الاسلام کا بڑا اہم منصب تھا وہ صدر الصدور کے ماتحت ہوتا تھا، فقراء اور درویشوں
کو سلطنت کی طرف سے جو ادرار وظائف ملتے تھے ان کے احکام شیخ الاسلام کے یہاں
سے جاری ہوتے تھے، شیخ الاسلام کی تنخواہ صدر الصدور کے برابر ہوتی تھی، محمد تغلق کے
زمانہ میں شیخ الاسلام کو ساٹھ ہزار تنکے تنخواہ ملتی تھی[1] امور مذہبی کی حفاظت اور اجراء
احکام شرع کا کام قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام سے متعلق ہوتا تھا اور یہ محکمہ نہایت با اثر
و زبردست سمجھا جاتا تھا اور اس محکمہ کے ذریعہ شرک و بدعت اور الحاد و بے دینی کے
انسداد اور روک تھام کا ضروری کام ہوتا تھا[2]

حضرت مخدوم نے شیخ الاسلام کا عہدہ جلد ہی چھوڑ دیا، ممکن ہے کہ اس عہدے
کے چھوڑنے میں علماء و مشائخ کے خلاف محمد تغلق کی سخت گیر پالیسی کو بھی دخل ہو کیونکہ

---

[1] دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ص ۱۹۰
(لاہور ۱۹۴۴ء) [2] آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۲۸۴
(کراچی ۱۹۵۸ء)

اس عہدہ کو چھوڑ کر فوراً مخدوم نے بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت اختیار فرمائی اور ایک مدت تک ہند پاکستان سے باہر رہے۔ محمد تغلق کے عہد کا کوئی اور واقعہ نہیں ملتا، ایک موقعہ پر حضرت مخدوم نے سلطان محمد تغلق کی بخشش کے لئے دعا مانگی تھی۔[1]

ملوک و ولاۃ کے متعلق نقطہ نظر

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا الملتانی کے خاندان کا اثر و نفوذ ان کے پوتے شیخ رکن الدین ابو الفتح کے زمانہ تک خوب رہا، اس کے بعد اس میں کمی آگئی اور اس سہروردی خاندان کے متوسل حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی شہرت دور دراز تک پھیلی اور مخدوم اس وقت سندھ و پنجاب کے علاقے میں خاص امتیاز و اختصاص کے مالک تھے۔

حضرت مخدوم کا دور بادشاہت و ملوکیت کا دور تھا، بادشاہ کے اختیارات نہایت وسیع تھے، لیکن تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ بہت کم بادشاہوں نے ان اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھایا، عموماً خوف خداوندی اس دور کے حکمرانوں کو جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہیں دیتا تھا، پھر بھی بادشاہت کے چند لوازمات کی وجہ سے بعض مشائخ شاہی درباروں سے الگ رہے اور انہوں نے کبھی کبھی ان عادل بادشاہوں پر بھی آزادی سے تنقید کی جو بہ تقاضائے بشریت کسی وقت کوئی کام رعایا کے مفاد کے خلاف یا شریعت اسلامیہ سے ہٹ کر کر گذرتے تھے، مشائخ چشت عموماً درباروں سے الگ تھلگ رہ کر مجاہدہ و مکاشفہ اور اصلاح نفس و تبلیغ کے کاموں میں لگے رہے۔ سہروردی سلسلے کے شیوخ کا مسلک ان سے جداگانہ تھا، وہ درباروں سے قریب رہ کر بادشاہوں کو نصیحت کرنے

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۰۹۔

صحیح رائے اور مشورہ دیتے رعایا کے ساتھ عدل و انصاف اور شریعت کے مطابق ان سے عمل کرانے کو ضروری خیال کرتے تھے، چنانچہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رح حضرت صدر الدین عارف رح اور حضرت شاہ رکن الدین رح اسی مسلک پر قائم تھے، حضرت مخدوم نے بھی اپنے خاندان کے ان بزرگوں کی پیروی کی، ان کا تعلق فیروز شاہ تغلق کے دربار سے نہایت مستحکم تھا، یہ نیک و عادل بادشاہ ان کے صلاح و مشورہ کو قبول کرتا اور اس پر عمل پیرا ہوتا، حضرت مخدوم بھی اس کے ساتھ پوری طرح تعاون کرتے، ان کے نزدیک ہر سلطان عادل کی ہستی برگزیدہ تھی اور وہ اس کی اطاعت کو اطاعت خداوندی کے مترادف قرار دیتے تھے۔ ان کے مرید خاص اور مرتب سراج الہدایہ احمد معین سیاہ پوش حضرت مخدوم کی ایک حدیث کے متعلق گفتگو نقل کرتے ہیں جس سے مخدوم کے نقطۂ نظر کا اندازہ ہوگا۔

سوال کردم از خدمت سید السادات .... چوں پادشاہ ظالم و ستمگار است در حق او ایں حدیث پیغامبر است یا نے جواب فرمودند ــــــ

پادشاہان روئے زمین برگزیدگان خدا اند عز و جل لہٰذا ہیچ سبیل باہانت و ترک فرمان الشان در شرع و عادات درست و جائز نیست، لہٰذا چند عبادات و طاعات را حق سبحانہ تعالیٰ مفوض در امر الشان گردانیدہ است۔ چوں نماز جمعۂ عید و ستدن بیت المال باذن و بعلم الشان حلال است

میں نے سید السادات کی خدمت میں سوال پیش کیا...... جب بادشاہ ظالم و ستمگار ہو تو اس کے حق میں یہ حدیث پیغمبر کی ہے یا نہیں جواب میں فرمایا ــــــ

روئے زمین کے بادشاہ خدائے بزرگ و برتر کی برگزیدہ مخلوق ہیں، ان کے حکم کی خلاف ورزی یا اہانت شرع میں کسی طرح درست و جائز نہیں ہے چنانچہ بعض عبادات و طاعات اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے تفویض کی ہیں جیسے نماز جمعہ و عید اور بیت المال کا مال لینا ان کے علم اور حکم

ل؎ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم زمانہ کے عام رجحان کے مطابق نظریہ کی حد تک عدل کی شرط کے بغیر "السلطان ظل اللہ" کے قائل تھے۔

پس مخالفت وسامر الشان سراً و علانیہ
جائز نیست۔ اے غافل! تراکہ از بیت
المال دیہہا و انعامات و ولایتہا دادہ
اند، روقت تنگی کار آید چوں در کار
بادشاہ دورے ومہمے کہ او را پیش آید تو مدد
معاونت او نکنی و با او مخالف بخصمے
پیش بیائی، این ہمہ وجرمات خوردن و
ستدن حرام است قال النبی من
اطاع السلطان فقد اطاعنی
من اطاعنی فقد اطاع اللہ
من اطاع اللہ فھو مغفور لہ[1]

سے حلال ہے پس کسی معاملہ میں ظاہر یا
پوشیدہ ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ اے
غافل! تجھے بیت المال سے گاؤں، دیہات
انعامات اور علاقے دیتے ہیں تاکہ تنگی کے
وقت تیرے کام آئیں جب بادشاہ کو کوئی
کام یا مہم پیش آئے اور تو اس کی امداد نہ کرے
یا اس کے مخالف سے دشمنی سے پیش نہ
آئے تو ان تمام عطیات کا کھانا اور لینا حرام
ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے
کہ جس نے سلطان کی اطاعت کی اس نے
میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت
کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے
اللہ کی اطاعت کی وہ بخشا گیا۔

خزانہ جلالی کا پندرھواں باب "فی ذکر تعظیم الولات وآداہم" میں قلمبند ہوا ہے
اس کے آغاز میں حضرت مخدوم فرماتے ہیں[2]

مشائخ مکہ و مدینہ و خراسان قدس اللہ ارواحہم
این کمینہ را وصیت کردہ اند کہ ہمہ حال

مکہ، مدینہ اور خراسان کے مشائخ نے اس
خاکسار کو وصیت کی ہے کہ ہر حال میں حکمراں

۱۔ سراج الہدایہ (ملفوظات مخدوم جہانیاں) ورق ۱۹۔۲۰

۲۔ خزانہ جلالی ورق ۲۲۵ ب

وقت ما مخلص ونیک خواہ باشی و برائے کارہائے مردمان بر ایشان قدم زنی و فتوح ایشاں قبول کنی مگر توقع نکنی کہ بر تو آیند۔	کا مخلص اور نیک خواہ رہنا چاہئے اور ان کے پاس لوگوں کے کام کے لئے جانا چاہئے اور ان کے تحائف قبول کرنے چاہئیں اور یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ وہ تمہارے پاس آئیں

ایک مرتبہ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بادشاہ کے لئے بد دعا نہ کرنی چاہئے بلکہ اصلاح کی دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! تو امام وامرت کو اور حاکم ومحکوم کو صالح و درست کر دے[1]۔

ایک موقع پر اولوالامر کے سلسلہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت مخدوم نے شیراز میں فرمایا کہ اگر ایک شخص خدا کی اطاعت کرے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے اور اولوالامر کی اطاعت نہ کرے تو اس کی وہ اطاعت قبول نہ ہوگی، شیراز کے بادشاہ کو جب اس تقریر کا علم ہوا تو وہ خود ان سے ملنے آیا اور کہا کہ اولوالامر کے متعلق جو تقریر آپ نے کی ہے میں نے ایسی تقریر اس سے قبل کسی دوسرے عالم سے نہیں سنی، مخدوم نے فرمایا کہ یہ توجیہات مکہ مبارکہ کے علماء وفقہاء نے بیان کی ہیں، بادشاہ نے دو طشت چاندی اور سونے کے سکوں سے بھرے ہوئے نذر کئے ہیں[2]۔

اسی کے ساتھ حضرت مخدوم نے والیان ملک اور حکام کو توجہ دلائی کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کی خبرگیری اور ان کی ضروریات کا لحاظ رکھیں اور مخلوق کے ساتھ حکام کو نیک سلوک کرنا چاہئے اور رشوت نہیں لینی چاہئے۔ خزانہ جلالی میں ہے[3]

---

[1] الدر المنظوم ص ۸۰۵

[2] الدر المنظوم ص ۶۶۳ تا ۶۶۴

[3] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۲۵ ب

بر ولات واجب است کہ تفتیش احوال مسکیناں وفقراء کنند کہ اگر گرسنہ و برہنہ و تشنہ باشند مایحتاج ایشاں را از بیت المال بدہند و اگر ندہند فردا قیامت ایشاں را برائے ایں معنی عقوبت کنند۔

حکام پر واجب ہے کہ فقراء و مساکین کے حالات کی تفتیش کریں اور اگر وہ بھوکے ننگے اور پیاسے ہوں تو جن چیزوں کی ان کو ضرورت ہو بیت المال سے دیں اگر نہ دیں گے تو کل قیامت کے دن ان کو اس سلسلہ میں عذاب ہوگا۔

ایک مرتبہ والی اوچ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو نصیحت کی کہ مخلوق کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا چاہئے خزانہ جلالی میں ہے[1]۔

"بعد از جمعہ والی بخدمت مخدوم ..... بزیارت آمد، اورا وصیت کرد کہ اے برادر! با خلق خدائے تعالیٰ زندگانی نیکو باید کرد تا از دلہائے بندگان خدا عز و جل نیفتی"

جمعہ (کی نماز) کے بعد حاکم مخدوم کی خدمت میں زیارت کے لئے آیا اس کو وصیت کی کہ اے بھائی! تجھے مخلوق خدا کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا چاہئے تاکہ تو خدا کی مخلوق کے دلوں سے نہ گرنے پائے۔

ایک موقعہ پر حضرت مخدوم نے فرمایا:[2]

"رشوت و خدمتہا برائے مقطعاں و ملوک دیگر می دہد روا نیست حرام است"

جاگیرداروں، بادشاہوں کو جو رشوت و نذر دیتے ہیں یہ روا نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

---

[1] ایضاً ورق ۲۳۲ب۔

[2] الدر المنظوم ص ۸۵۲۔

سلطان فیروز شاہ تغلق سے تعلقات

حضرت مخدوم کے تعلقات فیروز شاہ تغلق سے بہت اچھے تھے وہ ہر دوسرے تیسرے سال دہلی تشریف لے جاتے تھے[1] سراج عفیف لکھتا ہے[2]

"بادشاہ اور جناب کے درمیان بے حد محبت تھی اور یہ دونوں بزرگوار باہمی محبت میں اضافہ کرنے کی سعی فرماتے تھے"

حضرت مخدوم اور فیروز شاہ کے یہ تعلقات ایسی ساعت سعید میں قائم ہوئے کہ آخر تک استوار رہے، خیال یہ ہے کہ ان تعلقات کا آغاز فیروز شاہ کی تخت نشینی ہی سے ہو گیا تھا جو سنہ ۷۵۲ھ میں ہوئی تھی اور جانبین کے ان تعلقات میں درمیانی کڑی حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی ذات اقدس معلوم ہوتی ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے سلسلۂ چشتیہ میں خلیفہ تھے[3]۔ جب سلطان محمد تغلق کی طلبی پر حضرت چراغ دہلی ٹھٹھہ تشریف لے گئے تو راستے میں اوچ میں حضرت مخدوم کے والد احمد کبیرؒ کے پاس ٹھہرے تھے اور مخدوم کے والد نے حضرت چراغ دہلیؒ کی مدد بھی کی تھی[4]۔ اتفاق کی بات سلطان محمد تغلق کا سفر سفر آخرت ثابت ہوا اور تخت سلطنت فیروز شاہ کو ملا، شیخ نصیر الدینؒ نے فیروز شاہ تغلق سے عدل و انصاف کرنے کا وعدہ لیا[5] اور اس کے بعد حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ نیز دوسرے

---

[1] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) اردو ترجمہ از فدا علی ص ۳۴۳ (دارالترجمہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۸ء)
[2] ایضاً ۳۴۴ [3] الدر المنظوم ص ۴۷۱-۴۷۲ و مرأۃ العالم از بختاور خاں (قلمی) ورق ۳۵۹ ب (مخزونہ نیشنل میوزیم پاکستان (کراچی)) [4] الدر المنظوم ص ۳۴۰
[5] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۵۴

ارکان دولت نے اس کو تخت پر بٹھایا[1]۔ فیروز شاہ ٹھٹھہ سے واپسی پر اوچ پہنچا اور حضرت شیخ جمال کی خانقاہ کی معافیات ان کے فرزندوں کے حق میں بحال کیں۔ برنی لکھتا ہے[2]

در اچہ آمد و در باب سکنہ اچہ بانواع مراحم فرمود و نان دادو ادرار و زمین و وظیفہ ایشاں کہ سالہا باز کشیدہ بودند بر ایشان مسلم و مقرر داشتہ و ملتمسات اچیاں را باجازت مقرون گردانیدند۔	(فیروز شاہ تغلق) اچہ میں آیا اور اچہ کے بسنے والوں پر طرح طرح کی مہربانیاں فرمائیں ان کی معاش، معافی، زمین اور وظیفے جو ایک مدت سے بند ہو گئے تھے منظور کئے اور اہل اچہ کی درخواستوں کو قبول فرمایا۔

ایک مرتبہ فیروز شاہ نے حضرت مخدوم کی خانقاہ کے لئے وظیفہ مقرر کیا اور انعامات دئے تو آپ نے بادشاہ کے اس اقدام کو ان الفاظ میں سراہا:۔

وظیفہ خانقاہ و انعامات کہ شاہ فیروز ما را دادہ اند .... بجہتہ نفع رسانیدن خلق خدا، قبول کردہ شدہ است[3]۔	خانقاہ کا وظیفہ اور انعامات جو بادشاہ نے ہم کو دئے ہیں .... وہ خلق خدا کو نفع پہنچانے کی غرض سے قبول کرتے ہیں۔

"سکنہ اچہ" میں حضرت مخدوم کی حیثیت ہر اعتبار سے نمایاں و افضل تھی اور اس علاقہ میں ان کا خاص اثر و رسوخ تھا اس لئے خیال ہے کہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور سلطان فیروز شاہ کے تعلقات کا آغاز اس موقع پر ہوا ہوگا۔ حضرت مخدوم کے چھوٹے بھائی صدر الدین راجو قتال سلطان فیروز شاہ کے لشکر میں گئے بادشاہ نے ان کو مراحم خسروانہ سے نوازا اور ایک گاؤں ان کے نام کر دیا اور دو ہزار ٹنکے نقد

---

[1] تاریخ فیروز شاہی (برنی) ص ۵۳۵ تا ۵۳۶ [2] ایضاً ص ۵۳۹۔
[3] سراج الہدایہ (قلمی) ورق ۱۱۱۔

بھیش کئے۔ حضرت مخدوم کے پاس جو فتوحات پہنچی تھی آپ اس کو رد نہیں کرتے تھے[1]۔ اس سلسلہ میں حضرت مخدوم نے اپنے استاد اور سہروردی سلسلہ کے نامور شیخ حضرت جمال خنداں روؒ کا واقعہ کئی مرتبہ بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنے مشائخ ملتان کے اتباع میں بادشاہ کے گاؤں قبول کرلئے تھے[2]۔ اس سلسلے میں حضرت مخدوم کا نظریہ تھا کہ شاہی معافی قبول کرنی چاہئیں اور انہوں نے قبول کیں۔

سندھ کے معاملات[3]

سندھ میں سومرہ حکومت کے بعد سمہ خاندان برسراقتدار آیا[4] اور خیال ہے کہ اس خاندان کا پہلا سردار انر تھا اور بانہبینہ اس کا بیٹا تھا۔ بانہبینہ کے متعلق عین الملک ماہرو گورنر ملتان نے گورنر گجرات کو لکھا کہ یہ سرحد گورنر ملتان اور گجرات کے لئے پریشانی کا باعث ہے اور مغلوں سے ساز باز

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۵۰ [2] ایضاً ص ۲۰۸ [3] ایضاً ص ۴۵۸۔۴۵۹، ۲۰۶ [4] ڈاکٹر ریاض الاسلام (کراچی یونیورسٹی) کا ایک قابل قدر مقالہ "دی رائز آف دی سمانان سندھ" اسلامک کلچر حیدرآباد (دکن) اکتوبر ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ مقالہ ہم عصر ماخذ منشات ماہرو، سیرت فیروزشاہی، فتوحات فیروزشاہی اور ملفوظات مخدوم جہانیاں گشت وغیرہ کی روشنی میں مرتب ہوا ہے۔ اس مقالہ سے ہم نے کافی استفادہ کیا ہے۔ سومرہ اور سموں کے سلسلہ میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کا مضمون "کرانولوجی آف دی سمہ رولرس آف سندھ" اور شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ مرحوم کا مقالہ "اے ڈارک پیریڈ ان دی ہسٹری آف سندھ" بھی قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں مقالے پاکستان ہسٹاریکل ریکارڈس اینڈ آرکائیوز کمیشن کے دوسرے اجلاس منعقدہ پشاور (فروری ۱۹۵۰ء) کی روداد (مطبوعہ کراچی ۱۹۵۲ء) میں شائع ہوئے ہیں۔ [5] بانہبینہ کے تلفظ اور املا میں اختلاف ہے ڈاکٹر ریاض الاسلام نے ہم عصر ماخذ کی روشنی میں اس کا املا اور تلفظ بانہبینہ (BANHBINA) اختیار کیا ہے (ملاحظہ ہو اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء)

جام جونا کا نام علاء الدین اور بانہبینہ کا نام صدر الدین تھا[2]، یہ دونوں چچا بھتیجے جنوبی سندھ میں حکمراں تھے، خیال یہ ہے کہ جب فیروز شاہ تغلق بنگال کی مہم ۷۶۲ھ (۱۳۶۰-۶۱ء) میں مصروف تھا تو بانہبینہ نے حکومت دہلی کے خلاف ناپسندیدہ حرکات اور خود مختاری کے انداز شروع کر دیے۔ منشآت ماہرو کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ فیروز شاہ کے ابتدائی دور حکومت میں بانہبینہ نے مغلوں سے ساز باز کرکے پنجاب اور گجرات میں دہلی کی مرکزی حکومت کے لئے مشکلات پیدا کیں، برنی نے اس سلسلہ میں مغلوں کی ایک مہم کا ذکر کیا ہے کہ مغلوں نے مکران کے راستے سے ٹھٹھ کے حاکم کی مدد سے تاخت کی[3]۔ منشآت ماہرو میں ایک پروانہ ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جام جونا اور بانہبینہ نے شیخ الاسلام صدر الدین[4] اور مخدوم جلال الدین بخاری کے ذریعہ اقرار اطاعت کیا تھا۔ منشآت ماہرو کی اصل عبارت یہ ہے[5]۔

شیخ الاسلام صدر الدین و جلال الدین بخاری	وہ شیخ الاسلام صدر الدین اور جلال الدین
را درمیان آوردہ بودند و چناں عرضداشت	بخاری کو درمیان میں لائے اور انھوں نے
محول (محمول؟)	اس طرح کی عرضداشت لکھی کہ
دلا بینے کہ در تصرف داریم ہمہ وقت	یہ جو ملک ہمارے قبضہ میں ہے اس کی

---

[1] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء [2] ایضاً [3] ایضاً نیز ملاحظہ ہو تاریخ معصومی از میر معصوم بھکری (اردو ترجمہ اختر رضوی) تصحیح و حواشی از ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ص ۴۴ (سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء) [4] شیخ الاسلام صدر الدین ملتانی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ صدر الدین عارف، ص ۲۷۶ تا ۲۹۲ مولوی نور احمد خاں فریدی نے خلاصۃ الاحباب کے حوالے سے شیخ الاسلام صدر الدین کا سال وفات ۷۶۶ھ تحریر کیا ہے (ص ۲۹۲) ہمارے خیال سے شیخ الاسلام کا انتقال اس کے بعد ہوا ہے۔ [5] ملاحظہ ہو اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء۔

دو وجہ حشم ہا و خرج ہا درین دیار بمصرف
رسید و بعجز اند در خود چیزے واصل نمی شود
اکنون ما بندگان رعایا فرمان برداریم و از
راہ معنی لشکر اسلام ہستیم، ہرچہ درین حدود
آں لشکر می گردد تا گجرات و سلیکر بہ جانب
دیو معنی فرمان رسد اطاعت بنمائیم و
بہ پنجاہ سر اسپ کہ قیمت از یک لک
تنکہ زیادہ شدہ بہ بارگاہ برسانیم ہم غرض
لشکر و ہم خزانہ حاصل باشد . . . . . .
شیخ الاسلام و جلال الدین بخاری . . .
عرضداشت ایشان را بہ عز اجابت مقرون
گردانیدہ اند

. . . .

آمدنی فوج (انتظامیہ) کے اخراجات میں
خرچ ہو جاتی ہے اور شاہی خزانے میں
کچھ داخل نہیں ہو پاتا۔ اب ہم خدمت گزار
اور فرمانبردار رعایا ہیں اور ایک طرح سے
اسلام کی فوج ہیں اور جب وہ لشکر اس
علاقہ میں گجرات و ستیکر بہ جانب (؟)
تک آئے گا تو ہم رسد کے متعلق شاہی
احکام کی بجا آوری کریں گے اور ہم پچاس
گھوڑے حضور میں ارسال کریں گے جن کی
قیمت ایک لاکھ تنکہ ہو گی اس طرح ہم لشکر
اور خزانے کے مقصد کو پورا کر دیں گے۔
شیخ الاسلام اور جلال الدین بخاری کے ذریعے
ان کی عرضداشت قبول ہوئی۔

اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ مخدوم جہانیاں سیاسی معاملات میں کتنا درک رکھتے تھے۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام نے منشآت ماہرو کی روشنی میں نتیجہ نکالا ہے کہ یہ واقعات سنہ ۷۶۲ھ/۱۳۶۰ء تا سنہ ۷۶۴ھ/۱۳۶۵ء کے درمیان وقوع پذیر ہوئے۔

مہم ٹھٹھہ

محمد تغلق کا انتقال سندھ میں سنہ ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء میں ہوا تھا جب وہ طغی کو سزا دینے کی غرض سے ٹھٹھہ پہنچا تھا۔ طغی کو امیران ٹھٹھہ نے پناہ دی تھی ظاہر ہے کہ یہ بات فیروز شاہ تغلق کے ذہن سے نہیں نکلی ہو گی۔ اور ملتان کے تجربہ کار اور سیاست داں گورنر عین الملک ماہرو کے انتقال کے بعد ٹھٹھہ کے حکمران کلی طور سے آزاد ہو گئے اور مرکزی حکومت

سے برائے نام اطاعت بھی ختم کردی، فیروز شاہ نے ان حالات کے تحت ٹھٹھہ کا رخ کیا[1] اور وہ دہلی سے روانہ ہو کر اجودھن اور بھکر ہوتا ہوا سیوستان پہنچا اور یہاں سے پانچ ہزار کشتیوں کا بیڑہ بنا کر ٹھٹھہ پہنچ گیا، شاہی لشکر اور بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر جام اور بانبھینہ نے بھی خوب تیاری کی، طرفین سے معرکہ آرائیاں ہوئیں، شاہی لشکر میں رسد اور فوج کی کمی واقع ہوئی اور گھوڑوں کی بیماری پھیل گئی اور حقیقت یہ ہے کہ سرداران ٹھٹھہ کے مقابلہ میں شاہی فوج کو ہزیمت ہوئی اور بادشاہ نے گجرات کا رخ کیا[2]۔ بادشاہ گجرات جاتے ہوئے راہبروں کے فریب سے رن کچھ میں گھر گیا۔ یہ صحرائے لق و دق تھا اور اس میں راستہ اور پانی ناپید تھا[3] اور نقصانات عظیم کے بعد بادشاہ گجرات پہنچا۔

بادشاہ نے اس داغ ناکامی کو مٹانے کے لئے بہت تیاریاں کیں، گجرات سے سامان اور لشکر فراہم کر کے دہلی سے تازہ دم کمک منگوائی اور دوسرے سال کافی تیاریوں کے ساتھ گجرات سے ٹھٹھہ کا رخ کیا، ساکنان ٹھٹھہ کو اس امر کا خیال نہ ہوگا کہ فیروز شاہ اتنی جلدی واپس آجائے گا، محمد تغلق کی موت اور فیروز شاہ تغلق کی ہزیمت کو اس قدر شہرت حاصل ہو چکی تھی کہ سندھی عوام میں مندرجہ ذیل مقولہ مشہور ہو چکا تھا[4]

"برکت شیخ پٹھا، اک موا ایک نٹھا"

---

[1] ٹھٹھہ کی مہم کے سال کا تعین ڈاکٹر ریاض الاسلام نے ۱۳۶۵ء تا ۱۳۶۷ء کیا ہے — اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء)　[2] ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۵۴ تا ۹

[3] ایضاً ص ۲۶۹ تا ۷۵، نیز دیکھئے ہسٹری آف سندھ [?]، از [illegible]، ص ۱۳ تا ۲۰ [?] (مبئی [illegible] مدراس ۱۹۲۴ء)

[4] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء، اس مقولہ کے سلسلہ میں مزید بحث آگے آئے گی۔

— (٭) —

فیروزشاہ بڑی تیاریوں سے آیا تھا۔ اس نے ٹھٹہ کے نواح کی بکی ہوئی فصلوں پر قبضہ کرکے اہل ٹھٹہ کو بھوکوں مارنے کا منصوبہ باندھا، اس درمیان میں خان جہاں وزیر اعظم نے دہلی اور دوسرے صوبائی مرکزی مقامات سے مزید فوجی امداد فراہم کرکے ٹھٹہ بھیجی، بادشاہ نے چار ہزار اہل ٹھٹہ کو قید کر لیا، جب جام اور بانبھینہ نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ سخت پریشان ہوئے، انہوں نے مخدوم جہانیاں کی خدمت میں درخواست ارسال کی کہ آپ بادشاہ سے مصالحت کرا دیں۔ حضرت مخدوم اوچ سے شاہی لشکر میں تشریف لائے۔ سراج عفیف لکھتا ہے[1]

"حضرت جلال (بخاری) اوچہ سے فیروز شاہی لشکر میں تشریف فرما ہوئے ...... تمام اہل لشکر حضرت کے قدم بوس ہوئے، حضرت نے فرمایا کہ بابا اطمینان رکھو چند روز میں صلح ہو جائے گی ...... (جب وہ) نشان بارگاہ کے قریب پہنچے، د. بادشاہ نے نہایت خلوص سے احترام کیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو اپنے لشکر میں لے آیا۔"

حضرت مخدوم نے جام جونا اور بانبھینہ کو اطاعت کے لئے راضی کر لیا اور وہ دونوں سردار مجرم کی حیثیت سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔

اس واقعہ کا حوالہ ملفوظات میں اس طرح ہے[2]:

بار دوم سلطان فیروزشاہ بانبھینہ و جام رفتند و حضرت مخدوم قطب عالم نیز بر	دوسری مرتبہ سلطان فیروزشاہ بانبھینہ اور جام (کی تنبیہہ) کے لئے گیا، اور

---

[1] تاریخ فیروزشاہی (عفیف) ص ۱۷۲

[2] مناقب مخدوم جہانیاں ورق ۱۷۰ (مجلس ۵۹)

آمدند بجام و بانہبینہ رسیدہ اند تا صلح دہند زیرا چہ گویند اول کہ سلطان مذکور مرحوم قصد ٹھٹہ کردہ بودند خیلے خرابی مسلمان شدہ بود۔"

. . . .

حضرت مخدوم قطب عالم بھی جام و بانہبینہ کے لانے کے لئے گئے تاکہ انہیں صحیح راستے پہ لائیں کیونکہ جب پہلی مرتبہ سلطان مذکور مرحوم نے ٹھٹہ پر حملہ کیا تھا تو اس میں مسلمانوں کا (طرفین سے) بہت نقصان ہوا تھا۔

مگر سراج الہدایہ میں یہ روایت قدرے مختلف انداز میں بیان ہوئی ہے اور اس میں خرق و کرامت کا پہلو بہت نمایاں ہے[1]، غرض حضرت مخدوم کے درمیان میں پڑجانے سے شاہی بھرم بھی رہ گیا اور اہل ٹھٹہ بھی اپنی مراد کو پہنچے اور پہلے بانہبینہ و جام فیروز شاہ کے حضور میں مجرموں کی طرح یکے بعد دیگرے حاضر ہوئے، بادشاہ نے دونوں کو معاف کر دیا اور ٹھٹہ کی حکومت جام کے فرزند اور بانہبینہ کے بھائی تماچی کے سپرد ہوئی اور بادشاہ ان دونوں سرداروں کو دہلی لے گیا اور اس طرح ٹھٹہ مرکزی حکومت دہلی کے تابع ہو گیا۔ فیروز شاہی عہد کے ایک شاعر مطہر ساکن کڑہ نے ٹھٹہ کی فتح پر ایک ترکیب بند لکھا ہے، اس کے تین بند ملاحظہ ہوں[2]

دیدی کہ شہ چہ معجزہ بنمود در جہاد — کانصاف رزم بستر و داد ہنر بداد
در یک لگام ریز کہ شہ در دو غا بناخ — اقلیم سند و مملکت مولتان کشاد
فتح نمود در رسیہ ندارد کسے بیاد — تا امروز تا زمان کیومرث و کیقباد
بشنو کنون حکایت ایں فتح باعتقاد
تا گویمت تمام بایجاز و انتخاب

---

[1] ملاحظہ ہو اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء [2] ملاحظہ ہو "دیوان مطہر کڑہ" از ڈاکٹر وحید مرزا۔ (اورینٹیل کالج میگزین مئی ۱۹۳۵ء و اگست ۱۹۳۵ء)

چناں سپاہ برد کہ دریای دشت کوہ ؛ از سم اسپ آہن و پولاد شد ستوہ
صفہا کشیدہ خیل امیران گران شکوہ ؛ ہر یک صفے چو سد سکندر بصد گروہ
با ہول و ہیبتے کہ کند شوکت و شکوہ ؛ در لرزہ بد زمین و دل مرد دین پژمردہ
می خواست صبح دمان بر دم خرد ہ
کز بیخ برکنند بیکبارہ آن خراب

.... ؛ ....
کان قوم ہم بسم سیہ روی تافتند ؛ ناکردہ رزم سینہ ز ہیبت شگافتند
چنداں کہ چاہ عذر کز اندیشہ کافتند ؛ جز عجز و مسکنت رہ دیگر نیافتند
لابد رسن ز موی سر و ریش بافتند
بر دند روی عجز بدرگاہ آنجناب

فیروز شاہ تغلق جام اور بانبھینہ دونوں سرداروں اور دوسرے صاحب اثر و رسوخ مقدم اور زمینداروں کو اپنے ہمراہ دہلی لے گیا، دہلی میں ان لوگوں کے لئے سرائے میں رہنے کا انتظام کیا گیا، بعد کو یہ علاقہ سرائے ٹھٹھہ کے نام سے موسوم ہوگیا، دو لاکھ تنکے سالانہ ان دونوں سرداروں کے لئے علیحدہ علیحدہ مقرر ہوئے اور وقتاً فوقتاً تحائف و خلعت بھی ملتے دربار میں اعزاز و اکرام کے ساتھ صدر جہاں کے برابر نشست مقرر ہوئی اور بقول عفیف دہلی میں وہ اتنے خوش تھے کہ ٹھٹھہ کو بھول گئے[۱]

فیروز شاہ تغلق نے اگرچہ ٹھٹھہ فتح کرلیا مگر دوری کی وجہ سے امراء ٹھٹھہ دہلی کے اثر سے آزاد ہی رہے اور جلد ہی جام تماچی نے مرکزی حکومت کی اطاعت سے سرتابی اور بغاوت

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۸۰ تا ۲۸۱

لی اس مرتبہ بادشاہ نے جام جونا کو دفع شر کی غرض سے ٹھٹھہ بھیجا اور اس موقع پر بھی حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمات حاصل کی گئیں، اتفاق سے مخدوم صاحب اس زمانہ میں دہلی ہی میں تھے۔ خیال ہے کہ وہ جام جونا کے ہمراہ ہی ٹھٹھہ پہنچے ہوں گے۔ غرض مخدوم صاحب بغیر کسی رزم و معرکہ کے تماچی کو دہلی لے آئے[1] ملفوظات[2] میں ہے کہ:-

مجلس معلی در آنکہ حضرت مخدوم جہانیاں از ٹھٹھہ باز گشتہ می آیند کہ برائے در آوردن رائے تماچی رفتہ بودند۔	اس مجلس کا بیان کہ حضرت مخدوم جہانیاں ٹھٹھہ سے واپس آئے جبکہ وہ رائے تماچی کو لینے کے لئے گئے تھے۔

ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۷۷۲ھ/۱۳۷۱ء میں وقوع پذیر ہوا چنانچہ سراج الہدایہ میں ایک حوالہ موجود ہے[3]

بازگشتن سید السادات از جہم ٹھٹھہ درسمت حضرت دارالملک دہلی در ماہ مبارک رجب اثنان و سبعین و سبعمائۃ	سید السادات جہم ٹھٹھہ سے حضرت دارالملک دہلی کی طرف ماہ مبارک رجب ۷۷۲ھ/۱۳۷۱ء میں واپسی (ہوئی)

رائے تماچی کی جگہ جام جونا (علاءالدین) کو ٹھٹھہ کی حکومت ملی اور ایک یقینی شہادت موجود ہے کہ ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء تک وہ ٹھٹھہ کا حاکم تھا کیونکہ ٹھٹھہ سے دس میل کے فاصلہ پر موضع کجو (تعلقہ میر پور ساکرو) میں حاجی بوترابی[4] کی ایک خانقاہ ہے جو جام علاءالدین کے حکم سے صفر ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء میں تعمیر ہوئی اس خانقاہ کی مشرقی دیوار پر مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے[5]۔

---

١ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء ٢ مناقب مخدوم جہانیاں ورق ۱۸۷ (مجلس ۷۷)

٣ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء ۴ حاجی بوترابی کے لئے دیکھئے آب کوثر ص ۴۴

۵ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء۔

بعہد شہریار دہر سلطان داور ..... ؛ شہ فیروز منصور و مظفر در صف میداں

بامر سرفراز مسند خاص حضرت عالی ؛ کہ پائے قدر او اعلیٰ ز فرق فرقد تاباں

ستودہ جام جم سیرت علاء الدین دریا دل ؛ کہ از (جہانی؟) لطفش جہاں شد جملہ آباداں

برآمد این چنیں گنبد معلی کز صفا گوی ؛ بسال بیت معمورہ ست انبار این ایواں

مقام شیخ حاجی بوترابی آں ولی اللہ ؛ کہ بر درگاہ او گرد درد حاجات خلق آساں

بسال ہفصد و شصت و دو دو از ہجرت احمد ؛ زعون ایزد ذوالمن و الافضال والاحساں

بثالث ماہ صفر این روضہ میموں ؛ بسعی کمترین بندگاں موسیٰ بن شہ جاں

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کا سندھ کے عوام و خواص پر کتنا اثر تھا، مرکزی حکومت سے ان کے تعلقات بہت اچھے تھے بادشاہ ان کا بڑا اعزاز و اکرام کرتا تھا اور وہ بھی شاہی مفادات کا خیال رکھتے تھے، ملتان کا گورنر سیاسی تنازعات میں ان سے رجوع کرتا تھا، حاکمان ٹھٹھہ ان کو سفارشی مقرر کرتے تھے اللہ فیروز شاہ تغلق امیران ٹھٹھہ کو راہ راست پر لانے کے لئے ان کو بھیجا تھا، ان واقعات سے حضرت مخدوم کے سیاسی اثر و نفوذ کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم کی دہلی تشریف آوری

حضرت مخدوم ہر دوسرے تیسرے سال دہلی تشریف لے جایا کرتے تھے ۷۷۵ھ (۱۳۷۵ء) کا واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے حضرت مخدوم کی مجلس رشد و ہدایت منعقد تھی مشارق الانوار کا سبق ہو رہا تھا حضرت نے نواہی کا ذکر فرمایا اور ایک دیوان کے دو اشعار پڑھے:۔

شرم نہ داری کہ ہرگز می کنی ؛ نامہ خود را سیہ می کنی

سگ نہ کند با سگ بے گانگاں ؛ آنچہ تو با حضرت حق می کنی

اور حاضرین سے فرمایا کہ لکھو اور یاد کرو اس موقعہ پر شہزادہ ظفر خاں حد میت

حاضر تھا اس نے بھی لکھا[1]

۱۳۷۹ء میں جبکہ سلطان فیروز شاہ سامانہ کی مہم پر گیا ہوا تھا تو حضرت مخدوم نے دہلی میں ورود فرمایا چونکہ سلطان دہلی میں موجود نہ تھا اس لئے حضرت مخدوم کو دہلی میں قیام کرنا پڑا[2] اور اس زمانہ میں دہلی کے باشندوں نے حضرت مخدوم کے فیوض و برکات سے خوب فائدہ حاصل کیا، حضرت مخدوم کے دہلی کے زمانہ قیام میں حضرت کے مرید علاء الملک علی نے جو ملفوظات مرتب فرمائے ان کا نام جامع العلوم رکھا، اس میں دہلی کے قیام کے مفصل حالات موجود ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کے یہاں درس و تدریس کی مجلس منعقد ہوتی تھی اور رشد و ہدایت کا بیان ہوتا تھا، کبھی فقہ و شریعت کے اصول و احکام بتائے جاتے تو کبھی اخلاق و معاشرت کا بیان ہوتا اور کسی وقت تصوف و علوم باطنی کے اسرار و رموز حل فرمائے جاتے، تصوف کا بیان عام طور سے تہجد کے بعد ہوتا تھا۔

امراء و وزراء سے ملاقاتیں

دہلی کے قیام کے زمانہ میں امراء وزراء اور شہزادے حضرت مخدوم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے رہے، سلطان فیروز شاہ کے حکم کے مطابق خان جہاں وزیر حاضر ہوا[3] اس کو بادشاہ کا حکم تھا کہ وہ حضرت مخدوم کے ارشادات کی تعمیل کرے۔ اکثر حاضر ہوتا تھا، ایک مرتبہ خان جہاں حاضر خدمت تھا حضرت مخدوم نے فرمایا کہ شریعت کے موافق عدل کرنا چاہئے، ایک موقعہ پر خان جہاں وزیر ۲۴ جوڑے لے کر حاضر ہوا، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اگر مشروع کپڑے ہیں تو ہم استعمال کریں گے ورنہ اہل خانہ کے استعمال میں رہیں گے[4]، حاضرین نے عرض کیا کہ مشروع

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۳ [2]،[3] الدر المنظوم ص ۳۹۱

[4] ایضاً ۴۴۳ تا ۴۴۱، ۵۸۷ تا ۵۹۷ ۔

کپڑے میں حضرت مخدوم نے اس موقع پر مشروع و نامشروع لباس کا بیان فرمایا کہ سلطان کا دیا ہوا کپڑا پہنوں گا۔[1]

فیروز شاہ جب مہم سے واپس آیا تو شہزادہ محمود خاں کو بھیجا کہ حضرت مخدوم محل میں تشریف لاویں اور قیام پذیر ہوں مگر حضرت مخدوم کے ساتھ مریدین اور طلاب کی ایک جمعیت بھی لہذا منع کر دیا، مگر جب اصرار زیادہ ہوا تو ناچار حضرت مخدوم محل میں تشریف لے گئے، شہزادہ محمود خاں کو رخصت کرتے وقت مخدوم نے کلاہ پہنائی اور کچھ شیرینی بھی دی[2]
ایک وقت شہزادہ مبارک خاں حاضر خدمت ہوا اس کے بچے نامشروع لباس پہنے ہوئے تھے، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بچوں سے تو مواخذہ نہ ہو گا مگر ان کے دلی سے ہو گا۔[3] ایک مرتبہ نماز جمعہ میں حضرت مخدوم تشریف لے گئے، موذن نے اذان میں اللہ اکبر میں اکبر کو "اکبار" ادا کیا حضرت مخدوم نے افسر دربانان کو اس کی طرف توجہ دلائی سلطان کو جب خبر ہوئی تو موذن پر عتاب ہوا، موذن نے حضرت مخدوم سے رجوع کیا حضرت نے سلطان سے سفارش فرمائی۔[4]

ایک مرتبہ حضرت مخدوم نے خان جہاں سے فرمایا کہ میرے چند کام ہیں ان کو انجام دو:۔ (۱) رکن الدین مانک پوری کے تین گھوڑوں کا پروانہ (۲) شمس الدین فرمند اہمیں ان کو وظیفہ دو تاکہ وہ وطن چلے جائیں (۳) چند مستحقین کا استحقاق پورا کر دو، خان جہاں نے عرض کیا کہ نشان کرنے کا مجھے حکم نہیں ہے، باقی دونوں کام میں پورے کروں گا۔[5]

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۲
[2] ایضاً ص ۹۸ تا ۹۹
[3] ایضاً ۸۰ تا ۸۱۔
[4] الدر المنظوم ص ۳۲

— (☆) —

ایک موقع پر شہزادہ ظفر خان، اس کے بیٹے، تغلق شاہ اور دوسرے ارکان دولت حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بادشاہ نے فرمایا ہے کہ آپ صحن خانہ میں تشریف فرما ہوں تاکہ جلد جلد ملاقات ہو سکے، مخدوم نے قبول کیا اور چل دئے صحن خانہ میں نزول اجلال فرمایا، جمعہ کا دن تھا، غسل کے بعد نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں مؤذن نے اشد اکبر کی بجائے اللہ اکبر کہا، مخدوم نے تنبیہہ فرمائی نماز کے بعد بادشاہ، شہزادوں اور دوسرے ارکان دولت نے ملاقات کی اور رخصت کیا[1]۔

ایک مرتبہ سلطان فیروز شاہ کا پوتا مبارک خاں حاضر خدمت ہوا، بادشاہ نے دستر خوان حضرت مخدوم کے لئے مرحمت فرمایا تھا، حضرت مخدوم اس روز روزے سے تھے اس لئے اس کھانے کو رکھ دیا اور فرمایا کہ شام کو افطار کے وقت کھائیں گے اور یہ حدیث شریف پڑھی[2]۔

من فطر صائما	جو شخص روزے دار کو افطار کرائے اس
فلہ اجر مثلہ	کو بھی روزے دار کی طرح اجر ملتا ہے۔

قاضی علاء الدین صدر جہاں اکثر حضرت مخدوم کی خدمت میں تشریف لاتے تھے ایک مرتبہ صدر جہاں نے پوچھا کہ ختم تراویح کی رات میں امام کو چاہئے کہ چند آیتوں کے بعد سورۃ اخلاص پڑھے تاکہ نماز کا جواز متفق علیہ ہو جائے اس لئے کہ امام مالک کے نزدیک سورۃ قرآن کا پڑھنا مع سورۃ فاتحہ کے فرض ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ حضرت امام مالک کے نزدیک ایسا فرض نماز میں ہے نفل نماز میں نہیں ہے۔ میں نے ممالک عرب میں مالکیوں کو دیکھا ہے کہ تراویح ختم کرتے ہیں اور آخر میں کوئی سورت نہیں پڑھتے اور صحابہ

---

[1] الدر المنظوم ۷۹۸ تا ۷۹۹

[2] ایضاً ص ۸۰۱

کرامتے بھی ایسا ہی کیا ہے۔[1]

ایک مرتبہ صدر جہاں نے کسی کے ذریعہ حضرت مخدوم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں مشغول ہوں مگر مکاشفہ وغیرہ نہیں ہوتا، حضرت مخدوم نے جواب میں فرمایا کہ جو کوئی اس راہ سے ذکر و اذکار کرتا ہے اس کو کبھی مکاشفہ نہیں ہوتا[2]۔ قاضی صدر جہاں حضرت کے سلسلہ ارادت میں منسلک تھے اور اکثر حضرت مخدوم ان کے لئے دعا کیا کرتے تھے[3]۔

حضرت مخدوم دہلی کے قیام کے دوران میں اکثر شیخ الاسلام کے یہاں تشریف لیجایا کرتے تھے، ایک مرتبہ غرہ شعبان کی مبارکباد دینے کے لئے شیخ الاسلام کے یہاں پہنچے بڑے خلوص سے مصافحہ و معانقہ ہوا پھر مخدوم نے وضو کیا اور فرمایا کہ راہ میں نیند آگئی تھی بے وضو شیخ الاسلام کو کیونکر دیکھوں! شیخ الاسلام نے فرمایا کہ آپ لوگ زندہ دل ہیں پھر شیخ الاسلام کی مزاج پرسی کی کیونکہ اس سے پہلے مزاج ہمایوں کچھ ناساز تھا اور شیخ الاسلام نے حضرت مخدوم کی خدمت میں ملک علی طبیب کو بھیجا تھا، پھر مسجد جامع میں اعتکاف کرنے کے لئے طے ہوا اس درمیان میں ایک مرید حاضر ہوا، حضرت مخدوم نے کہا کہ پہلے حضرت شیخ الاسلام کی دست بوسی کرو چنانچہ ایسا ہی ہوا[4]۔ دہلی سے رخصت کے موقعہ پر بھی حضرت مخدوم شیخ الاسلام کی خدمت میں تشریف فرما ہوئے[5]۔

دہلی میں عید الاضحی

۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں بقر عید کے موقع پر حضرت مخدوم دہلی میں مقیم تھے اس عید کا تفصیلی بیان مولانا علاء الدین نے

۱؎ الدر المنظوم ص ۲۷۹ ۲؎ ایضاً ص ۳۰۳ ۳؎ ایضاً ص ۳۱۶
۴؎ الدر المنظوم ص ۲۷۹ ۵؎ ایضاً صفحہ ۳۱۶ ۶؎ ایضاً ص ۷۶۵ تا ۷۵۹۔

جامع العلوم میں قلم بند کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بقر عید کی رات میں نماز عشاء کے بعد چار رکعت نماز ادا کی اور اعتکاف سے باہر نہیں آئے اور فرمایا کہ میں اپنے یاروں کے واسطے عیدی مانگتا ہوں اور خیر چاہتا ہوں[1]۔

عید اضحیٰ کے دن نماز فجر کے بعد نو دو سنہ اسمائے باری تعالیٰ کے ورد سے طلوع آفتاب سے قبل فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد غسل کیا۔ جب آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تو پالکی میں سوار ہو کر عید گاہ تشریف لے گئے احباب و اعزاء و مریدین ہمراہ تھے سب لوگ تکبیر کہتے جاتے تھے، جب نماز گاہ کے قریب پہنچے تو اتر پڑے تازہ وضو کیا اور ریش مبارک میں کنگھی کی نماز کے لئے محراب کے روبرو صف اول میں بیٹھے خطیب کو آنے میں قدرے دیر ہوئی تو حسن خادم کو طلب فرماکر حکم دیا کہ داروغۂ مطبخ سے کہہ دو کہ نماز پڑھنے کے بعد فوراً چلا جائے اور دستر خوان کرے اور کھانا تیار کرے۔ اسی درمیان میں خان جہاں اور صدر جہاں بھی عید گاہ میں پہنچے صدر جہاں نے نماز کے بعد اپنے گھر مدعو کیا[2]۔

نماز عید میں خطیب سے کچھ سہو ہو گیا فراغ نماز کے بعد تمام ائمہ اور صدور نے حضرت مخدوم سے رجوع کیا حضرت مخدوم نے فرمایا کہ عید کی تکبیریں واجب ہیں اس لئے اعادہ کرنا چاہئے، مگر چونکہ مخلوق کثیر ہے اس لئے اعادہ مناسب نہیں ہے، اس کے بعد خطیب نے خطبہ ادا کیا، نماز عید کے بعد حضرت مخدوم نے چار رکعت مزید ادا کی اس کے بعد پالکی میں سوار ہو کر صدر جہاں کے گھر پہنچے وہاں تمام ائمہ، صدور و قضاۃ، علماء، خطباء حکماء، اکابر مفتی اور دیگر اعزاء موجود تھے اس کے بعد نماز و اذان کی بے احتیاطی کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد اپنے استاد عبد اللہ مطری کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ مدینہ

[1] الدر المنظوم ص ۵۶ تا ۵۹۔

رمضان کے عشرۂ آخر میں لوگ معتکف ہوتے ہیں، نیز فرمایا کہ قبروں کے پاس کھانا پینا نہیں چاہئے یہ مکروہ ہے، بلکہ ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر مردہ کو ثواب بخشنا چاہئے اس کے بعد نماز اشراق ادا فرمائی، پھر سیخ کے کباب کھائے اس کے بعد کھانا کھایا، اور رخصت ہوئے۔[1]

سلطان فیروز شاہ سے ملاقاتیں

حضرت مخدوم آنز دہلی تشریف لے جایا کرتے تھے خود بادشاہ فیروز شاہ تغلق استقبال کے لئے آتا تھا حضرت مخدوم کبھی تو منارہ سے متصل کوشک محل میں کبھی شفا خانے میں اور کبھی شاہزادہ فتح خاں کے حظیرے میں قیام فرمایا کرتے تھے اور اپنی قیام گاہ سے مقررہ طریقہ کے مطابق بادشاہ سے ملاقات کے لئے تشریف لیجاتے، جیسے ہی مخدوم محل حجاب میں پہنچکر سلام کرتے بادشاہ تخت گاہ پر ایستادہ ہو جاتا اور ملاقات کرتا، واپسی پر بھی بادشاہ اسی اعزاز کے ساتھ رخصت کرتا، فیروز شاہ تغلق بھی دوسرے تیسرے روز حضرت مخدوم کی قیام گاہ پر حضرت سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتا۔[2] آخری مرتبہ حضرت مخدوم ۷۸۱ھ (۱۳۷۹ء) میں تشریف لے گئے اس موقع کی چار ملاقاتوں کا مولانا علاء الدین نے جامع العلوم میں ذکر کیا ہے۔

(۱) ۲۰ ذی الحجہ ۷۸۱ھ (۱۳۷۹ء) کو فیروز شاہ تغلق حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نہایت تعظیم و تکریم کی اس موقع پر حضرت مخدوم نے صحاح سے مندرجہ ذیل حدیث پڑھی کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رزین سے فرمایا:۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۶۰۷ تا ۶۴۷

[2] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۳۴۴۔

یا ابارزین اذا خلوت فاکثر ذکر اللہ وزر فی اللہ فانہ من زار فی اللہ شیعہ سبعون الف ملک ویقولون وصلنا الیہ فیک فصلہ۔	اے ابورزین جب تم خلوت میں ہو تو کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور اللہ کے لئے زیارت کرو جو شخص اللہ کے لئے زیارت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس بندے کی طرف پہنچے پس اس کو بدلہ دے۔
....	

پھر حضرت مخدوم نے سلطان سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تم کو جزائے خیر دے کہ میری ملاقات کے لئے آئے، سلطان نے عرض کیا کہ یہ حدیث شریف مع ترجمہ مجھے مرحمت فرمائیں حضرت مخدوم نے وہ حدیث لکھ کر دیدی، اس کے بعد حضرت مخدوم کو جو کچھ سلطان سے کہنا تھا وہ کہا اور جن کے لئے وظائف وغیرہ مقرر کرانے تھے وہ بھی کرائے اور تیس سے زیادہ آدمیوں کو بادشاہ نے کپڑے مرحمت فرمائے اور رخصت ہو گیا۔[1]

(۲) ۲۴ ذی الحجہ ۷۸۱ھ کو سلطان فیروز شاہ سے ملاقات ہوئی دہلی سے واپسی کے متعلق گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ بعد عشرہ محرم حضرت مخدوم اوچ تشریف لے جائیں گے۔[2]

(۳) غرہ محرم ۷۸۲ھ ۱۳۸۱ء کو سلطان فیروز حضرت مخدوم سے ملنے کے لئے آیا آپ نماز اشراق پڑھ رہے تھے، سلطان کھڑا رہا جب آپ فارغ ہوئے تو سلام و مصافحہ ہوا سلطان نے پھولوں کی ایک ٹوکری نذر کی وہ پھول تمام حاضرین میں تقسیم کردئے گئے، مخدوم نے بادشاہ سے فرمایا کہ میرا ارادہ خود حاضری کا تھا آپ تشریف لے آئے، اس کے بعد مولانا سراج الدین

---

[1] الدرالمنظوم ص ۷۶۴ تا ۷۶۵۔

[2] الدرالمنظوم ص ۸۶ تا ۸۱۱

کی امامت میں دو رکعت نماز ادا کی نماز میں سلطان بھی شریک تھا، نماز کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ امام شافعی کے نزدیک نفل نماز باجماعت ادا کی جا سکتی ہے اور فقہ کافی کے حوالہ سے ارشاد فرمایا کہ عبادت میں غیر مسلک پر عمل کیا جا سکتا ہے مگر معاملات میں غیر مسلک پر عمل جائز نہیں ہے، پھر سلطان فیروز شاہ سے نماز کی سنت، خانۂ کعبہ کی زیارت، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مراتب، خرقۂ مشائخ اور دشمن نفس پر گفتگو رہی، اس کے بعد مولانا جمال الدین معبری کے صاحبزادے، شیخ بہاء الدین زکریا کے پوتوں، اپنے رشتہ داروں، خادموں، عزیزوں کے لئے سلطان سے وظائف مقرر کرائے، اس کے بعد ایک ہندو بچہ کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا، سلطان نے اس کے وظیفے کا بھی وعدہ کیا[1]

(۴) ۔ محرم ۷۸۲ھ / ۱۳۸۰ء کو بادشاہ ملاقات کے لئے آیا بہت گفتگو ہوئی علوم منی کے متعلق مخدوم نے یہ شعر پڑھا۔

ہمن بس بلند روزی کن
کہ من از تو ہمیں تمنا خواہم

بادشاہ کو یہ شعر بہت پسند آیا اور سلطان نے خود لکھا، سید الحجاب سلطان کے ہمراہ تھا اس نے شیخ امین الدین کے مندرجہ ذیل ابیات لکھے[2]

ہر آں کو غافل از وے یک زمان است ⁂ در آں دم کافر است اما نہان است
مبادا غائبے پیوستہ باشد ⁂ در اسلام بر وے بستہ باشد
حضوری بخش اے پروردگارم ⁂ کہ من غائب شدن طاقت ندارم

(۵) ۱۳ محرم ۷۸۲ھ / ۱۳۸۰ء کو حضرت مخدوم سلطان سے رخصت ہونے کے لئے تشریف

۱؎ الدر المنظوم ص ۸۱۲ تا ۸۱۳ ۲؎ و ۳؎ ایضاً ص ۸۳۶

، سلطان خانے میں نماز ادا کی پھر بعض مسائل فقہ پر گفتگو رہی، اس کے بعد بعض لوگوں
خواستیں حضرت مخدوم نے پیش کیں جن کو سلطان نے قبول کیا، یہ سلطان سے رخصتی
ت تھی۔[۱]

حضرت مخدوم اوچ میں رہتے ہوئے اکثر لوگوں کی سفارش سلطان فیروز شاہ
ت سے فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ اوچ کے ایک امیر مردان دولت کو خیال ہوا کہ بادشاہ
ک کے باپ سے ناراض ہے تو اس نے حضرت مخدوم سے سفارش چاہی۔[۲] اسی طرح حضرت
دوم کے ایک مرید خواجہ محمد ظفاری نے مقروض ہونے کی شکایت کی تو حضرت نے سلطان
وزشاہ تغلق سے سفارش کی اور سلطان نے خواجہ ظفاری کی مدد کر دی۔[۳] ایک مرتبہ ایک مسکین
ی نے حضرت مخدوم سے عرض کیا کہ حج کو جانا چاہتا ہوں، میرے لئے کچھ مدد سلطان سے
لوا دی جائے، حضرت مخدوم نے اس کی سفارش سلطان سے کر دی اور اس کا کام ہو گیا۔[۴] اس
رح اکثر کام سلطان سے حضرت مخدوم غرباء و مساکین، اعزاء و اقارب اور مریدین و متعلقین
ے کروا دیا کرتے تھے، سلطان بھی حضرت مخدوم کا بڑا لحاظ کرتا تھا۔

مولانا علاء الدین مرتب جامع العلوم نے حضرت مخدوم کی دہلی سے واپسی کے حالات
تفصیل سے قلم بند کئے ہیں غرض ۱۷ محرم الحرام ۷۸۲ھ کو حضرت مخدوم اوچ کی جانب روانہ
ہو گئے، لوگوں نے حضرت مخدوم کے قدم چومنے چاہے مگر انہوں نے لوگوں کو ایسا کرنے سے
باز رکھا۔[۵]

۱؎ الدر المنظوم ص ۸۵۲ — ۲؎ ایضاً ص ۶۳۲،۱۲۹
۳؎ ایضاً ص ۳۷۲ — ۴؎ ایضاً ص ۳۵۵
۵؎ ایضاً ص ۸۵۱ تا ۸۵۵

فیروز شاہ کی اصلاحات پر ایک نظر

سلطان فیروز شاہ عادل، مذہب اسلام کا شیدائی اور شریعت غرا کا پابند تھا۔ غیر اسلامی رسوم اور بدعات کا سخت مخالف تھا۔ علماء، فقراء اور صوفیاء سے اعتقاد رکھتا تھا۔ حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کے نواسے شیخ علاء الدین اجودھنی کے حلقۂ ارادت میں منسلک تھا۔[1] ایک موقع پر جب سلطان دیپال پور سے لوٹا تو اجودھن میں حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کے مزار پر حاضری دی اور ان کے خاندان کے لوگوں کے وظائف مقرر کئے۔[2]

حضرت مخدوم اور سلطان فیروز شاہ کے تعلقات پر روشنی ڈالی جا چکی ہے، سلطان فیروز شاہ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوتا، مواعظ سنتا، حضرت کے ارشادات پر عمل کرتا اس طرح امراء، وزراء اور شہزادے بھی حضرت مخدوم سے مستفیض ہوتے تھے، سلطان فیروز شاہ کی اصلاحات میں حضرت مخدوم کی تعلیمات کے اثرات نمایاں طور سے نظر آتے ہیں سراج عفیف لکھتا ہے[3]

> "علماء و مشائخ ہر وقت بادشاہ کے قریب رہتے تھے اور اسی لئے فیروز شاہ کو ہمیشہ مکروہ، حرام اشیاء و افعال کا علم ہوتا رہتا تھا، بلکہ یہ مقدس گروہ ممالک محروسہ کے ہر محصول سے اپنے جواز و عدم جواز سے بادشاہ کو مطلع کرتا تھا اور فیروز شاہ ہر نامشروع محصول سے دست کش ہو جاتا اور اس طرح بے حد نقصان برداشت کرتا تھا۔"

فیروز شاہ سے قبل بہت سے ایسے محصول رعایا سے وصول کئے جاتے تھے جو شرعی طور سے

---

[1] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۵۲ [2] تاریخ فیروز شاہی (برنی) ص ۵۳۴

[3] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۵۴

مناسب نہ تھے جن کا بار عام رعایا اور پیشہ ور حضرات پر پڑتا تھا، ان میں منڈی کا ٹیکس قصائیوں پر ٹیکس، پھولوں کی شراب پر ٹیکس، رنگ بنانے پر ٹیکس، دھنیے پر ٹیکس رسی اور ڈوریوں کے بنانے پر ٹیکس، تیل نکالنے پر ٹیکس، پان پر ٹیکس، مچھلی بیچنے پر ٹیکس صابون بنانے پر ٹیکس خواجہ والوں پر ٹیکس، چراگی ٹیکس، ترکاری پر ٹیکس، اینٹیں اور مٹی کے برتن بنانے پر ٹیکس خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے[1] فیروز شاہ تغلق نے ان تمام محاصل کو یک قلم موقوف کر دیا اور حکم دیا کہ وہی محاصل وصول کئے جائیں جن کی شرع میں اجازت ہے۔[2] اس طرح خراج اراضی عشور، زکوٰۃ، جزیہ، ترکات، خمس، غنائم بیت المال کے خاص ذرائع آمدنی تھے[3] بادشاہ نے جن محاصل کو موقوف کیا تھا ان میں بیشتر وہ تھے جن کو حضرت مخدوم ناجائز سمجھتے تھے۔ سراج الہدایہ میں ہے۔[4]

وجوہات ایشاں (ملوک وسلاطین) را امروز از مال ظلم و تعدی است
چنانکہ مال دلالت بانسہا و مال جزاری، و مال امیر مطربی، و مال جکری غلہ
مال حاصل کیالاں، مال حبہ ستدن، و مال خماراں و مال بگنی گراں ستدن
مال ماہی فروشاں، مال سبزہ و تره فروشاں و مال طرہ یعنی اخراجات
سنت و قسمت و مال صابون گراں ستدن و مال مصادرہ فروشاں

---

[1] ان محاصل کی تفصیل کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۲۲ تا ۴۲۳ تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۳۷۵ تا ۳۷۷، فتوحات فیروز شاہی (علی گڑھ ایڈیشن) ص ۵ تا ۶، دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی ص ۲۴۴ تا ۲۴۵

[2] [3] ملاحظہ ہو فتوحات فیروز شاہی ص ۵ تا ۶۔

[4] سراج الہدایہ (قلمی) ورق ۳۳

وماں گل فروشاں، و مال جزائی و مال مردہ ستدن، و مال غائبے از دیگراں ستدن، باتفاق علمائے دین اسلام ایں اموال حرام است بغیر اختلاف۔

فیروزشاہ تغلق نے جن محاصل کو منسوخ کیا ہے[1] ان میں یہ تمام محاصل شامل ہیں اس سے خیال ہوتا ہے کہ ان محاصل کی منسوخی میں حضرت مخدوم کی کوششوں کو ضرور دخل تھا، ایک واقعہ سے ہمارے اس خیال کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔ مولانا علاءالدین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم ملتان سے اوچ کو تشریف لا رہے تھے راستے میں ایک باورچی مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے درخواست کی کہ میرے محصول کم کرانے کے لئے سفارش کریں، مخدوم نے وعدہ کیا کہ میں سفارش کروں گا۔[2]

---

[1] ان محاصل کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی ۳۴۴ تا ۲۴۵ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۲۱ تا ۴۲۲ [2] الدر المنظوم ص ۳۰۷

میں سہروردی سلسلہ میں حضرت مخدوم نے بیعت کیا۔ ایک مرتبہ چند دانش مند حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ختم تراویح کا مسئلہ دریافت کیا[1]۔ چند علماء جو صاحب افتاء تھے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مخدوم سے ذکر کی تلقین حاصل کی[2]۔

ایک روز قاضی ابراہیم مع فرزندان و یاران آئے اور شیخ علاؤ الدین علی (مرتب جامع العلوم) کے ساتھ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے، قاضی ابراہیم سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے حضرت مخدوم نے ہدایت فرمائی کہ علم پڑھو اور آخر شب کو عبادت کرو، تہجد ادا کرو اور سونے کے وقت تین بار استغفار لو۔ آمن الرسول کے پڑھتے رہو، انشاء اللہ بلائی آفتوں سے بچے رہو گے، شیخ علاء الدین علی دہلی کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ روز عاشورہ کو بعد اشراق کے حضرت مخدوم نے دو رکعت نماز با جماعت ادا کی جس طرح کہ اوراد میں ہے، و باقی تنہا ادا کی علماء و فقہاء، امراء، وزراء اتنی خلق آ گئی کہ گھر کا تمام صحن بھر گیا اور جگہ نہ رہی[3]۔ خلق کی کثرت کے سلسلے میں ایک دوسری جگہ تحریر ہے:۔

> یہ فقیر (علاء الدین علی) خدمت میں اس امیر (حضرت مخدوم) کے حاضر تھا، زائرین کثیر کا ہجوم و انبوہ خلق تھا فرمایا الشہرۃ آفۃ یعنی مشہور ہو جانا ایک آفت ہے اس زمانہ میں پہاڑ اختیار کرنا چاہئے کہ تنہا رہیں

ایک عزیز نے پوچھا کہ اقامت جماعت و جمعہ فوت ہو جائے گی، جواب فرمایا کہ جو کوئی بصدق یعنی سچے طور پر باہر آئے گا تو ابدال آئیں گے، پانچوں وقت

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۰۵ تا ۳۰۶
[2] ایضاً ص ۲۹۱
[3] ایضاً ص ۴۴۳۔

اس کا جماعت کے واسطے حاضر ہوں گے اور جمعہ تو اس پر واجب ہی نہیں ہے اس لئے کہ شہر سے دور ہے[1]

اس طرح اکثر درویش حضرت مخدوم کی خدمت میں حصول فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے[2] حضرت مخدوم ایک روز دہلی کی مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے، مؤذن نے اللہ اکبر کی بجائے اللہ اکبار کہا حضرت مخدوم نے تنبیہہ فرمائی، حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ کوشک تمکا دلایت سندھ اوچ و ملتان میں کیا مجال کہ کوئی اللہ اکبار کہہ سکے دعا گو (حضرت مخدوم) نے سب کو منع کر دیا ہے[3] حضرت مخدوم سندھی و ہندی زبان بھی بولتے تھے اور حسب ضرورت ان زبانوں میں تلقین و تبلیغ بھی فرماتے تھے۔

حضرت مخدوم کی مجلس رشد و ہدایت تہجد کے بعد خاص طور سے منعقد ہوتی تھی اس مجلس میں عام طور سے مریدین حاضر خدمت ہوتے تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے مسائل کا درس و بیان ہوتا تھا یا پھر صبح میں اشراق کے بعد لوگ حاضر خدمت ہوتے اور فیض حاصل کرتے۔

حضرت مخدوم کے علوم و معارف اور رشد و ہدایت کا اندازہ ان کے ملفوظات سے ہو سکتا ہے، جامع العلوم (الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم) عالم و سالک دونوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے، حضرت مخدوم اس مجموعہ کے متعلق ایک موقع پر مرتب جامع العلوم شیخ علاء الدین علی سے ارشاد فرماتے ہیں کہ (ملفوظات کا مجموعہ) بہت اچھا ہو گیا ہے، مجھے چاہئے کہ میرے مریدوں اور معتقدوں نیز اصحاب دول کو پہنچانے میں تقصیر نہ کرے تاکہ جن لوگوں نے میری صحبت نہیں کی ہے ان کو یہی کافی ہو جائے تو نے بہت زحمت دیکھی

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۴۲ [2] ایضاً ۲۵۸ [3] ایضاً ص ۲۶۱

ہے، خدا مجھ پر رحمت کرے۔[۱]

حضرت مخدوم کے دوسرے مجموعہ ملفوظات "سراج الہدایہ" میں احادیث نبوی کی تشریح فقہی مسائل کی تصریح انبیاء کے قصے اور اوراد و وظائف کی تفصیلات کے علاوہ روزمرہ کی ضروریات کے متعلق بھی بہت سی مفید معلومات ملتی ہیں، مثلاً ایک باب میں چاول (گندم، خرما، انگور، امرود، تربوز، انار، اسپغول، ہلیلہ، کشمش، پیاز، گوشت، بیضۂ مرغ، سرکہ، دودھ وغیرہ کے فوائد بیان کئے ہیں، یہی حال حضرت کے دوسرے ملفوظات جواہر جلالی، خزانۂ جلالی، مظہر جلالی کا ہے ان تمام ملفوظات میں شریعت کی تشریح بڑے اچھے انداز میں کی گئی ہے۔

دیار و امصار سے طالبین کی آمد

حضرت مخدوم کے حضور میں نہ صرف برصغیر ہند پاکستان کے لوگ حاضر خدمت ہو کر رشد و ہدایت اور فیض و برکت حاصل کرتے تھے بلکہ بیرون ملک سے کثیر تعداد میں لوگ حصول تعلیم و تلقین کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ شیراز کے حفاظ کی ایک جماعت حضرت مخدوم کی خانقاہ میں پہنچی اور ان حفاظ نے قرآن کریم کی پانچ آیتیں پڑھیں اور چند اشعار بھی پڑھے یاران مجلس کو رقت دیکھا ہوا مولانا تاج الدین نے نعرہ مارا اور گر پڑے، ہاتھ پاؤں مارنے لگے اور منہ سے کف نکلتا تھا، یاران مجلس نے ان کو پکڑ لیا، حضرت مخدوم نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور حفاظ کی تعریف کی اور فرمایا کہ کتب فتاویٰ میں ہے کہ امامت کے لئے خوش خواں کی بجائے درست خواں ہونا چاہئے اور پھر شربت کا گھڑا منگایا اور ایک پیالہ ہر ایک کو مرحمت فرمایا۔[۲]

---

[۱] الدر المنظوم ص ۳۱۵ [۲] الدر المنظوم ص ۲۴۵

فخر الدین ترمذی کے شرف بیعت اور حصول خرقہ کا واقعہ الدر المنظوم میں اس طرح تحریر ہے کہ وہ حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچے اور بہت روئے تھوڑی دیر کے بعد تسکین ہوئی حضرت مخدوم نے نام و مقام اور مقصد آمد دریافت فرمایا، فخر الدین نے کہا کہ میں مجاورت کعبہ سے آیا ہوں اور میرا نام فخر الدین ہے ترمذ میں پیدا ہوا ہوں حضرت مخدوم نے وہاں کے مشائخ کے متعلق پوچھا تو فخر الدین نے جواب دیا کہ حضرت مخدوم کے مرتبہ کا کوئی نہیں ہے مشغول لوگ بہت ہیں، اس کے بعد فخر الدین مرید ہوئے، اور سو آدمیوں کے واسطے خرقہ طلب کیا کہ انہوں نے التماس کیا ہے، اس کے بعد حضرت مخدوم نے اپنے سر مبارک پر دستار باندھی اور وہی دستار فخر الدین کے سر پر باندھ دی اس کے بعد منشیوں سے فرمایا کہ بادشاہ کے نام ایک خط تحریر کرو کہ وہاں جو خانقاہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے نام سے بنائی گئی ہے اس کا انتظام فخر الدین ترمذی کو دیدیا جائے فخر الدین ترمذی کچھ مدت حاضر خدمت رہے۔[1]

گاذرون کے مشہور بزرگ حضرت شیخ المشائخ امین الدین کے پوتے جو بہت بڑے عالم اور واعظ تھے حضرت مخدوم کی زیارت کے لئے اوچ تشریف لائے جب معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم دہلی تشریف لے گئے ہیں تو دہلی حاضر خدمت ہوئے اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔[2]

ایک موقع پر شرفائے عراق حاضر خدمت ہوئے اور ایک قطعہ جامے کا نذر کیا اور کہا کہ ہم لوگ حضرت مخدوم کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہیں، حضرت نے ان کا اکرام کیا اور ان کے لئے شیرینی منگوائی اور یہ حدیث شریف پڑھی:۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۶۷ [2] ایضاً ص ۳۹، ۶۸۔

من زار حیا ولم یذق منہ شیئا فکانما زار میتا۔ .. ..

یعنی جو شخص کہ کسی زندہ آدمی کی ملاقات کرے اور اس سے کوئی چیز نہ چکھے تو اس نے گویا کسی مردے کی زیارت کی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم کو دونوں ذوق حاصل ہو گئے۔ ذوق معنوی تو یہ ہے کہ تم نے عوارف کا سبق سنا اور ذوق صوری یہ حاصل ہوا کہ تم نے شیرینی کھائی اور پھر تبسم فرمایا[1]۔

جب حضرت مخدوم دہلی میں مقیم تھے تو حدود بخارا سے شیخ زادہ معظم حضرت مخدوم کے پاس حاضر ہوئے، حضرت نے تعظیم و تکریم کی اور پوچھا کہ کس لئے آئے ہو، شیخ زادہ نے جواب دیا کہ حضرت مخدوم کی قدمبوسی اور تربیت کے لئے حاضر ہوا ہوں، حضرت نے مشورہ دیا کہ اول شیخ الاسلام کے پاس جاؤ مگر شیخ زادہ حضرت مخدوم کے حدود ہی میں اترے اور وہیں قیام کیا[2]۔ شیخ فخرالدین گازرونی گازرون سے آئے حضرت مخدوم کی خدمت میں ایک مدت تک رہے جب رخصت ہونے تو حضرت نے فخرالدین گازرونی کو پانچسو تنکے سفر خرچ کے لئے دئے[3]۔

پیروی شریعت و اتباع سنت

حضرت مخدوم اپنے دور کے ممتاز شیخ طریقت تھے، مریدین و طالبین کو تربیت فرماتے اور ہمیشہ شریعت کی پابندی مدنظر رہتی ہر بات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا خیال رکھتے۔ مرآۃ الاسرار میں ہے[4]:

"در جمیع امور صوری و معنوی قدم بہ قدم حضرت رسالت پناہی صلی اللہ

---

[1] الدر المنظوم ص ۶۵۴ [2] ایضاً ص ۶۵۷ [3] ایضاً ص ۶۸۱

[4] بحوالہ بزم صوفیاء ص ۲۰۶

علیہ وسلم می رفت "۔

اس اتباع سنت کا نتیجہ تھا کہ حضرت مخدوم بارگاہ رسالت میں مقبول تھے خود حضرت مخدوم نے لکھا ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں بلا واسطہ سنیں[1] حضرت مخدوم ہمیشہ شرعی کپڑوں کے متعلق استفسار فرمایا، شہزادہ مبارک کو غیر شرعی کپڑوں پر تنبیہہ فرمائی، سردیوں میں اتباع سنت کے خیال سے گرم گوش ٹوپی استعمال فرمائی[2] دستار کی لمبائی گزوں میں ہمیشہ طاق عدد ہوتی تھی کہ سنت ہے[3]۔

بچوں کے نام رکھتے وقت حضرت مخدوم ہمیشہ ان ناموں کو ترجیح دیتے جن کا احادیث میں حکم آیا ہے[4] ہمیشہ بچوں کو وہ دعائیں دیتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر بچوں کو دی ہیں، پانی تین سانسوں میں نوش فرماتے کہ یہ سنت ہے[5]۔ اتباع سنت کے خیال سے حضرت مخدوم جنگل سے لکڑیاں خود چن کر لایا کرتے تھے[6]۔ حضرت مخدوم درویشوں کو نصیحت فرمایا کرتے کہ شریعت کا علم پڑھو، بدعت سے بچو اور سنت پر عمل کرو[7]۔

جب حدیث کا درس دیتے تو حضرت مخدوم دوزانو بیٹھتے کیونکہ یہ بات آداب تدریس میں ہے[8] حضرت مخدوم کے پاس فتوح بکثرت آتی تھی مگر رات تک کچھ باقی نہیں رہتا تھا یہاں تک کہ پانی بھی نہیں بچتا تھا، بارہا قرض لے کر کام چلایا گیا[9]۔

حضرت مخدوم کا ارشاد ہے کہ ہر سالک کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا چاہئے کہ اس سے قرب و محرمیت حاصل ہوگی قلندروں کی وضع کو بدعت و ضلالت بتایا

---

۱ الدر المنظوم ص ۲۷۰ ۲ ایضاً ص ۳۰۰ ۳ ایضاً ص ۳۰۰ ۴ ایضاً ص ۳۰-
۳۱ ۵ ایضاً ص ۲۹۰ ۶ ایضاً ص ۵۲۰ ۷ ایضاً ص ۶۵۶
۸ الدر المنظوم ص ۶۶۸ ۹ ایضاً ص ۶۸۰ -

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ——— حضرت مخدوم کی مجالس میں ہمیشہ درس حدیث جاری رہتا، صحاح ستہ، مشکوٰۃ مصابیح اور مشارق الانوار کا باقاعدہ درس ہوتا، عوارف المعارف کے اسباق کی تشریح ہمیشہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کی جاتی نماز پنجگانہ، تہجد، اشراق، چاشت، روزہ، تراویح، سحری، شب قدر، طعام، غرض ان جملہ معاملات میں ہمیشہ اتباع سنت کا خیال رہتا۔

حضرت مخدوم کا ارشاد ہے کہ جو شخص گفتار و کردار و رفتار میں متبع سنت نہیں ہے وہ ولی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ سنت کی احتیاط ایسی کرنی چاہئے کہ موت کی نیت میں بھی سنت کے اتباع میں کمی نہ ہو[1] حضرت مخدوم اتباع سنت پر ہمیشہ زور دیتے اور ان آیات و احادیث کا اکثر وعظ فرماتے، جن میں اتباع و فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے[2]۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کی راہ بہت دور ہے، بس جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کرے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرے ایسی صورت میں وہ خدا کے مقربین میں سے ہو جاتا ہے اور جو نفس کے لئے زیارت کرتا ہے وہ خدا سے دور ہو جاتا ہے، اسی طرح جو ذکر کیا جائے وہ خدا کی دوستی کے لئے ہو نفس کے لئے نہ ہو۔

مجاہدہ کی تشریح کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجاہدہ، نفس کو لذائذ سے روکنا ہے، لذائذ میں کھانے، پینے، پہننے، سننے اور دیکھنے کی چیزیں اور عورتیں بھی شامل ہیں[3]۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۹۷ [2] ایضاً ص ۶۶۲ تا ۶۶۳۔
[3] الدر المنظوم ص ۳۹ تا ۴۴۔

ایک مرتبہ فرمایا ان تین طرح کے لوگوں سے محترز رہنا چاہئے

۱۔ جاہل، جو حق سے غافل ہیں اور جبر و معصیت کرتے ہیں۔

۲۔ ایسے عالم، جو علم دنیا کے حصول کے واسطے پڑھتے ہیں۔

۳۔ کمبل پوش جاہل، جو دین کے چور مسلمانوں کے رہزن ہیں[1]

ایک موقعہ پر کسی مرید نے حضرت مخدوم کو قطب عالم، شیخ الشیوخ اور سید السادات کہا تو آپ نے اس کو منع کیا اور کہا کہ گدائے عالم کہو[2]

ایک شخص حج کو گیا واپس آنے کے بعد تعریف کی اور شہرت دی تو حضرت مخدوم نے فرمایا کہ عبادت کا اخفاء بہتر ہے[3]

ایک موقع پر فرمایا جس وقت قرآن کی سورت پڑھو تو اعوذ اور بسم اللہ پہلے پڑھو[4] جب قرآن کریم یا تفسیر کا مطالعہ کرو تو تعظیم کرو یہ نہیں کہ جب ذکر یا عبادت سے تھک گئے تو اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کرنی شروع کردی، یہ تو ایسا ہوا جیسے کوئی سیر و تفریح کو جائے[5]

فرمایا عالم بغیر عمل کے جاہل ہے اور جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ شیطان کا مسخرہ ہے[6]

ایک مرتبہ مخدوم نے فرمایا:[7]

علی الدوام باید کہ نفس خود را نصیحت گر باشند تا سعادت ہر دو جہاں یابد درست	سالک کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہے دونوں جہاں کی نیک بختی حاصل ہو

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۷۴ ـ ۲۷۸ [2] ایضاً ص ۴۵۳ [3] ایضاً ۴۷۲ [4] ایضاً ص ۵۰۵

[5] ایضاً ص ۵۲۱ [6] ایضاً ص ۵۳۵ [7] مقرر نامہ (مکتوبات مخدوم جہانیاں جہاں گشت) (قلمی) مرتبہ تاج الدین احمد بن معین سیاہ پوش نمبر ۱۷ مخزونہ سبحان اللہ کلیکشن مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ،

پیغمبر علیہ السلام متابعت کند تا سعادت	پیغمبر علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرے
و کرامت سرمدی یابد۔ کما قال النبی (صلی اللہ	تاکہ سرمدی سعادت و کرامت حاصل ہو
علیہ وسلم) من خالف سنتی فہو کافر۔	جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
.. ..	جس نے میری سنت کی مخالفت کی پس وہ
.. ..	کافر ہوا۔

سماع | حضرت مخدوم سماع کے متعلق سخت احتیاط فرماتے تھے اور مشروط طور پر اس کی اجازت دیتے تھے ایک مرتبہ چند قوال مخدوم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور کچھ اشعار پڑھے جب تالیاں بجائی جائیں تو حضرت مخدوم نے منع کر دیا اور فرمایا کہ چاروں (فقہی) مذاہب میں منع ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ سماع میں اختلاف ہے اس شخص کے لئے مباح ہے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ السماع لاهله مباح۔[1]

ایک مجلس میں حضرت مخدوم پہنچے وہاں کچھ قوال گا رہے تھے حضرت مخدوم نے درج ذیل اشعار پڑھنے کے لئے کہا[2]

بنمائے لقائے خود بہجور ؎ مشتاق توام نہ طالب حور

من عاشق تو ستم نہ فردوس ؎ من تشنہ ساقیم نہ کافور

شیدائے تو ہر کجا کہ عاقل ؎ رسوائے تو ہر کجا کہ مستور

گر کشتی بکش بیکبار ؎ تا چند زخویش دارم دور

ایک موقعہ پر ایک عزیز نے پوچھا کہ سماع کس سبب سے منع ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو مروی ہے کہ آپ نے دو بیتیں رباعی کی سنی ہیں حضرت مخدوم نے فرمایا کہ یہ روایت

۱؎ الدر المنظوم ص ۹۸ ۲؎ ایضاً ص ۴۰

صحیح نہیں ہے، غیر صحیح ہے لیطریق استمال اور احتمال کا ترک کرنا واجب ہے اور فرمایا ماتھ پر ہاتھ نہیں مارا ہے۔[1]

حضرت مخدوم کے حضور میں ایک شخص گانے بجانے لگا تو فرمایا کہ منع کرو درست نہیں ہے، جس وقت گانے والے پہنچے تو ان کو بھی منع کر دیا، جب وہ گانے لگے تو ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔[2]

ایک عزیز کے سوال کے جواب میں حضرت مخدوم نے فرمایا کہ مزامیر کا بجانا اور اس کا سننا گناہ ہے اور طبل کا بجانا بھی گناہ ہے، مگر لڑائی اور قافلہ میں اجازت ہے۔ اسی طرح دف کا بجانا بھی روا نہیں ہے، مگر نکاح کے وقت دف بجانا درست ہے، البتہ قضاۃ، ائمہ اور صاحب اخبار حضرات کے حق میں یہ بھی منع ہے۔[3]

شریعت و طریقت

حضرت مخدوم شریعت و طریقت کو کبھی جداگانہ حلقوں میں تقسیم نہیں کرتے تھے، طریقت عین شریعت ہے بغیر شریعت کی پابندی کے طریقت کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ طریقت سالک کے واسطے ایک سیدھی راہ ہے، شریعت سے نکالی گئی ہے، جیسے کسی چیز کا مغز و خلاصہ کھینچ لیتے ہیں، مثلاً گیہوں سے میدہ نکالتے ہیں کہ میدہ کی اصل وہی گیہوں ہے، شریعت توحید و معاملات کا بیان ہے اور طریقت معاملات کی تحقیق کا طلب کرنا ہے طریقت اوصاف باطن یعنی صفائی ضمیر و تہذیب اخلاق کے ساتھ اعمال ظاہر کا آراستہ کرنا ہے۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۷۶   [2] ایضاً ص ۱۲۲

[3] ایضاً ص ۲۹۵۔

سالک کو ان چوبیس باتوں یعنی رغبت دنیا، ہوا، ریا، جفا، شرک خفی، حسد، غسل
غش، غضب، بغض، کینہ، خصومت، تکبر، عجب، حرص، رغبت، طمع، منزلت،
ریاست، شوکت، جاہ، قبول اور تمنا سے علیحدہ رہنا چاہئے، ایک دوسرے مقام
پر حضرت مخدوم فرماتے ہیں کپڑے کو نجاست سے اور بدن کو معصیت سے محفوظ رکھنا
شریعت اور دل کو کدورت بشریت سے محفوظ رکھنا طریقت اور سر فراخدلی سے دل کو محفوظ
رکھنا حقیقت ہے، منہ قبلہ کی طرف لانا شریعت اور حق کی طرف رکھنا طریقت اور اس میں
ملازم رہنا حقیقت ہے۔[1]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا علم موروث اولیاء کرام کو نہیں پہنچتا
ہے جب تک کہ انہیں فقہ و اصول فقہ و علم کلام کا علم نہ ہو علم طریقت درحقیقت علم شریعت
پر موقوف ہے جب تک کہ شریعت کو خوب نہ جانیں گے تب تک طریقت و حقیقت کو
کہ مرتبہ میں اس سے بڑھی ہوئی ہیں کیا جانے گا، جب علم شریعت جان لیا تو انبیاء علیہم السلام
کی اتباع و پیروی کرنے کو علم موروث پہنچے گا۔[2]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ علم کے تین اقسام ہیں علم اقوال یہ شریعت ہے علم افعال
یہ طریقت ہے علم احوال یہ حقیقت ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ شریعت میرے اقوال ہیں، طریقت میرے افعال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں۔[3]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ طریقت شریعت سے مستخرج ہے، جیسے کہ دودھ سے
خالص گھی نکلتا ہے، جب تک دودھ نہ ہوگا گھی کیونکر ہوگا۔ شریعت میں رخصت و حیلہ

۱؎ الدر المنظوم ص ۳۱۲ ۲؎ ایضاً ص ۵۶۸
۳؎ ایضاً ص ۵۷۶ تا ۵۷۷۔

رہا ہے اور طریقت میں حیلہ اور رخصت روا نہیں ہے، اصحاب شریعت کو ابرار اور ارباب طریقت کو مقربین کہتے ہیں۔[۱]

شیخ کامل

حضرت مخدوم نے شیخ طریقت کے لئے تین چیزیں ضروری قرار دی ہیں: ایک تو یہ کہ وہ تینوں علوم کا عالم ہو، علم شریعت، علم طریقت اور علم حقیقت دوسرے یہ کہ اس کے زمانہ کے بعض علماء اس سے تعلق کریں تیسرے یہ کہ وہ (اخلاق فاضلہ کو زندہ کرے اور نفس کو) مارے۔

ایک مرتبہ قسم کھا کر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جاہل ہرگز شیخ نہیں ہوتا مگر وہ دین کا چور اور مسلمان کا رہزن ہوتا ہے۔[۲]

مرید کو پیر کا متبع ہونا چاہئے کیونکہ شیخ کامل غیر مشروع کام ہرگز نہ کرے گا جس میں شریعت، طریقت اور حقیقت نہ ہو وہ ہرگز مقام مشائخ کو نہ پہنچے گا۔[۳] اس لئے کہ یہ مقام ارشاد کا ہے جب تک خود نہ جانیں گے، دوسرے کو کب بتا سکیں گے، اگر کوئی صالح شخص ہو اور اس میں یہ تینوں علوم موجود نہ ہوں تو اس کو ولی نہ کہیں گے۔

صالحین کے دس شرائط ہیں: ۔ (۱) روزہ رکھنا (۲) رات کو قیام کرنا (۳) موت کا یاد کرنا (۴) جنازہ کے ساتھ جانا (۵) قبرستان جانے کو لازم کرنا (۶) یتیموں کی سرپرستی کرنا (۷) بیماروں کی عیادت کرنا (۸) صدقہ دینا، سخاوت کرنا (۹) محبت اہل خیر کی۔ (۱۰) ذکر کرنا۔ جو شیخ کہ جاہل ہو اور علم شریعت سے عاجز ہو وہ طریقت وحقیقت کو کیا جانے گا۔ ایسے شیخ سے تعلق کریں کہ علمائے زمانہ اس کے مرید و معتقد ہوں، یہ بڑا پرخطر

---

۱ الدر المنظوم ص ۶۶۲۳

۲ الدر المنظوم ص ۳۱۱

۳ ایضاً ص ۲۴۰، ۳۲۰

۴ ایضاً ص ۲۵۷

راستہ ہے، اس میں بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں، مشائخ پیغمبر کے نائب ہیں۔

تصوف کے تین مرتبے ہیں، جب تک تینوں مجتمع نہ ہوں تصوف کامل نہ ہو:۔

(۱) علم شریعت، علم طریقت اور علم حقیقت (۲) واسطہ (۳) موہبت من اللہ[1] حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ شیخ کی شرط یہ ہے کہ تینوں علوم شریعت، طریقت اور حقیقت کا عالم ہو، (تفسیر، فقہ) اور احادیث کا عالم ہو اس کے اسناد سماع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے ہوں، ہر عالم شیخ نہیں ہوتا ہے، شیخ وہ شخص ہے جو کہ سالک طریقت ہو اور اس نے راہ سلوک میں محمود و مذموم کو دیکھا ہو[2]

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ خلوت اختیار کرنا مسنون فعل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں خلوت فرمائی ہے، سالک اگر خلوت اختیار کرے تو اس کو ثمرۂ ولایت ملتا ہے[3]

ایک موقع پر فرمایا کہ دین ایک ہے اور ایمان ایک ہے اور پیغمبر ایک ہے تو شیخ بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور دوسرے مشائخ سے اعتقاد رکھے اور اپنے شیخ کو بحسن اعتقاد بہتر جانے[4]

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ[5]

پیر را باید کہ در مرید بہ نظر شفقت ببیند و بصدق دست او گیرد تا ہر فعلے کہ ازو ظاہر گردد موافق و متابع شریعت باشد ... ...

پیر کو چاہئے کہ مرید پر شفقت کی نظر رکھے اور سچائی کے ساتھ اس کی مدد کرے اور جو کوئی فعل اس (مرید) سے صادر ہوئے وہ شریعت کے متابع اور موافق ہونا چاہئے۔

۱؎ الدر المنظوم ص ۴۲۲ ۲؎ ایضاً ص ۷۰۳ ۳؎ الدر المنظوم ص ۵۷۴، ۶۸۹
۴؎ ایضاً ص ۵۷۵ ۵؎ مقررنامہ (قلمی) ص نمبر ۲۷۔

سالک حضرت مخدوم سالک کے متعلق فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہئے گوشت کم کھائے یعنی ہفتے میں ایک بار کھائے اور ریاضت کرنی چاہئے نفس بد کو راہ پر لائے، ریاضت کے چند شرائط یہ ہیں کم بات کرنا، کم کھانا، کم سونا، لوگوں سے کم ملنا، سالک کو چاہئے کہ ایسی غذا کھائے کہ تھوڑا کھانے سے سیری ہو جائے اور بار بار رفع حاجت کی ضرورت نہ ہو اور اسی طرح کم پانی پینا چاہئے[1]

سالک کو چاہئے کہ اللہ کی امانت کو نگاہ رکھے آنکھ کی امانت یہ ہے کہ صرف دیکھنے کے لائق چیز کو دیکھے، ہاتھ کی امانت یہ ہے کہ صرف لینے کے لائق چیز کو لے، ناک کی امانت یہ ہے کہ صرف سونگھنے کے لائق چیز کو سونگھے، منہ کی امانت یہ ہے کہ صرف کھانے کے لائق چیز کو کھائے اور امانت دل کی یہ ہے کہ اپنے دل میں حق تعالےٰ کو جگہ دے اور غیر حق سے پرہیز کرے[2]

سالک کو واجب ہے کہ حلال کھائے اور حلال پہنے کیونکہ اگر ایک دانہ حرام کا یا ایک تار حرام کا ہوگا تو سلوک درست نہ ہوگا[3] سالک جب کھانا کھائے تو چھوٹا لقمہ اٹھائے اور جلد جلد کھائے، پانی آہستہ آہستہ پئے سالک کو اول علم حاصل کرنا چاہئے۔

مشائخ عجم کا یہ طریقہ ہے کہ جس وقت کوئی طالب آتا ہے اور اگر وہ عالم ہے تو مشائخ کبار اس کو خانقاہ میں حجرہ دیتے ہیں اور شغل کی اجازت دیتے ہیں اور اگر علم نہیں رکھتا ہے تو اول اس کو تحصیل علم کے لئے مدرسہ میں بھیج دیتے ہیں، جب وہ علم حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کو مشغول کرتے ہیں[4]

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۱۸، ۵۱۹ — [2] ایضاً ص ۵۲۰

[3] ایضاً ص ۸۲۶ — [4] ایضاً ص ۵۴۱

سالک کو واجب ہے کہ جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے اگر کھانا کھائے تو خدا کی عبادت کی نیت کرے، یہانتک فرمایا کہ اگر پاخانہ میں جائے تو نیت کرے کہ جلد فارغ ہو جائے[1] جس وقت سالک کا مقصد حل ہو جاتا ہے تو انوار اس کے باطن میں وارد ہوتے ہیں[2] سالک کو عالی ہمت ہونا چاہئے مکاشفات کی طرف نظر نہ کرے اس کا مطلوب مقصود تو حق تعالیٰ ہوتا ہے[3] جب تک سالک کا دل دنیا و عقبیٰ کی آلودگی بلکہ ماسوائے اللہ سے پاک نہ ہوگا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل نہ ہوگی اور فرمایا:[4]

قلب المومن حرم اللہ تعالیٰ فحرام علی حرم اللہ تعالیٰ ان یلج فیہ غیر اللہ	مومن کا دل تو اللہ تعالیٰ کا حرم ہے۔ پس خدا کے حرم پر حرام ہے کہ اس میں غیر خدا داخل ہو۔

اور یہ آیت شریف پڑھی:۔

قد افلح من زکاھا و قد خاب من دساھا۔

ایک موقعہ پر سلوک کے بیان میں فرمایا کہ اول مبتدی سے خلوت کرائیں، سنت اور شرع کی سچا آوری کے بعد ذکر کرایا جائے، یہاں تک کہ سالک کے ظلماتی حجاب دور ہو جائیں پھر نورانی حجاب آئے گا، اس حجاب کے بعد آگے وصال ہے۔[5]

سالک کو خلوت میں کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہئے اس سے ترقی ہوتی ہے[6]۔ سالک کو اس بات پر غرور نہیں کرنا چاہئے کہ اس کی طرف رجوع خلق زیادہ ہے سالک کے پاس جو کچھ آئے اس کو خرچ کر ڈالنا چاہئے۔ سالک کو ہر حال میں ادب ملحوظ رکھنا

---

[1] الدر المنظوم ص ۷۰ - [2] ایضاً ۷۲ - [3] ایضاً ص ۷۶

[4] الدر المنظوم ص ۴۶۲ - [5] ایضاً ص ۵۹۱ - [6] ایضاً ص ۵۹۸۔

چاہئے[1]۔ جب سالک بے ادبی کرتا ہے تو قبض ہو جاتا ہے۔ سالک کو کبھی بے وضو نہیں رہنا چاہئے سالک کو کم کھانا چاہئے اور اکثر روزہ دار رہنا چاہئے[2]۔ سالک کو عالی ہمت ہونا چاہئے مکاشفات کی طرف نظر نہیں کرنا چاہئے۔ ان کا مطلب یہ مقصود حق تعالیٰ ہونا چاہئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالی ہمتوں کو دوست رکھتا ہے

سالک کو یہ دس باتیں ضروری ہیں:۔

۱۔ نفل پڑھ کر اللہ سے دوستی کرے

۲۔ تدبیر و تفکر کرنا چاہئے پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرے پھر خلق کو نصیحت کرے۔

۳۔ قرآن شریف کی تلاوت کثرت سے کرے۔

۴۔ قرآن کریم کے اوامر و نواہی کی رعایت کرے۔

۵۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ سے شرم کرے کہ وہ بندے کو ہر وقت دیکھتا ہے۔

۷۔ جو کچھ ملے اس کو خرچ کرے۔

۸۔ وصول رب کی کوشش کرے۔

۹۔ تھوڑے سے پر راضی رہے۔

۱۰۔ قناعت اختیار کرے[3]۔

درویش کو علم سے بہرہ ور ہونا چاہئے۔ مخدوم فرماتے ہیں[4]:۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۶۱۷ - ۶۱۹

[2] ایضاً ص ۶۶۰

[3] ایضاً ص ۶۶۵

[4] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۰ ل

درویشے کہ علم ندارد باید کہ در صحبت پیر یا صحبت دانش مند صالح باشد تا از راہ بے راہ نشود۔	جو درویش بے علم ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پیر کی صحبت میں یا کسی صالح دانش مند کی صحبت میں رہے تاکہ راہ سے بے راہ نہ ہو۔

ایک موقعہ پر مخدوم نے فرمایا[۱]:۔

یکے از علامت قیامت آں است کہ علما فاسق گردند و صوفیاء جاہل باشند۔	قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ علماء فاسق ہوں گے اور صوفی جاہل ہوں گے

مخدوم نے فرمایا کہ صحابہ کرام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت کی حاجت نہ تھی تو صحبت مبارک نبوی کے ملازم و مصاحب رہتے ہیں اور وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جو کہ خلوت اختیار کرتے ہیں یہانتک کہ اس خطاب سے مشرف ہوئے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم وان ابیتم غویتم	میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم نے ان میں سے جس کسی کا اقتداء کیا راہ پالی اور اگر انکار کروگے اور ان کی مخالفت اختیار کروگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

صحابہ کی ستاروں کی طرف نسبت کی گئی اس لئے کہ قافلۂ شب کے چلنے والے ستاروں سے راہ کی سمت پاتے ہیں اور دریا میں بادبان باندھتے ہیں۔ اسی طرح امت کے لوگ دنیا کی تاریکی میں جو کہ رات کے مشابہ ہے عاجز رہتے ہیں، اگر ان دین کے ستاروں سے راستہ لیں گے تو کبھی بے راہ نہ ہوں گے[۲]

---

[۱] خزانۂ جلالی ورق ۲۴۳ ل

[۲] الدر المنظوم ۲۹۴۳

بعض لوگ جب سلوک میں پہنچتے ہیں تو سنن و فرائض کے ساتھ کفایت کرتے

سلوک ہیں اور نوافل و مستحبات کا ترک اختیار کرتے ہیں، یہ نقصان ہے کمال یہ ہے کہ جتنی قربت زیادہ ہوتی ہی طاعت وعبادت بھی زیادہ ہونی چاہئے[۱]۔

سالک کو چاہئے کہ کتاب و سنت پر عمل کرے اور ادب کی محافظت کو نگاہ رکھے کیونکہ بے ادب کسی مقام کو حاصل نہیں کرسکتا۔

حضرت مخدوم نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ کسی شہر میں ایک درویش بہت مشہور تھا، شیخ بایزید بسطامی مع اپنے دوستوں کے اس کی ملاقات کو گئے، وہ درویش کسی غرض سے گھر سے باہر گیا۔ اس نے کعبہ مکرمہ کی جانب تھوک دیا، امام بسطامی اسی وقت مع دوستوں کے واپس ہو گئے اور اس سے ملاقات نہ کی، دوستوں نے پوچھا کہ آپ نے اس کی زیارت کا قصد فرمایا اور اس سے ملاقات نہ کی جواب دیا کہ میں نے اس سے سنت کی مخالفت دیکھی پوچھا کہ وہ کیا مخالفت تھی؟ فرمایا کہ اس نے کعبہ کی طرف تھوکا اگر وہ ولی ہوتا تو ہرگز سنت کی مخالفت نہ کرتا، آدمی ولی نہیں ہوتا ہے جب تک کہ گفتار، کردار اور رفتار میں اپنے نبیؐ کا پیرو نہ ہو[۲]۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں[۳]

علم و طاعتے امروز از معاصی ترا باز ندارد	جو علم یا طاعت آج تجھے گناہوں سے
و در طاعت و عبادت و در مجاہدہ و در	باز نہیں رکھتی اور طاعت، عبادت، مجاہدہ
خیرات نیاورد، موافق شرع ترا کار نفرماید	اور نیکیاں شرع کے موافق نہیں ہیں تو یقین

الدر المنظوم ص ۹۵ — [۲] ایضاً ص ۹۶

[۳] مقر نامہ (قلمی) نمبر ۱۱

یقین بہ تحقیق بداں کہ ایں چنیں علمے وطاعتے وعبادتے تراہیچ از عذاب فردائے قیامت باز ندارد۔	رکھو کہ ایسا علم اور ایسی طاعت تجھے کل قیامت کے روز عذاب سے باز نہ رکھ سکیں گے

ایک موقع پر حضرت مخدوم نے فرمایا[1]

باید کہ پیوستہ از صحبت ملوک و اغنیاء اجتناب نماید تا ثمرہ سالکان از خدائے عزوجل یابد ہر عالم و درویشے کہ مبتلا بنفس و ہوا باشد او از جملہ معانی حقائق محجوب ماند۔	سالک کو چاہئے کہ ہمیشہ ملوک و اغنیاء سے دور رہے تا خدا کے تعالیٰ سے اسے سالکوں کا پھل ملے ، جو عالم اور درویش نفس و خواہشات میں مبتلا ہوتا ہے تو حقیقت کے رموز و اسرار سے وہ دور رہتا ہے۔

سالک کو چار چیزوں کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے، ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے مقرر نامہ میں تحریر ہے[2]:

اول آنکہ دروغ نگوید دوم غیبت نگوید در ملاء و خلاء سوم ہر مخلوقے را نیازارد چہارم در ہمہ چیزہا امین گردد۔	اول جھوٹ نہ بولے دوسرے غیبت ظاہر پوشیدہ طور سے نہ کرے تیسرے مخلوق کو آزار نہ پہنچائے چوتھے ہر معاملہ میں امانت کو نگاہ رکھے۔

.. ..

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ سلوک کی چار منزلیں ہیں، پہلی منزل ناسوت ہے دوسری منزل ملکوت ہے، تیسری منزل جبروت ہے اور چوتھی منزل لاہوت ہے ناسوت حیوانات کا عالم ہے، ملکوت فرشتوں کا عالم ہے جبروت روح کا عالم ہے، لاہوت بے نشان

---

[1] مقرر نامہ ۱۶ - ۱۷ [2] ایضاً نمبر ۲۱

عالم یعنی لامکان ہے[۱]، ناسوت نفس کی صفت ہے اور ذمیمہ ہے جس وقت یہ صفت محو ہو جاتی ہے تو سالک ملکوت کی منزل میں پہنچتا ہے، جب سالک اس عالم سے گزر جاتا ہے تو عالم جبروت میں پہنچتا ہے اور یہ خاص روح کی صفت ہے اور ذات الٰہی سے قریب ہے آخری منزل لاہوت ہے[۲]

صفات مرید

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہئے کہ ایک شیخ کا مرید ہو ورنہ اصلاح نہ ہوگی[۳] خرقہ تصوف خرقۂ صحبت ہے اور اس کو خرقۂ ارادت بھی کہتے ہیں، سارے صحابۂ کرام نے صحبت کا خرقہ پہنا ہے اور وہ خرقۂ ارادت ہے ارادت طلب خدا کو کہتے ہیں اور شیخ کی سب سے کم صحبت ایک چلہ ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، پہلے زمانہ کے مشائخ کے اسی یا سو مرید ہوتے تھے اب ہزار مرید ہوتے ہیں اور صحبت ایک بھی نہیں کرتا ہے۔ پس مرید کو شیخ کی صحبت میں کچھ دنوں رہنا چاہئے[۴] مرید شیخ کے افعال کی پیروی کرے اگر یہ دولت میسر نہ آوے تو جو اور اد کہ پیر سے مروی ہیں ان ہی پر عمل کرے اگرچہ وہ تھوڑا ہو خود کوئی چیز اختیار نہ کرے[۵] مرید کو چاہئے کہ ایسا پیر طلب کرے جو پختہ، مشفق، کاردیدہ اور آفات راہ کا پہچانا ہوا ہو اور اس کی صحبت میں رہے مرید کے لئے شیخ مثل بدرقہ کے ہے کہ رہبری کرتا ہے اور مرید کو شیخ کی صحبت میں رہنا چاہئے اور شیخ سے کامل ارادت ہونی چاہئے، اور ارادت طریقت میں ایسی ہی ہے جیسے عبادت میں نیت ہوتی ہے[۶]۔ طالب کو عالی ہمت ہونا چاہئے، مرید کو شیخ کی پیروی کرنی واجب ہے[۷]

---

[۱] الدر المنظوم ص ۲۸۲ — [۲] ایضاً ص ۱۸۷

[۳] الدر المنظوم ص ۲۸۵ — [۴] ایضاً ص ۳۲۸ — [۵] ایضاً ص ۳۱۵

[۶] ایضاً ص ۲۷۰ — [۷] ایضاً ص ۹۴

طالب کو شریعت کا پورا پورا اتباع کرنا چاہئے اس کے بعد اس کو طریقت کا راستہ ملے گا اور جب طریقت سے عہدہ برآ ہو جائے گا تو حقیقت کی منزل کو پہنچے گا۔[1] طالب کو غرور نہیں کرنا چاہئے۔ طالب ہمیشہ گناہوں سے احتراز کرے[2] حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ مرید مصاحب کو کہتے ہیں، اگر شیخ کی مصاحبت کا موقع نہ ملا ہو تو اس کے متعلق کہتے ہیں[3]

سرزمین ہند پاکستان | حضرت مخدوم نے ایک روز دوران گفتگو میں فرمایا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعد (ہند پاکستان) کی زمین عظمت والی ہے جیسا کہ کتاب[4] میں ہے۔[5]

ول ارض مسها قدم النبی آدم	پہلے جس زمین نے حضرت آدم علیہ السلام
هی الهند و ادرك الخضر علیه السلام	کا قدم چھوا وہ زمین ہند پاکستان کی زمین تھی
فی الهند کثیر و کثیر الابدال	اور خضر علیہ السلام کو ہند پاکستان میں
فی الهند و الحجر الاسود محاذی	بہت پاتے ہیں اور ہند پاکستان میں ابدال
الهند و هو افضل ارکان الکعبه	زیادہ ہوتے ہیں اور حجر اسود مقابل ہند پاکستان
.. ..	کے ہے جو ارکان کعبہ میں سب سے افضل ہے

دہلی کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام سے بھی اسی گفتگو کو دہرایا تو انہوں نے کہا کہ آپ ہندوستان (ہند پاکستان) کو کیوں فضیلت دیتے ہیں، آپ اور میں تو وہاں گئے نہیں ہیں، مخدوم نے فرمایا کہ میں نے حجاز و عرب میں ایسا ہی سنا ہے میں اپنی طرف سے نہیں

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۷۰ [2] ایضاً ص ۹۴ [3] ایضاً ص ۵۰۷
[4] ملفوظات میں کتاب کا نام نہیں دیا ہے۔ [5] الدر المنظوم ص ۹

کہتا ہوں۔

عمل کے بغیر نسب بیکار ہے

حضرت مخدوم مسلم معاشرہ کی یگانگی اور یک جہتی کا بڑا خیال رکھتے تھے نسل و نسب کے ظاہری دعوؤں کو مناسب نہیں سمجھتے تھے ہر وقت ان کے سامنے قرآنی حکم ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم رہتا تھا حضرت مخدوم نے اپنے ملفوظات میں اکثر جگہ واضح طور سے لکھا ہے کہ بغیر عمل کے نسب بیکار ہے اور نسب پر اترانا نہیں چاہیئے۔

ایک روز حضرت مخدوم کی خدمت میں ان کے پوتے حامد بن محمود قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور قصہ نوح علیہ السلام کی آیت کا سبق تھا حضرت نے اس آیت کے معنی اور تفسیر بیان فرمائی کہ کس طرح نوح علیہ السلام کا سرکش بیٹا کنعان غرق ہوا اور اس کو اس کے نسب نے کچھ فائدہ نہ دیا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم۔	جس وقت صور پھونکا جائے گا تو نسب بیکار ہو جائیں گے۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ من ابطاء بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ۔	جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا تو نسب اس کو آگے نہ کرے گا۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ آل اصل میں اہل تھا تصغیر اس کی اھیل آتی ہے یہ اس کی اصل پر دلیل ہے[2]

---

[1] الدر المنظوم ص ۸۳۶

[2] الدر المنظوم ص ۴۹۴-۴۹۵

ایک مرتبہ عوارف المعارف کے سبق کے دوران میں یہ حدیث آئی۔

قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ترکت بعدی الکتاب وعترتی ...	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد کتاب اور اپنی سنت چھوڑی ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کتاب سے قرآن کریم مراد ہے اور عترت سے سنت (احادیث) مراد ہے اور احادیث اس لئے کہ کتاب اللہ کے بعد احادیث کا درجہ ہے۔ عبدالرحمٰن ظفاری اور خواجہ محمد ظفاری نے عرض کیا کہ والعترۃ الاولاد "کہ عترت کے معنی تو اولاد کے ہیں مخدوم نے فرمایا کہ میں نے اپنے مشائخ سے اسی طرح سنا ہے[1]۔

ایک روز ایک شخص حضرت مخدوم کی خدمت میں آیا اور کپڑا طلب کیا اس وقت کپڑا موجود نہ تھا، انہوں نے لحاف منگوایا اور اسے ادھیڑ کر کپڑا اس شخص کو دیدیا اور ... روئی بیچ کر خانقاہ کے خرچ میں کرلی جائے، جس پر خادم نے کہا کہ حضرت مخدوم ... قدر شفقت ہے اور یہ آیت پڑھی "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" حضرت مخدوم نماز نفل شروع کرچکے تھے، نماز توڑ دی اور فرمایا کہ یہ آیت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے ان ہی کو خطاب ہے، آپ کی اولاد اس میں داخل نہیں ہے، ... نے "وما ارسلناک واولادک" کا نہیں فرمایا اور اس کے بعد فرمایا کہ ... حسن بصری، زین العابدین بن حسینؓ کے پاس گئے، حضرت زین العابدین ... طواف کررہے تھے گریہ جاری تھا، یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش آئے تو حسن بصری نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلعم کے فرزند آپ کیوں رونے ہیں ...

---

[1] الدرالمنظوم ص ۵۲۵

آپ کے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آپ کے والد حسین بن علیؓ ہیں۔ زین العابدینؓ نے جواب دیا کہ اے حسن! کیا تو قرآن کو بھول گیا اور یہ آیت پڑھی فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم۔ حسن بصری خاموش ہو گئے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہمیں زین العابدینؓ کی متابعت کرنی چاہئے۔[1]

فضیلت صحابہ حضرت مخدوم صحابہ کرامؓ کی نسبت سے سرشار تھے صحابہ کرام کے تواتر و تعامل پر خاص نظر رکھتے تھے۔ تراویح میں قرآن ایام رمضان کی ستائیسویں شب کو ختم کرتے تھے کیونکہ صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔[2] مخدوم کا ارشاد ہے کہ صحابہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ ہیں اس لئے ہمیں ان کی اتباع کرنی چاہئے۔[3]

خزانہ جلالی کا چودھواں باب فضیلت صحابہ اور اہل بیت پر قلم بند کیا گیا ہے حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ عشرۂ مبشرہ اہل جنت سے ہیں انہوں نے درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور آنحضرت نے ان کو جنت کی بشارت دی اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ	۲۔ حضرت عمر فاروقؓ
۳۔ حضرت عثمان غنیؓ	۴۔ حضرت علی مرتضیٰؓ
۵۔ حضرت طلحہؓ	۶۔ حضرت زبیرؓ
۷۔ حضرت سعدؓ	۸۔ حضرت سعیدؓ

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۸۷۔ ۲۸۸
[2] الدر المنظوم ص ۲۷۸، ۲۷۹
[3] ایضاً ص ۲۸۳

۹۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ ۱۰۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ

اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا انکار نہیں کرنا چاہیئے[1]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین انسان حضرت ابو بکر صدیق رضؓ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضؓ پھر حضرت عثمان غنی رضؓ اور پھر حضرت علی مرتضیٰ رضؓ۔ صحابہ کرام کا ذکر عیب وطعن سے نہیں کرنا چاہیئے ان کو بھلائی سے یاد کرنا چاہیئے[2]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم وان ابیتم غویتم	میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کسی کا تم اقتدار کرو گے راہ پاؤ گے اور اگر انکار کرو گے تو گمراہ ہو گے۔

احادیث میں صحابہ کرام کے بہت فضائل ہیں ....

....

اور ہم سارے اصحاب کو دوست رکھتے ہیں ہم کسی صحابی سے بیزار نہیں ہیں اور ان کی متابعت وپیروی کرتے ہیں[3]

حضرت مخدوم نے عقائد نسفی کے سبق کے دوران میں فرمایا کہ "صدیق" فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے اشتقاق کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ خدا کی یاد کثرت محبت وصدق سے کی جائے اور دوسری وجہ کثرت تصدیق بیان کی جاتی ہے، اس کے بعد

---

[1] و [2] الدر المنظوم ص ۲۲۰ [3] ایضاً ص ۶۳-۶۴، ۵۹۴

فرمایا کہ امیرالمومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں یہ دونوں وجہیں موجود تھیں کثرت ثبت بھی تھی اور کثرت تصدیق بھی حضرت ابو بکر جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے اس کا انکار نہ کرتے تھے، اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور ابو بکر دو گھوڑوں کے مشابہ ہیں کہ وہ دوڑیں اگر وہ آگے بڑھ جاتے تو میں ان پر ایمان لاتا لیکن میں آگے بڑھ گیا پس وہ مجھ پر ایمان لائے[1]

دہلی کے قیام دوران میں شیخ الاسلام نے حضرت مخدوم سے دریافت کیا کہ وہ چار عورتیں جو ساری عورتوں سے بہتر ہیں کونسی ہیں۔ حضرت نے فرمایا:۔

۱۔ حضرت حوا ۲۔ حضرت مریم ۳۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

۴۔ حضرت فاطمہ۔ شیخ الاسلام نے قصیدۂ لامیہ کا یہ شعر پڑھا

ولِلصادقة الرجحان فاسمع

على الزهراء في بعض الخلال

اور پوچھا کہ حضرت عائشہ رضی کو حضرت فاطمہ رض پر کیوں فضیلت ہے تو مخدوم نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کو حضرت فاطمہ پر علم و اجتہاد کی بنا پر فضیلت ہے، حضرت عائشہ نے چند مسائل میں اجتہاد فرمایا ہے[2]

حضرت مخدوم سے منسوب سفرنامے میں ایک واقعہ مندرج ہے کہ حضرت کسی شہر میں تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں تو حضرت مخدوم نے ان کو قائل کر دیا اور وہ سب تائب ہو کر حضرت کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ مخدوم فرماتے ہیں[3]:۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۱۷ - ۲۱۹ [2] ایضاً ص ۸۴۳

[3] مکمل سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (لاہور ایڈیشن)

"میں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے، حضرت امیر معاویہ بھی اصحاب کرام میں سے ہیں یہ سن کر وہ مجھ سے جھگڑ پڑے اور جنگ و جدال کی نوبت آگئی بری بری باتیں انہوں نے کہنی شروع کیں، آخر کار میں ہی جیتا۔ ان میں سے ایک شخص فاضل، عالم منصف اور عاقل تھا اس نے میری اور ان کی گفتگو میں تمیز کر کے انہیں الزام دیا اور جھوٹا قرار دیا اس کے بعد سب لوگ تائب ہوئے......
قرآن شریف یا حدیث میں کہیں اس بات کا حکم نہیں آیا ہے کہ کسی پر لعنت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا یلعن بعضکم علی بعضاء

پس جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف کرے اور نامناسب باتیں کہے وہ بڑا گنہگار ہے میں نے کہا کہ توبہ کرو اگر صبر نہیں کر سکتے ہو تو یزید اور دوسروں پر لعنت نہ کرو...... جب انہوں نے یہ سچی بات سنی اور سمجھی تو توبہ کی اور اہل سنت و جماعت کا مذہب اختیار کیا اور اس دعا گو کے خاندان کے محب بن گئے اور رافضی گروہ سے بالکل تائب ہوئے۔"

ارشادات حضرت مخدوم

۱۔ مصیبت پر نوحہ و فریاد کرنا درست نہیں[1] (ص ۳۴۵)
۲۔ خدا کے سوا کسی دوسرے سے حاجت طلب نہیں کرنی چاہئے (ص ۴۵۹)
۳۔ اولیائے کامل کے عذرہ میں خوشبو آتی ہے اور اگر کامل نہیں ہے تو بھی بد بو نہیں آتی ہے (ص ۳۵۴)
۴۔ بحق (فلاں) کہنا بطریق کرم ہے نہ بطریق وجوب اور عوام کے لئے بحق کہنا منع ہے (ص ۳۸۱)

---

[1] یہ تمام حوالے الدر المنظوم کے صفحات کے دئے گئے ہیں۔

۵۔ نماز جنازہ غائبانہ مذہب حنفی میں درست نہیں ہے (ص ۳۸۲)

۶۔ اعتکاف تزکیہ نفس کے واسطے ہوتا ہے (ص ۳۸۳)

۷۔ صدیق صیغہ مبالغہ ہے اور اس کی دو وجہ اشتقاق ہیں۔

(الف) ھو ذکر المحبۃ (ب) ھو کثرۃ التصدیق

اور فرمایا کہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں دونوں چیزیں موجود تھیں کثرت محبت بھی تھی اور کثرت تصدیق بھی (ص ۴۰۱)

۸۔ دوم مہر کو نیچے نہ رکھنا چاہئے کہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں حروف کے نقش ہوتے ہیں (ص ۴۰۴)

۹۔ رمضان میں ایک زائر پھول لایا تمام حاضرین کو سونگھنے کا حکم دیا کہ مخالفت روافض ہو کیونکہ وہ پھول کا سونگھنا ناقض صوم جانتے ہیں۔ (ص ۴۲۱)

۱۰۔ صبح میں سونا مکروہ ہے، اس سے تین چیزیں تنگی عیش، کوتاہی عمر اور قلت معاش پیدا ہوتی ہیں (ص ۱۸۲)

۱۱۔ تقویٰ کے تین اقسام ہیں:۔

(۱) تقویٰ عام کہ کفر، گناہ اور بدعت سے بچنا چاہئے۔

(۲) تقویٰ خاص کہ لایعنی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔

(۳) تقویٰ خاص الخاص کہ ماسوائے اللہ سے پرہیز کیا جائے (ص ۱۹۹)

۱۲۔ ہاتھوں کا چومنا اگر طمع کے واسطے ہو تو مکروہ ہے اور اسلام کی تعظیم کے لئے ہو تو درست ہے (ص ۲۸۵)

۱۳۔ فانکحوا ماطاب کی تفسیر کے بیان میں روافض کا رد کیا اور فرمایا کہ صحیح مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے کہ چار عورتیں مراد ہیں (ص ۳۴۴)

۱۴۔ جب سالک میں بے ادبی آجاتی ہے تو وہ محجوب ہوجاتا ہے (ص ۳۷۲)

۱۵۔ قیامت کے دن نسب نفع نہ دیں گے اس دن اعمال کام آئیں گے اور فرمایا کہ سیدوں کو سیادت نفع نہ دے گی جب تک کہ عمل صالح نہ ہو (ص ۳۴۷)

۱۶۔ نسب پر فخر نہ کرنا چاہئے اور عمل کی کوشش کرنی چاہئے، قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو نسب منقطع ہو جائیں گے (ص ۶۸۸)

۱۷۔ انسان کو چاہئے کہ سعی و کوشش کرے صرف نسب پر کفایت نہ کرے اور دین کے کام میں ناز نہ کرے (ص ۳۳۸)

۱۸۔ غلام کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہئے اور اس کو وہی کھلائے جو خود کھائے (ص ۵۷)

۱۹۔ فضائل صحابہ میں فرمایا کہ ان کے فضائل میں حدیثیں بہت ہیں۔ ہم سارے صحابہ کو دوست رکھتے ہیں کسی ایک صحابی سے بیزار نہیں ہیں اور ہم ان کا اقتدا کرتے ہیں اور رافضی صحابہ کو دشمن رکھتے ہیں (ص ۶۳، ۶۴)

۲۰۔ قرلشی صحیح لفظ نہیں ہے، صحیح لفظ قرشی ہے، قرش ایک دریائی مچھلی کا نام ہے جو غلیظ ترین مچھلی ہے اور عرب والے جب کسی کو گالی دیتے ہیں تو قرلشی کہتے ہیں اور جب قبیلہ قریش کی طرف نسبت کرتے ہیں تو قرشی کہتے ہیں (ص ۲۰۸)

۲۱۔ جس شخص میں بزرگی و کمال ہوتا ہے وہ تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اور جو اس سے عاری ہوتا ہے وہ کبر و عجب اختیار کرتا ہے (ص ۵۱۰)

۲۲ عالم کو عامل ہونا چاہئے جو عالم کہ اپنے علم پر عمل نہ کرے تو مسخرہ ہے (ص ۲۷۴)

۲۳۔ جس دن کہ نافرمانی نہ کی جائے وہ دن عید ہے (ص ۲۲۴)

۲۴۔ انسان جو کام کرے خدا کی دوستی کے لئے کرے (ص ۴۳۸)

۲۵۔ بغیر علم کے خلوت اختیار نہیں کرنی چاہئے (ص ۴۴۷)

۲۶۔ تین آدمیوں سے ڈرنا چاہئے:۔

(۱) جاہل پیر (۲) جابر حاکم (۳) دنیادار عالم

۲۷۔ سوئم کے روز میت کی قبر کے پاس شربت و برگ و میوہ لے جاتے ہیں، سیپارہ خوانی کرتے ہیں یہ سب مکروہ ہے بلکہ اور چیزیں بھی کرتے ہیں لیکن اگر ایک لاکھ بار کلمہ پڑھا کر ثواب بخشیں تو میت کی مغفرت کا سبب ہوتا ہے (ص ۶۲۴، ۶۲۳)

۲۸۔ خط کا جواب دینا سلام کے جواب کی طرح ضروری ہے (ص ۴۹۱)

۲۹۔ نفس عارضی حظ اور لذت کو چاہتا ہے (ص ۴۹۳)

۳۰۔ بعض اولیاء اللہ بعض تقدیرات پر اطلاع پاتے ہیں (ص ۵۰۴۔ ۵۳۴)

۳۱۔ جو بزرگ اور صاحب کمال ہے اسے تواضع اختیار کرنی چاہئے۔ (ص ۵۱۰)

۳۲۔ جس کو اجتہاد کا درجہ حاصل ہے اس کو قرآن کریم کی تفسیر کرنی چاہئے (ص ۵۴۱)

۳۳۔ عالم وہ ہے جو عامل ہے ورنہ بیہودہ جاہل ہے۔

۳۴۔ ولی کی پہچان یہ ہے کہ وہ گفتار و کردار و رفتار میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہو

۳۵۔ قیامت کے دن فرزندوں کو ماؤں کی طرف نسبت کریں گے اس میں دو قول ہیں:۔

(۱) حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وجہ سے (۲) ولد الزنا کے راز افشا نہ ہونے کی وجہ سے

۳۶۔ جس وقت طالب کمال کو پہنچتا ہے تو سوائے خدا کے اور کوئی دل میں نہیں رہتا ہے (ص ۶۲۴)

۳۷۔ دعائیں قضائے مبرم کو بدل دیتی ہیں (ص ۶۲۴)

۳۸۔ سالک کے واسطے ذخیرہ کرنا جائز نہیں ہے (ص ۶۳۵)

۳۹۔ سالک بے ادبی کرتا ہے تو قبض ہو جاتا ہے۔ قبولیت عمل کے لئے تقویٰ شرط ہے (ص ۶۷۱)

۴۰۔ وضو فصل ہے اور نماز وصل ہے (ص ۶۹۳)

۴۱۔ ادب ظاہر ادب باطن کی علامت ہے (ص ۶۱۳)

۴۲۔ محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے (نمبر ۹)[1]

۴۳۔ ایسا علم ہونا چاہئے کہ جس پر عمل ہو سکے اور وہ آخرت میں مفید ہو (نمبر ۱۲)

۴۴۔ اتنا علم حاصل کرنا چاہئے جتنے پر عمل ہو سکے (نمبر ۲۶)

۴۵۔ عالم کامل، طبیب حاذق ہے (نمبر ۳۲)

۴۶۔ ہر حال میں قناعت کرنی چاہئے (نمبر ۳۹)

---

[1] آخر کے پانچ ارشاد مقرر نامہ سے ماخوذ ہیں اور حوالہ میں مقرر نامہ کے سلسلہ کے نمبر دیئے گئے ہیں۔

باب ہفتم

درس و تدریس

حضرت مخدوم کی مجلس مبارک میں علوم و معارف کے رموز و غامض حل فرمائے جاتے تھے۔ درس و تدریس کا باقاعدہ انتظام تھا۔ دور و نزدیک سے طلباء مدرسہ جلالی میں آکر تعلیم حاصل کرتے تھے، نامور علماء و فضلاء مطالب قرآن و احادیث حل کرتے تھے، مریدین و معتقدین بالالتزام تفسیر و حدیث اور کتب تصوف کا درس لیتے تھے، خاص مریدوں کے لئے تہجد ورنہ عموماً فجر کے بعد حضرت کا درس شروع ہوتا تھا جیسا کہ علاء الدین مرتب جامع العلوم نے خود اپنے بارے میں ذکر کیا ہے[1]

حضرت مخدوم عام طور سے تفسیر کشاف کی بجائے تفسیر مدارک کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ کشاف کا مولف علامہ زمخشری معتزلی تھا اور حضرت کے یہاں تفسیر مدارک داخل نصاب تھی[2]۔ حضرت کے پوتے حامد بن محمود نے قرآن کریم حضرت مخدوم سے پڑھا اور ساتوں قرأتیں سیکھیں، حضرت مخدوم ساتوں قرأتوں کے قاری تھے۔ انہوں نے علم قرأت مکہ د

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۵، ۲۹۷، ۲۹۹، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۱۸، ۳۲۶، ۳۴۲، ۳۴۷، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۹، اور ۳۷۴ وغیرہ

[2] ایضاً ص ۹۰، ۹۶، ۹۷

و مدینہ میں سیکھا تھا۔ حضرت مخدوم سے اوچ کی بعض مستورات نے قرأت سیکھی تھی[1]۔ حضرت مخدوم کے یہاں حدیث کا باقاعدہ درس ہوتا تھا، معمول یہ تھا کہ حدیث کی قرأت کے بعد صرف و نحو کے مطابق تشریح کی جاتی تھی، پھر مشکل لغات کی تشریح ہوتی، اس کے بعد حل مطالب فرماتے تھے[2] بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور مصابیح کے درس کے حوالے ملتے ہیں، جامع صغیر کا باقاعدہ درس ہوتا تھا[3] حضرت مخدوم فقہ میں مجتہدانہ حیثیت کے مالک تھے، ائمہ اربعہ کے مذاہب پر کامل نگاہ رکھتے تھے۔ درس کے دوران ہر مذہب کا فرق بیان فرماتے اور پھر فقہ حنفی کی جامعیت کو ذہن نشین کراتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مرید پیتل کا پیالہ لایا انہوں نے اس پیالہ کو قبول کر لیا اور پھر فرمایا:۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کی رو سے پیتل کے پیالہ میں کھانا پینا درست ہے[4]۔ حضرت کے یہاں ہدایہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا، ان کے پوتے حامد بن محمود نے ہدایہ (کتاب البیع آگے کا حصہ) خود حضرت سے پڑھی۔

حضرت مخدوم کے یہاں قرآن حکیم، تفسیر مدارک، صحاح ستہ، مشارق الانوار، شرح کبیر چہل اسماء، مشکوٰۃ المصابیح، رسالہ مکیہ، قصیدہ لامیہ، کتاب متفق، عقائد نسفی، شرح نور نامہ، فقہ اکبر، عوارف المعارف، اوراد شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا۔ حضرت مخدوم صرف و نحو اور لغت کی طرف خاص طور سے توجہ دلاتے تھے تاکہ

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۹۳، ۸۲۴

[2] ایضاً ص ۴۶۵ تا ۴۶۶

[3] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۱۲۶ ل

[4] الدر المنظوم ص ۳۷۷، ۴۸۱ تا ۴۸۲، ۴۸۸، ۵۷۱ تا ۵۷۲

عربی زبان کی تحصیل آسان ہو اور اس میں اچھی طرح مہارت وقدرت حاصل ہوجائے[1]
اکثر حضرات مخدوم سے تسمیہ خوانی کی رسم ادا کراتے تھے، چنانچہ ایک عزیز اپنے بچے کو حضرت
کی خدمت میں اس غرض سے لایا حضرت نے بسم اللہ پڑھائی اور الف با تختی پر لکھا[2]
معزالدین رسولدار دہلوی کے بچوں نے رسالہ نور نامہ حضرت مخدوم سے پڑھا[3] شیخ زادہ
فخرالدین گازرونی حضرت مخدوم کی خدمت میں شرح کبیر چہل اسم پڑھتے تھے حضرت
ان کو نہایت شرح وبسط سے اس کتاب کا سبق پڑھاتے تھے انہوں نے فرمایا کہ یہ شرح
صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منقول ہے[4] جامع العلوم کے مرتب علاءالدین نے حضرت مخدوم
سے چار کتابیں پڑھیں اور چند کتابیں سماع کیں[5]

عبدالرحمن ظفاری حضرت مخدوم سے اسرارالدعوات پڑھا کرتے تھے، ظفاری عرب تھے
اس لئے حضرت مخدوم ان سے عربی میں گفتگو فرمایا کرتے تھے[6] عبداللہ گجراتی حضرت کے
ہاتھ پر اسلام لائے تحصیل علم کی قرآن حفظ کیا اور مبلغ اسلام ہوئے[7]

حضرت مخدوم ابتدائی اور اوسط درجہ کے طلباء کے اسباق ان طلبہ کے سپرد کردیتے
تھے جو اعلیٰ کتابیں پڑھتے تھے چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت کے پاس ہجوم تھا تو علاءالدین مرتب
جامع العلوم سے کہا کہ تم اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے سبق پڑھ لو چنانچہ انہوں نے محمد

---

[1] الدرالمنظوم ص ۵۰۴
[2] ایضاً ص ۶۷۱
[3] ایضاً ص ۷۷
[4] ایضاً ص ۵۹۴
[5] ایضاً ص ۴۸۴
[6] ایضاً ص ۵۱۶ تا ۵۱۷
[7] ایضاً ص ۳۲۲ ۔

ظفاری سے سبق پڑھ لیا۔

حضرت مخدوم آداب درس کو خاص طور سے ملحوظ رکھتے تھے طریقہ تعلیم کے سلسلہ میں ارشاد ہے کہ طالب علم کو حسن استماع چاہئے اور نہ ہمیشہ ادب کو نگاہ رکھے جب استاد تقریر کرتا ہو تو طالب علم کو چاہئے کہ وہ خاموشی سے سنے اور درمیان میں سوال نہ کرے بلکہ استاد کی تقریر کے بعد سوال کرے کیونکہ درمیان میں سوال کرنے سے استاد کی توجہ ہٹ جاتی ہے[1]

حضرت مخدوم کو عربی وفارسی کے بکثرت اشعار یاد تھے قصیدۂ لامیہ وکتاب متفق گویا حفظ تھی درس وتدریس کے درمیان اکثر اشعار بھی پڑھا کرتے تھے بلکہ اندازہ ایسا ہے کہ خود حضرت کو شعر وشاعری کا ذوق تھا۔[2]

کتب خانہ حضرت مخدوم کے پاس ایک اچھا کتب خانہ تھا طلباء کے لئے آپ خود کتابیں فراہم کرتے تھے شرح کبیر چہل اسم مدینہ شریف سے لائے تھے یہ شرح عربی زبان میں تھی[3] حضرت مخدوم کے کتب خانہ میں عوارف المعارف کا وہ خاص نسخہ تھا جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے درس میں رہا تھا اور ان کو یہ نسخہ کے استاد مخدوم شیخ عبداللہ مطری سے ملا تھا یہ بہت عمدہ نسخہ تھا حضرت مخدوم کے بعد نسخہ ان کے فرزند محمود کے پاس رہا[4] عبدالرحمٰن ظفاری کے پاس ایک نادر کتاب اسرار ا

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۲۳

[2] الدر المنظوم ص ۴۵۱، ۴۷۲، ۴۷۹، ۵۱۲، ۵۱۷

[3] الدر المنظوم ص ۵۹۴

[4] ایضاً ص ۴۷۸ تا ۴۷۹

تھی اس کے نسخے بہت کم تھے۔ حضرت مخدوم نے قاضی ری صاحب سے اس کی نقل کی اجازت چاہی، اول تو انہوں نے منع کیا مگر بعد کو راضی ہو گئے اور حضرت مخدوم نے نقل اپنے کتب خانہ کے لئے حاصل کی۔[1] ایک مرتبہ ایک فقیہہ و محدث مسافر اوچ میں تشریف لائے اور حضرت مخدوم کے یہاں ٹھہرے۔ حضرت نے مصابیح اور دیگر کتب کا سماع کیا انہوں نے سات جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی تھی یہ تفسیر معانی من اللہ تھی، اس فاضل مفسر نے تفسیر کی یہ ساتوں جلدیں حضرت مخدوم کو دیدیں جو ان کے کتب خانہ میں رہیں۔[2] شیخ قطب الدین دمشقی نے جب تصوف کا مشہور رسالہ مکیہ مکمل کر لیا تو اس کا ایک نسخہ حضرت مخدوم کے پاس بھیجا۔ حضرت نے اس کا فارسی ترجمہ کیا۔[3]

حضرت مخدوم کتابت کے فن میں ماہر کامل تھے، انہوں نے ایک قرآن کریم لکھا تھا حضرت کا کتابت شدہ قرآن کریم سجادہ نشین اوچ کے پاس موجود ہے۔ مولوی خلیفہ محمد رمضان (ف ۱۳۴۴ھ) لکھتے ہیں:[4]

قرآن شریف دستخطی حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں کہ اندر روضہ اقدس بحضور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرمودند و خط بہار مرقوم اند

حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں کا دستخط شدہ قرآن شریف جو انہوں نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے اندر تحریر فرمایا تھا خط بہار میں لکھا ہوا ہے۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۷۸ تا ۴۷۹۔ [2] ایضاً ص ۵۶۷ تا ۵۶۹

[3] ایضاً ص ۶۷۴ ، ۶۷۰۔ [4] شجرہ سادات کرام اوچ شریف بخاری از مولوی خلیفہ محمد رمضان (سال تصنیف ۱۳۳۵ھ) قلمی ورق ۴۴ ا ب (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں صاحب ساکن اوچ)

خلیفہ محمد رمضان کا بیان ہے کہ اس قرآن کریم کی ایک نقل بھی سجادہ نشین اوچ کے پاس ہے جو تبرکات کی زیارت کے موقع پر دکھائی جاتی ہے۔

حضرت مخدوم کے عہد میں اردو زبان

حضرت مخدوم عربی و فارسی کے علاوہ مقامی بولیوں میں بھی تلقین و ارشاد فرماتے تھے ان کے ملفوظات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملتانی، سندھی اور ہندی میں بھی گفتگو فرماتے تھے اور حسب ضرورت ان زبانوں میں تعلیم بھی دیا کرتے تھے، ہندی وہی زبان ہے جو بعد کو اردو کے نام سے موسوم ہوئی، ایک مرتبہ حضرت مخدوم کے حضور میں ایک شخص سندھ سے بیعت کے لئے حاضر ہوا وہ جاہل مطلق تھا، حضرت مخدوم نے بہ ہزار دشواری سندھی زبان میں تلقین فرمائی[1]

ایک مرتبہ ایک قریب البلوغ لڑکا حاضر خدمت ہوا اور حضرت مخدوم سے بیعت ہوا۔ اس سے ہندی (اردو زبان) میں گفتگو ہوئی[2] ایک موقعہ پر ایک شخص کو ملتانی زبان میں تلقین فرمائی۔

ایک موقع پر فیروز شاہ تغلق سے بھی ہندی (اردو) زبان میں گفتگو ہوئی، مرتب جامع العلوم مولانا علاء الدین لکھتے ہیں کہ دہلی کے قیام کے زمانہ میں ایک موقعہ پر فیروز شاہ تغلق سے شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتوں، اپنے رشتہ داروں، عزیزوں اور خادموں کے لئے وظائف مقرر کرائے اور اسی موقعہ پہ بادشاہ کے حضور میں ایک چھوٹے ہندو بچہ کو بھی پیش کیا، سلطان نے کہا کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جس زمانہ

---

[1] الدر المنظوم ص ۶۴۶

[2] ایضاً ص ۶۴۷

میں یہ سچھ دعا گو کے پاس آیا تھا تو دعا کی گئی تھی کہ خدا نے تعالیٰ اسے سلام سے مشرف فرمائے

حضرت مخدوم کی یہ تمام گفتگو سلطان فیروز شاہ تغلق سے ہندی (اردو) میں ہوئی ہے[۱]

جمعات شاہی[۲] تالیف شاہ مقبول عالم (ف ۱۰۴۵ھ ۱۶۳۵ء) میں حضرت مخدوم کا ایک قول ملتا ہے جو انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی صدر الدین راجو قتال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

تساں راجے اساں خواجے

یعنی ہم وزیر اور تم بادشاہ ہو[۳]

جمعات شاہی میں خود حضرت راجو قتال[۴] کا ایک قول ملتا ہے۔ جو انہوں نے فیروز شاہ تغلق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

کاکا فیروز چنگا ہے[۵]

---

[۱] الدر المنظوم ۴ / ۸۱ [۲] جمعات شاہی (قلمی) ورق ۱۵۰ ب (مخزونہ انجمن ترقی اردو، کراچی (مکتوبہ ۱۰۸۱ھ) [۳] اردو زبان کا اصل مولد سندھ از پیر حسام الدین راشدی (اردو، کراچی، اپریل ۱۹۵۱ء) [۴] ڈاکٹر رضیہ سلطانہ نے اپنی کتاب "اردو نثر کا آغاز و ارتقا" ص ۴۴، ۶۰ تا ۶۵ (مجلس تحقیقات اردو حیدرآباد دکن) میں صدر الدین راجو قتال (برادر حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت) اور یوسف حسینی راجو قتال کو ایک شخصیت سمجھ لیا ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بھائی صدر الدین راجو قتال کو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا والد بتایا ہے؛ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ صدر الدین راجو قتال ان کے والد نہیں بلکہ یوسف حسینی راجو قتال خواجہ بندہ نواز کے والد ہیں۔ (ملاحظہ ہو اردو نثر کا آغاز اور ارتقا پر سخاوت مرزا صاحب کا تبصرہ، اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۳ء) [۵] جمعات شاہی ورق ۱۵۰ ب۔ ڈاکٹر رضیہ سلطانہ نے اس کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا قول بتلایا ہے (اردو نثر کا آغاز و ارتقا ص ۴۰) جو صحیح نہیں ہے

اور بادشاہ نے اس پرسش کو موجب افتخار سمجھا۔ خود صدر الدین راجو قتال کے لقب "راجو قتال" میں لفظ "راجو" اس امر کی بدیہی شہادت ہے کہ ہندی کے الفاظ مسلمانوں کے مقتدر خاندان اپنے ناموں میں شامل کرنے لگے تھے۔ مولف تاریخ اوچ نے حضرت راجو قتال کا ایک اور قول نقل کیا ہے کہ:۔

ایک مرتبہ حضرت راجو دہلی کے سفر میں ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرما رہے تھے کہ چڑیوں نے چلا چلا کر آرام میں خلل ڈالا تو حضرت نے خفا ہو کر کہا کہ[1]

"موریاں نیند کرنے دو"

حضرت راجو قتال اکثر ہندی زبان میں گفتگو کرتے تھے[2]

پروفیسر حسن عسکری (پٹنہ) نے اپنے ایک مضمون میں امام الدین راج گری کے قلمی ملفوظ (از امام الدین راج گری) کے حوالے سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت مخدوم سے عرض کیا کہ جو اوراد و اعمال آپ ادا کرتے ہیں وہی میں ادا کرتا ہوں مگر مجھے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس پر حضرت مخدوم نے فرمایا:۔

"کھانڈا ہے بیانڈ کہاں"

یعنی خندق تو موجود ہے اس سے نکلنے کا ذریعہ کہاں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سچے عرفان کی کمی ہے[3]

---

[1] تاریخ اوچ ص ۱۰۸

[2] مناقب الولایت (قلمی) از حامد گنج بخش ص ۱۳۱ (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں) اوچ۔

[3] اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء ص ۴۰

حضرت مخدوم کے ایک نامور خلیفہ اور صدر (لکھنو) میں قیام الدین قوام (ف ۸۲۰ھ / ۱۴۱۷ء) تھے انہوں نے اپنے بھتیجے اور مرید حضرت شاہ مینا (ف ۸۸۴ھ / ۱۴۷۹ء) کی پیدائش پر ہندی (اردو) زبان میں فرمایا۔[1]

”ہاں آوا مورا مینا“

یہ اردو زبان کا ابتدائی دور تھا، اس قسم کے کلموں یا جملوں سے سندھ، پاکستان میں اردو زبان کے ارتقاء پر روشنی پڑتی ہے۔ اس قسم کا ایک جملہ پہلے نقل ہو چکا ہے کہ جب ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء میں محمد تغلق نے سندھ پر حملہ کیا تو محاصرہ کے دوران اس کا انتقال ہو گیا پھر جب اس کے جانشین فیروز شاہ تغلق نے سندھ پر حملہ کیا تو پہلی مرتبہ اہل ٹھٹھہ کے مقابلہ میں اس کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ گجرات چلا گیا۔ اہل ٹھٹھہ نے محمد تغلق کی موت اور فیروز شاہ تغلق کے فرار کو شیخ پٹھا[2] (ف ۶۶۶ھ / ۱۲۶۸ء) کی کرامت پر محمول کیا، اور بقول عفیف یہ فقرہ زبان زد خاص و عام ہو گیا۔[3]

برکت شیخ پٹھا اک موا اک نٹھا

خود عفیف نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ شیخ کی برکت تھی کہ ایک مر گیا اور ایک بھاگ گیا۔

۱؎ سبع سنابل از میر عبدالواحد بلگرامی ص ۴۷ (مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۹ھ)

۲؎ شیخ پٹھا کا اصل نام حسین بن راجپار تھا، شیخ پٹھا سندھ کے ان قدیم بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس علاقہ میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی یہ بزرگ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے ۶۶۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرہ صوفیائے سندھ از مولوی اعجاز الحق قدوسی ص ۷۲-۷۵ (اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۵۹ء) ۳؎ تاریخ فیروز شاہی (عفیف) بہ تصحیح مولانا ولایت حسین ص ۲۳۱ (کلکتہ ۱۸۹۱ء)

اس جملہ کے پڑھنے کے سلسلہ میں اردو زبان کے محققین و مورخین میں سخت اختلاف ہے اور اس بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی گئی ہیں، ذیل میں ہم تمام آراء کو نقل کرتے ہیں:-

سید سلیمان ندوی مرحوم نے اس جملہ کو اس طرح پڑھا[1]

برکت شیخ تھیا، ایک موا ایک نہا[2]

پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی کے خیال میں یہ جملہ اس طرح ہے[3]

برکت شیخ ہتھیا اک موا اک نہا

شیرانی صاحب نے لفظ "ہتھیا" کو ملتانی زبان کے مصدر "ہتھیونا" (ہونا) کا ماضی مطلق قرار دیا ہے[4]

پروفیسر مسعود حسین خان نے "ہتھیا" کو "تھیا" یا "ہتھیا" پڑھا ہے اور انھوں نے اس کو علم قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ عہد تغلق کے ایک بڑے بزرگ کا نام تھا[5]

سید ہاشمی فرید آبادی نے لکھا ہے:-

برکت شیخ ہٹھا اک موا اک نٹھا

ان کی رائے ہے کہ دوسرا لفظ "ہٹھا" کا ہم قافیہ ہونا چاہئے "ہٹا" یعنی ہٹ گیا بھی ہو سکتا

---

[1] نقوش سلیمانی از مولانا سلیمان ندوی ص ۴۶ (کراچی ۱۹۵۱ء)

[2] تاریخ فیروز شاہی ص ۲۳۱) میں ایک کی بجائے "اک" اور "نہا" کی بجائے "تہا" ہے

[3] پنجاب میں اردو از محمود خاں شیرانی ص ۱۰۴، ۱۱۳

[4] ایضاً ص ۱۱۲ تا ۱۱۳

[5] مقدمہ تاریخ زبان اردو از پروفیسر مسعود حسین خاں ص ۱۲۴

ہے لیکن "سھٹا" زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ نواح دہلی کے دیہاتوں میں ناٹنا، نٹنا،
اور نھٹنا پلٹ جانے اور مکر جانے کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ سندھی، گجراتی اور پنجابی
میں بھاگ جانے کے معنوں میں آتا ہے۔[1]

پروفیسر محمود شیرانی نے اس جملہ کو بالکل مسخ کر کے اس طرح پڑھا ہے[2]

یہ برکت پنجا اک موا اک بھگا

پروفیسر حبیب اللہ خاں غضنفر نے "دہٹا" کو تھٹکا خیال کیا ہے[3]

ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ نے اس جملہ کو اس طرح پڑھا ہے[4]

برکت شیخ سہٹا اک موا اک ٹھٹا

اور ڈاکٹر صاحب نے "سھٹا" کے معنی بھاگنا بتائے ہیں[5]

تاریخ سندھ کے فاضل محقق پیر حسام الدین راشدی، سید ہاشمی فرید آبادی کے ہم رائے ہیں
اور ان کی رائے میں بھی یہ جملہ اسی طرح ہے۔

برکت شیخ سہٹا اک موا اک سھٹا

شیخ سہٹا کی برکت تھی کہ ایک مر گیا اور ایک بھاگ گیا۔

---

[1] اردو کی حقیقت تاریخ سے "از سید ہاشمی فرید آبادی "اردو" کراچی جنوری و اپریل ۱۹۵۳ء
[2] اسلامک کلچر (حیدر آباد دکن) اکتوبر ۱۹۳۸ء
[3] تاریخ ادب اردو جلد اول (اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے مختلف نظریے از پروفیسر حبیب اللہ
خاں غضنفر) مرتبہ عبدالقیوم ص ۲۳۷ (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی ۱۹۶۱ء)
[4-5] تاریخ معصومی (اردو ترجمہ) ص ۲۳۷

ہمارا خیال یہ ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) کے تاریخ فیروز شاہی (مصنف) کے قلمی نسخے کے کاتب اور مرتب و مصحح مولوی ولایت حسین صاحب کی سندھی زبان اور اس کے رسم الخط کی عدم واقفیت کی وجہ سے یہ جملہ مختلف طریقے سے لکھا اور پڑھا گیا ہے۔ سندھی رسم الخط میں یہ جملہ "برکت شیخ پٹھا اک نتھا" اس طرح لکھا جائے گا۔

"برکت شیخ پٹ آک موا اک نٹا"

اس تحریر کو کاتب اور مرتب نے فارسی رسم الخط میں "برکت شیخ نہا اک مواک تہا" بنا دیا جس کی وجہ سے یہ اختلافات رونما ہوئے۔

کم وبیش اسی زمانہ کا ایک کتبہ مولوی حفیظ الرحمٰن بہاول پوری (ف ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) نے اپنی کتاب "ذکر کرام" میں نقل کیا ہے جو حضرت مخدوم کے زمانہ یعنی سمّوں کے عہد کا ہے اس سے بھی اردو کے ارتقاء کا اندازہ ہوتا ہے۔ ڈاک خانہ سنجر پور (ضلع رحیم یارخاں) کے نواح میں ایک کنوئیں سے ایک پختہ سل (اینٹ) برآمد ہوئی تھی اس پر یہ تین شعر کندہ تھے[1]

سلاں سل بند بھیاں ، بھگیا نام نصیر
اینٹیں خشت سازنے تیار کیں جس کا نام نصیر قوم بھگیا ہے
کُھہو کھٹایا پتر گا من دے ، اوندا نام حمیر
کنواں تیار کرایا گامن کے بیٹے حمیر اونٹر نات نے

[1] ذکر کرام ص ۱۲۸ تا ۱۲۹

وقت سکندر بادشاہ[1] ملک وڈھی پہلوان

سکندر بادشاہ عالی ملک اور طاقت ور کے عہد میں

رعیت رضی ایہہ جہی جو ڈیدھا نت جواں

رعیت اس قدر خوش ہے کہ بڈھے جوان معلوم ہوتے ہیں

ہک لکھ سولاں لگ چکیاں، کھیا کھوہ تمام

ایک لاکھ سولہ اینٹیں لگیں، تب کنواں مکمل ہوا

ترے سو بوٹی باغ دی، لا دھی اونڑ جام

تین سو درخت باغ میں جام اونڑ نے لگائے ہیں

تبلیغ اسلام

تبلیغ اسلام کا سہرا حضرات صوفیائے کرام کے سر تھا حضرت مخدوم تبلیغ اسلام میں بڑے کوشاں رہتے تھے شیخ الاسلامی کے زمانہ میں تو یہ چیز داخل فرائض تھی لیکن اس عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد تو ساری زندگی ہی رشد و ہدایت کے لئے وقف ہو گئی، حضرت مخدوم کی خدمت میں اکثر ہندو حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔ حضرت مخدوم مقامی زبانوں سندھی ہندی میں گفتگو فرمایا کرتے تھے[2] اور یہ چیز مقامی آبادی سے ربط و ضبط قایم کرنے اور ان میں تبلیغ کرنے کے لئے بہت ضروری تھی، اوچ، سندھ اور گجرات میں حضرت مخدوم کے ذریعہ اسلام کی خوب تبلیغ و اشاعت ہوئی اور غیر مسلموں کی بڑی تعداد اسلام سے مشرف ہوئی مشہور مورخ ٹی ڈبلیو آرنلڈ لکھتا ہے[3]

---

[1] ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے جام سکندر شاہ صدر الدین کا زمانہ ۸۱۶ھ متعین کیا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ معصومی (اردو ترجمہ) ص ۶۲۴ [2] الدر المنظوم ص ۶۱۲، ۶۴۷، ۸۱۱

[3] دعوت اسلام ص ۲۹۶

"چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں ایک اور داعی اسلام جنہوں نے صوبہ گجرات میں تبلیغ کے لئے کوشش کی شیخ جلال تھے جو مخدوم جہانیاں کے نام سے زیادہ تر مشہور ہیں، یہ بزرگ گجرات[1] میں آکر سکونت پذیر ہوئے تھے اور بہت ہندوؤں کو انہوں نے اور ان کی اولاد نے مسلمان کیا،

شیخ محمد اکرام نے اپنی کتاب آب کوثر میں مغربی پنجاب اور سندھ میں اشاعت اسلام اور صوفیاء کرام کی تبلیغی کوششوں کا جائزہ لیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں[2]

"مغربی پنجاب کے جن قبیلوں نے آپ (حضرت مخدوم جہانیاں) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، بہاولپور کے سرکاری گزیٹر میں ان کی فہرست درج ہے ان قبیلوں کی تعداد آٹھ تک پہنچی ہے اور ان میں کھرل راجپوتوں کا مشہور اور بڑا قبیلہ بھی شامل ہے، آپ کا فیض ہندوستان کے سب علاقوں میں پھیلا ہوا تھا"

شیخ محمد اکرام صاحب میکلیگن مرتب گزیٹر ملتان کی رائے نقل فرماتے ہیں کہ راجپوتوں میں سیال ایک مشہور قبیلہ ہے اس قبیلہ کے لوگ اضلاع ملتان، منٹگمری، جھنگ (سیالاں) میں کثرت سے آباد تھے، یہ قبیلہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا نون (راجپوت) مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے[3] یہی انگریز مورخ کھرل راجپوتوں کی

---

[1] آرنلڈ کو تسامح ہوا ہے، حضرت مخدوم کے خاندان کے اکثر افراد گجرات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے [2] آب کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۳۱۸

[3] آب کوثر ص ۳۲۵

نسبت لکھتا ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ راجہ کرن ہستناپور کا راجا تھا اس کے ایک جانشین بنگلو نے ہستناپور چھوڑ کر اچہ میں رہائش اختیار کی اور یہاں بسوبا اور اس کے بیٹے کھرل نے حضرت مخدوم جہانیاں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اچہ سے یہ قبیلہ بڑھتے بڑھتے دریائے راوی کے دونوں طرف پھیل گیا۔

حضرت مخدوم کسی شخص کے اسلام لانے کے بعد اس کی باحسن وجوہ تربیت فرماتے تھے یہاں تک کہ اس شخص کا پورا قبیلہ یا پوری قوم مسلمان ہو جاتی تھی۔ عبداللہ گجراتی کے متعلق بیان ہے کہ یہ شخص زنار دار تھا اور حضرت مخدوم کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا تھا جماعت خانہ میں رہتا تھا، کلام اللہ حفظ کیا اور تمام احکام شریعت کے سیکھے، حج کی سعادت سے مشرف ہوا پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے اجازت لے کر اپنے گھر والوں اور قوم کو مسلمان کرنے گیا، اور اس میں اس کو کامیابی نصیب ہوئی۔[1] یہ شیخ عبداللہ اوچ ہی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، ان کے خاندان کو حضرت مخدوم کے خاندان سے ایک خاص تعلق رہا، اوچ میں صرف دو ایسے خاندان ہیں جن میں سے حضرت مخدوم کی خانقاہ کے مجاور مقرر ہوتے ہیں، ان میں سے ایک خاندان عبداللہ کا ہے آج کل اس خاندان کا نمائندہ خلیفہ غلام محمد بن غلام حسین ہے۔

شیخ عبداللہ کی طرح حضرت مخدوم نے ایک اور شخص کو مسلمان کر کے عبدالسلام نام رکھا اور اس کے حق میں دعا فرمائی کہ یہ مثل عبداللہ کے ہو۔[2] ایک مرتبہ ایک شخص قبول اسلام کی نیت سے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت مخدوم نے اس کو اسلام سے

---

[1] الدر المنظوم ۳۱۲ تا ۳۱۳

[2] ایضاً ص ۳۱

مشرف کیا اور اس کو نیا لباس مرحمت فرمایا غسل کرایا اور اپنے ایک دوست کے سپرد کیا کہ وہ اس کو قرآنی آیات سکھادے تاکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق نماز درست ہو جائے[1]

حضرت مخدوم تبلیغ اسلام کا ہر وقت خیال رکھتے دہلی کے قیام میں ایک روز حضرت کے پیٹ میں کچھ تکلیف ہوئی، کوتوال کی طرف سے ایک ہندو طبیب دوالے کر حاضر ہوا حضرت مخدوم نے اس کی آمد پر اظہار مسرت کیا اور دعا فرمائی کہ خدائے تعالیٰ تمہیں اسلام سے مشرف فرمائے[2]

حضرت مخدوم نے سلطان فیروز شاہ تغلق سے سنبل تناشر کی ایک عورت کا ذکر کیا کہ وہ پہلے ہندو تھی حضرت کے دست حق پرست پر مسلمان اور مرید ہوئی اس کی برکت سے اس کا شوہر اور اس کے دوسرے متبعین بھی مسلمان ہو گئے۔ اب وہ سخت ریاضت و مجاہدہ کرتی ہے اور رات کو بالکل نہیں سوتی، اس عورت کا ارادہ اوچ جانے کا بھی ہے[3]۔

حضرت مخدوم کے تبلیغ اسلام کے متعلق ہمیں دو روایتیں اور ملی ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ ہندوؤں کے مشہور تیرتھ ہرنعار (یو۔پی) کے پاس ایک قصبہ جوالاپور ہے، وہاں راجپوتوں کا ایک معتدد قدیم خاندان آباد ہے جس کا خاندانی لقب راؤ ہے اس خاندان کے ایک ذی علم بزرگ راؤ محمد صدیق کے بیان کے مطابق یہ خاندانی روایت ہے کہ راجپوتوں کا یہ خاندان حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوا تھا، اسی طرح

---

[1] ایضاً ص ۳۸۵ تا ۳۸۶ [2] ایضاً ص ۱۳۵

[3] ایضاً ص ۷۹۱، ۸۰۷ تا ۸۰۸ [4] مکتوب مولوی سبطین احمد بدایونی بنام راقم مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۶۰ء۔ نیز ملاحظہ ہو "بینات" کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

ہمارے ایک دوست چودھری بشیر احمد خاں ولد چودھری فیض محمد خاں سکنہ سابق موضع تلونڈی رائے ضلع لدھیانہ ساکن حال موضع نور پور چک ۱۲۲ گ ب ضلع لائلپور کا بیان ہے کہ ان کے آبا و اجداد منج راجپوت اور علاقہ جبلپور کے قدیم باشندے تھے۔ اس خاندان کے ایک شخص رائے تلسی داس نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور شیخ چاچو نام مقرر ہوا۔[1] سلطان اسلام کے زمانہ میں یہ خاندان ریاستی شان و شوکت کے ساتھ مشرقی پنجاب کے ایک علاقہ پر قابض رہا۔ سکھوں کے زمانہ میں روبزوال ہوا اور تقسیم ملک ۱۹۴۷ء کے بعد تو شیرازہ ہی منتشر ہو گیا، اور اب اس خاندان کے بعض افراد حجاوطنی (ضلع منٹگمری) اور نور پور (ضلع لائلپور) میں سکونت پذیر ہیں۔

شیخ محمد اکرام صاحب حضرت مخدوم کے بھائی اور خلیفہ شیخ راجو قتال کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا اصل کام اوچ میں اشاعت اسلام اور گجرات وغیرہ کے صاحب ہمت لوگوں کی تربیت ہے جنہیں انہوں نے علوم باطنی سے مالا مال کر کے گجرات کے قدیمی دار الحکومت میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجا۔[3]

علاقہ گجرات میں اسلام کی نشر و اشاعت بڑی مدت تک خانوادہ حضرت مخدوم جہانیاں کے ذریعہ ہوئی بلکہ گجرات کی خود مختار حکومت کے قیام میں بھی حضرت مخدوم کی

---

[1] مکتوب مولوی بشیر احمد خاں، بنام راقم مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۶۲ء، بشیر احمد خاں صاحب کے پاس ہم نے قلمی صورت میں بھی کچھ کاغذات دیکھے جن سے ان کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ [2] صحیفہ زریں جلد اول ص ۳۲۸ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۲ء) میں ان کا نام تلسی رام اور اسلامی نام شیخ چاچو تحریر ہے۔

[3] آب کوثر ص ۳۲۱

دعائیں شامل رہیں، سلاطین گجرات کے مورث ان سہارن و سادھو دو بھائی تھے، تھانیسر کے رہنے والے اور قوم کے ٹانک تھے، سلطان فیروز شاہ تغلق ان کی خدمات سے بہت خوش ہوا اسان دونوں بھائیوں پر شاہی عنایات روز بروز ہونے لگیں، یہاں تک کہ دولت دنیاوی کے ساتھ ساتھ دولت ایمانی سے بھی مالا مال ہو گئے اور حضرت مخدوم کے سلسلہ ارادت میں منسلک ہوئے، مراۃ سکندری کا بیان ہے[1]:۔

وہ ہر دو برادر بشرف اسلام مشرف گشتند سلطان، سہارن را بخطاب وجیہہ الملک مخاطب ساخت و بعد ازاں با جازت سلطان در سلک مریدان قطب الاقطاب حضرت مخدوم جہانیاں منسلک شدند و بسعادت سندی دارین منسوب گشتند۔	دونوں بھائی شرف اسلام سے مشرف ہوئے، سلطان نے سہارن کو وجیہہ الملک کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور اس کے بعد وہ سلطان کی اجازت سے قطب الاقطاب حضرت مخدوم جہانیاں کے مریدوں میں داخل ہوئے۔

حضرت مخدوم کی برکت اور دعا سے یہ خاندان سلطنت اور بادشاہت کا مالک ہوا[2] اور سلاطین گجرات کے خاندان میں کم و بیش دو سو سال حکومت رہی یہی وجہ ہے کہ گجرات میں حضرت مخدوم کے خاندان کے اکثر اکابر شیوخ سکونت پذیر رہے اور ان کے رشد و ہدایت سے گجرات میں اسلام اور شریعت اسلامیہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔

اسی طرح ریاست مانگرول کا قیام اور وہاں اسلام کی نشر و اشاعت بھی حضرت مخدوم کی نظر فیض اثر کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے، حضرت مخدوم کے ایک مرید سکندر بن مسعود

---

[1] مراۃ سکندری از شیخ سکندر بن محمد ص ۷ (مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۸ھ)

[2] ایضاً ص ۷ تا ۸

تھے، جو ایک مدت تک حضرت مخدوم کے پاس اوچ میں رہے گجرات کو تبلیغ وارشاد کی غرض سے مانگرول (کاٹھیاواڑ) بھیجا گیا، شیخ سکندر اور ان کی اولاد نے تبلیغ وارشاد کی خدمات کو اس علاقے میں بااحسن وجوہ انجام دیا شیخ سکندر کے پوتے رکن الدین آدم کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو۔[1]

سکونت قصبہ منگلور (مانگرول) بحکم حضرت بندگی قطب الاقطاب عالم قدس سرہ العزیز سید سکندر مرحوم اختیار کردہ اند وقصبہ مذکور خاصہ اسلام نصب کردہ سید موصوف چوں بہ مغرب فنا فروشدند، والد ماجد مرحوم نیز نشبہ طریق وسع امکان باتمام رسانیدہ اند، بعد وفات والد مرحوم بندہ خاکروب بصیرت لنگان وکوران ضعیفان برحسب طاقت بشری بامید حیث من تشبہ بقوم فہو منہم وان لم یعمل بعملہم دراں رہ می شتابد۔

قصبہ منگلور (مانگرول) کی سکونت قطب الاقطاب عالم (مخدوم جلال الدین) کے حکم سے سید سکندر مرحوم نے اختیار کی تھی اور اسلام کا جھنڈا اس قصبہ میں گاڑا تھا۔ جب سید موصوف انتقال فرما گئے تو والد مرحوم جہاں تک ہو سکا ان کے طریقے پر چلتے رہے اور والد مرحوم کے انتقال کے بعد یہ بندۂ ناچیز کمزور وناتواں اپنی طاقت کے مطابق ان کی مشابہت کے خیال سے اس کام میں سرگرم عمل رہا۔

. . . .

آخر میں یہی خاندان مانگرول کی حکومت وامارت پر فائز ہوا، مولانا ابوظفر ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ ۷۶۸ھ (۱۳۶۸ء) میں فیروز شاہ تغلق نے ملک عز الدین کی ماتحتی میں ایک فوج

۱؎ ملاحظہ ہو تاریخ گجرات از مولانا ابوظفر ندوی ص ۲۱۵۔ (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء)

راجہ کنور پال کی تنبیہہ کے لئے مانگرول بھیجی اس فوج میں سکندر بن مسعود بھی معہ اپنے مریدین اور متبعین کے گئے اور انہوں نے خوب دادِ شجاعت دی راجہ مارا گیا مسلمان فتحیاب ہوئے، اس فتح کی یادگار میں ایک جامع مسجد تعمیر ہوئی جو ۷۸۵ھ ۱۳۸۳ء میں مکمل ہوئی جیسا کہ ذیل کے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً ۵

در عہد خسروے کہ شہاں پیش درگہش
سر بر زمیں نہادہ چو خاکیبہ درش

فیروز شاہ جہانگیر دین پناہ
بنیاد کفر زو شدہ اندر گل تباہ

تند چراغ شرع ازو یافتہ ضیاء
در عہد دولتش کہ مبادا ش انزوا

بنیاد ایں مقام شد از فضل کردگار
از سعی عز الدین بن آرام شہر بکار

اتمام ہم بدولت عہدش شد ایں مقام
امید آنکہ عفو گناہش بود تمام

از سال ہجری نبوی بود ہفت صد
ہشتاد و پنج گشتہ برو زائد از عدد

یارب تو فضل و عون خودش عفو کن تمام
با بینش را گناہ بکو نین والسلام

بخط العبد الضعیف الراجی الیٰ رحمۃ اللہ طاہر عثمان جعفری۔ تاریخ گجرات ۱۶۲-۲۱۶-۲۱۹

قدم شریف

دہلی میں لاہوری دروانہ کے جانب جنوب تقریباً ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر (علاقہ صدر متصل سرائے خلیل عیدگاہ چھوٹی کھڑکی) قدم شریف کی درگاہ ہے، در اصل یہ شہزادہ فتح خان بن فیروز شاہ تغلق کی قبر ہے، اس پہ ایک پتھر نصب ہے اور اس پتھر پر ایک نقش قدم بنا ہوا ہے جس کا انتساب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا جاتا ہے۔

مشہور ہے کہ یہ قدم شریف فیروز شاہ تغلق کے عہد میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کہ معظمہ سے دہلی لائے تھے۔[1] ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء میں فتح خاں کا انتقال ہوا تو نقش قدم اس کی قبر پہ لگا دیا گیا اس کے بعد اس کے گرد مدرسہ، مسجد، دو مکانات تعمیر ہوئے یہاں فیروز شاہ تغلق کے خاندان نیز دوسرے امراء و رؤسا کی قبریں ہیں۔

فتح خاں کی قبر پر سنگ مرمر کا ایک چپٹا تعویذ نو فٹ لمبا، ساڑھے چار فٹ چوڑا اور ڈیڑھ فٹ اونچا ہے، اس کے بیچ میں تختہ سنگ قدم شریف ساڑھے تین فٹ لمبا اور ڈھائی فٹ چوڑا رکھا ہوا ہے، جس پر پورا نقش قدم مبارک انٹ ۱۳ انچ لمبا اور ۶ انچ چوڑا نمایاں ہے۔[2]

سنگ مرمر کے ٹکڑے پر لکھا ہے:[3]

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، محمد میر تحویل دار حسینی خانہ عالمگیر شاہی

سنگ مرمر پر یہ تحریر ہے:

رہے گم کساں رہنمائے محمد   ہدایت دہندہ ہدائے محمد
خوش آں مدرسہ منبر بارگاہے   کہ در وے بباشند ثنائے محمد
شکستہ دلاں راشداں مرہمے   دلِ دردمنداں دوائے محمد

[1] واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم از مولوی بشیر الدین ص ۳۷۵ (آگرہ ۱۹۱۹ء)

[2] لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومنٹس جلد دوم از مولوی ظفر حسن ص ۲۴۴ (کلکتہ ۱۹۱۹ء) و واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم ص ۳۸۵۔

[3] یہ کتبات "لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومنٹس جلد دوم از مولوی ظفر حسن ص ۲۴۲ تا ۲۴۳ (کلکتہ ۱۹۱۹ء) سے نقل کئے گئے ہیں۔

عرش گشتہ در زیر پا اد مسلم　　　　بر آں کو شدہ خاکپائے محمد
منعم از سگاں سگ کوئے ادیم　　　　شدہ شیرواں از گدائے محمد

..... عرف شیرواں خاں ابن ریحاں خاں حبشی .... بود بتاریخ بست د سویم ربیع الثانی سنہ ۱۰۸۲ھ ایں ابیات بہا در تحریر آوردہ۔ سنگ مرمر کے تالاب پر کندہ ہے:۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود　؎　سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

چو یوسف در قدم گاہ محمد　؎　مجر را بتوفیق خدا ساخت
پے تاریخ اتمام بنا سیش　؎　شنیدم ہاتفے گفتہ بجا ساخت

ڈاکٹر وو گل نے ۱۹۰۸ء میں مندرجہ ذیل ایک اور کتبہ نقل کیا ہے[1]

یہ آب قدم الشرف محمد رسول اللہ یا ۱۲۲۲ھ

یہ کتبہ سنگ مرمر کے ایک چھوٹے سے حوض کی ایک دیوار پر ہے اور اب یہ حوض عجائب خانہ (لال قلعہ دہلی) میں رکھا ہوا ہے۔

قدم شریف کے متعلق تمام معاصر کتب تاریخ خاموش ہیں، تاریخ فیروزشاہی (برنی) تاریخ فیروزشاہی (عفیف) سیرت فیروزشاہی اور حضرت مخدوم کے مستند ملفوظات جامع العلوم، خزانۂ جلالی، جواہر جلالی، مظہر جلالی، سفرنامہ وغیرہ میں کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ البتہ فتوحات فیروزشاہی (ص ۲۳) میں ایک اشارہ ملتا ہے لیکن اس میں کوئی صراحت اس کے قدم نبوی ہونے یا حضرت مخدوم کے لانے کی نہیں ہے۔ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں[2]

---

[1] کیٹا لاگ آف دی دہلی میوزیم آف آرکیو لاجی از ڈاکٹر وو گل ص ۴۴ (کلکتہ ۱۹۰۸ء)
[2] الفرع النامی ص ۲۴۔

می گویند کہ آثار شریف نبوی پائے مصطفوی
کہ در دہلی است آوردۂ ایشان (حضرت
مخدوم) است لکن روایتے از حدیث
صحیح نزد محدثین ثابت نشدہ کہ در خور
اعتماد و اعتبار باشد در حدیثے نیامدہ کہ
نقش پائے مبارک بر سنگے چسپیدہ باشد
. . . .

کہتے ہیں کہ آثار شریف نبوی میں سے قدم
شریف جو دہلی میں ہے وہ ان کا (حضرت
مخدوم) کا لایا ہوا ہے لیکن محدثین کے
نزدیک کسی صحیح حدیث میں ایسی کوئی
روایت نہیں ہے کہ جس پر اعتماد و اعتبار
کیا جائے اور کسی حدیث میں نہیں آیا ہے
کہ پائے مبارک کا نقش کسی پتھر پر آ گیا
تھا۔

مفتی عبدالقادر رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) نے بھی ان ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔[1]

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات کو صحابہ کرام نے بڑے ذوق و شوق اور صحت سے محفوظ رکھا ہے۔ مگر قدم شریف کے متعلق کوئی روایت نہیں ملتی۔ اگر ایسا واقعہ ہوتا تو اس کی روایت صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہوتی اور یقیناً حد تواتر کو پہنچتی مگر ایسا نہیں ہے۔

سید احمد شہید کی تحریک کے زمانہ میں شاہ اسماعیل شہید وغیرہ نے بدعات کا رد کیا اس زمانہ میں قدم شریف کی صحت اور عدم صحت کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا ہوگا۔ اسی لئے دو رسالے برہان محکم علی خذلان من نفی اثر القدم مولوی کریم اللہ (ف ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء) نے اور سیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول مولوی فرید الدین نے قدم شریف کی صحت کے

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول مرتبہ محمد ایوب قادری ص ۲۳۶ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی ۱۹۶۰ء

متعلق لکھے[1] اور ان رسالوں کے رد میں میاں نذیر حسین دہلوی (ف ۱۹۰۲ء) نے ۱۲۶۶ھ/۱۸۸۰ء
میں ایک محققانہ رسالہ الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم لکھا، یہ رسالہ فخر المطابع دہلی سے
۱۲۶۷ھ/۱۸۸۱ء میں طبع ہو چکا ہے[2]۔ اس سلسلہ کی ایک کتاب الاستشفاع والتوسل بآثار
الصالحین وسید الرسل مؤلفہ حافظ محمد عمر عرف سراج الحق بن مولوی فرید الدین ہے جو
۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں خادم اسلام پریس دہلی میں طبع ہوئی ہے، آثار الصالحین کے حوالے سے
خان بہادر مولوی ظفر حسن (محکمہ آثار قدیمہ دہلی) نے اپنی کتاب "لسٹ آف محمڈن اینڈ
ہندو مونیومنٹس"، میں سیر نامہ مؤلفہ احمد بدنی[3] کی روایت نقل کی ہے[4] کہ بادشاہ
فیروز شاہ نے اپنے مرشد مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو خلعت خلافت لانے کے لئے
مصر بھیجا وہ بڑے اعزاز کے ساتھ خلعت خلافت لائے خلیفہ نے ان کو قدم شریف بھی
دکھایا، واپسی پر حضرت مخدوم نے فیروز شاہ سے قدم شریف کا ذکر کیا۔ فیروز شاہ کو قدم
شریف حاصل کرنے کا شوق ہوا اور اس نے حضرت مخدوم کو اس کے لانے کے لئے تیار
کیا، حضرت مخدوم بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں تیرہ کروڑ تین لاکھ تنکوں کے تحائف لے
کر خلیفہ کی خدمت میں پہنچے، خلیفہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے نہ صرف قدم شریف

---

[1] ریاض الانوار از حافظ محمد عمر عرف سراج الحق جلد اول ص ۲۰۲ (نصرت المطابع دہلی ۱۳۰۲ھ)

[2] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۳۴ و مخدوم زادگان فتح پور حصہ اول از مولوی مسعود علی محوی ص ۳۴ تا ۳۵ (حیدر آباد دکن ۱۹۴۲ء)

[3] ہم عصر مآخذ میں سیر نامہ بدنی کا کوئی حوالہ نہیں ملتا سیر نامہ کے تمام نسخے بارھویں صدی یا اس کے بعد کے ہیں، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مجاوروں نے سید احمد بدنی ؟ کے نام سے سیر نامہ کا رسالہ وضع کیا ہے

[4] لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومنٹس، جلد دوم ص ۲۴۳

دیدیا بلکہ اس کے دو خادم حاجی محمد اور حاجی شمس الدین کو بھی ساتھ کردیا جب حضرت مخدوم قدم شریف لے کر آئے تو بادشاہ نے بیس میل سے استقبال کیا اور قدم شریف کو اپنی قبر میں لگانے کے لئے رکھا مگر ایک موقع پر اپنے پوتے فتح خاں سے خوش ہوکر اس کو بخش دیا، بالآخر فتح خاں کی قبر پر قدم شریف نصب ہوا۔ یہ واقعہ ۷۶۷ھ (۱۳۶۵-۶ء) کا بیان کیاجاتا ہے[۱]

تاریخی اعتبار سے یہ بیان طلسم ہوشربا کی داستان معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ تاریخ فیروزشاہی وغیرہ میں خلعت خلافت کا آنا بڑی وضاحت سے مرقوم ہے حکومت کے تیسرے سال فیروزشاہ کو درگاہ خلافت سے منشور عطا ہوا، اس موقع پر اس نے جشن عام مناکر خوشی کا اظہار کیا[۲] ۷۵۴ھ (۱۳۵۳ء) میں المعتضد باللہ ابوبکر بن الحاکم نے شیخ شہاب الدین احمد صامت کے ہاتھ منشور روانہ کیا اور فیروزشاہ کو سیف الخلافت اور قسیم امیر المومنین خطابات عطا فرمائے[۳] ۷۶۴ھ (۱۳۶۲ء) میں محمد ابوبکر المتوکل علی اللہ نے قاضی بہاء الدین اور خواجہ کافور کے ہاتھ ایک منشور بھیجا اس منشور میں یہ بھی مرقوم تھا کہ جس نے سید السلاطین فیروزشاہ کی فرمانبرداری کی اس نے گویا خدا اور رسول کی فرمانبرداری کی[۴] ۷۶۶ھ (۱۳۶۴ء) میں متوکل علی اللہ کی طرف سے ناصر الدین دواتدار خلیفہ اور شرف الدین رفاعی کے ذریعہ ایک اور منشور آیا[۵]، فیروزشاہ تغلق نے محمود شمس کے ذریعہ دربار خلافت کو ہند پاکستان

---

[۱] یہ روایت سب سے پہلے شجرۂ سہروردی (حالات سماء الدین دہلوی) از احمد خاں اکبر شاہی تالیف عہد اکبری ۱۰۰۵ھ (ورق ۲۷ب۔۲۹ل) میں مجاوروں کے حوالہ سے نقل ہوئی ہے۔

[۲] تاریخ فیروزشاہی (عفیف) ص ۱۹۴۲ [۳ و ۴] سیرت فیروزشاہی ورق ۱۴۰ بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۰۴ [۵] ایضاً ص ۳۱۴

اوقاف، مساجد، رباطات، مدارس اور خوانق وغیرہ کے متعلق پوری تفصیل روانہ کی۔

سنہ ۷۷۱ھ (۱۳۶۹ء) میں محمود شمس کے ساتھ قاضی نجم الدین قریشی اور خواجہ کافور یمنی آئے اور خلیفہ کی طرف سے ایک وقف نامہ لائے۔ یہ دربارِ خلافت سے تعلقات کی تاریخی حیثیت ہے

سنہ ۷۶۷ھ (۱۳۶۵-۶ء) میں قدم شریف کا لانا بیان کیا جاتا ہے[1]۔ اس زمانہ میں حضرت مخدوم ہند پاکستان میں تھے ان کا کہیں باہر جانا ثابت نہیں ہے، کیونکہ اسی زمانے میں فیروز شاہ تغلق نے ٹھٹہ پر تاخت کی تھی اور اس موقعہ پر حضرت مخدوم نے مصالحت کے فرائض انجام دئے تھے جس کی تفصیل پچھلے باب میں گزر چکی ہے، سیر نامہ کے مؤلف نے فتح خاں کو فیروز شاہ کا پوتا لکھا ہے جو غلط ہے، فتح خاں فیروز شاہ کا بیٹا تھا، ایک ہم عصر مورخ سے یہ غلطی عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔

مؤلف واقعات دارالحکومت دہلی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف سنہ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) کے ایک وصیت نامہ اور خط کا حوالہ دیا ہے، مگر ان چیزوں کی صحت کی سند بیان نہیں کی[2]۔ اس کے برخلاف شیخ عبدالحق نے حضرت مخدوم کے جو حالات اخبار الاخیار میں لکھے ہیں ان میں قدم شریف کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (ف سنہ ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) کا ارشاد ہے کہ قدم شریف کو محدثین صحیح نہیں جانتے ہیں۔ ... میں نے ہر چند اس کی سند کو تلاش کیا مگر نہ پایا[3]۔ ... قصیدہ بُردہ

---

[1] تذکرہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت از سخاوت مرزا ص ۱۱۱ (انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز، آئندہ حوالہ میں اس کو "تذکرہ مخدوم" لکھا جائے گا، حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۶۲ء)

[2] واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم ص ۵۴۰ [3] ملفوظات شاہ عبدالعزیز اردو ترجمہ مفتی انتظام اللہ و مولوی محمد علی ص ۱۷ (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی سنہ ۱۹۶۰ء)

میں قدم شریف کا پتھر میں اتر ہونا لکھا ہے مگر شعر کے دوسرے معنی بھی لئے جا سکتے ہیں۔[1]

حافظ محمد عمر عرف سراج الحق دہلوی نے اپنے مرشد حافظ عبد العزیز عرف مقبول احمد دہلوی کے ملفوظات و حالات ریاض الانوار کے نام سے دو جلدوں میں لکھے ہیں اس میں بھی قدم شریف کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے، مگر بیان بالکل بے وزن اور پوچ ہے تاریخ و سیر سے ان کو کوئی سند نہیں مل سکی۔[2]

انقلاب ۱۹۴۷ء میں قدم شریف کا تمام علاقہ، مساجد، قبرستان، خانقاہ، اور خاص قدم شریف کے وسیع دالان پر ہندو اور سکھ شرنارتھیوں نے قبضہ کر لیا تھا، قبرستان میں مکان بنا لئے ہیں، اب بھی بعض مسجدیں ان کے قبضہ میں ہیں جن میں وہ بہ حیثیت مکان کے رہتے ہیں، پختہ اور سنگ مرمر کی سیکڑوں قبریں مسمار کر دی گئی ہیں ۱۹۵۹ء میں قدم شریف کا دالان اور دو مسجدیں شرنارتھیوں سے حکومت ہند نے خالی کروا کے مجاوروں کے سپرد کی ہیں۔ قدم شریف اب فتح خاں کی قبر پر نہیں ہے بلکہ علیحدہ مجاوروں کے پاس رہتا ہے۔ ۱۲ جولائی ۱۹۶۳ء بروز سہ شنبہ ہماری درخواست پر مجاوروں نے قدم شریف دکھایا۔ سفید پتھر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے جس میں قدم جیسا نشان ہے قدم کی لمبائی ایک بالشت پانچ انگشت ہے، اب وہاں کسی قسم کا کوئی کتبہ وغیرہ نہیں ہے اور اس تختہ سنگ قدم شریف کی وہ لمبائی اور چوڑائی نہیں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

دہلی کے مشہور قدم شریف کی دیکھا دیکھی زمانہ شناس لوگوں نے ہند و پاکستان میں متعدد جگہ قدم شریف کی زیارتیں قائم کر رکھی ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں:۔

---

[1] ملفوظات شاہ عبد العزیز ص ۲۷

[2] ریاض الانوار جلد اول ص ۱۹۲ تا ۲۳۰

۱۔ خاص دہلی ہی میں جامع مسجد کے جو تبرکات ہیں ان میں بھی "قدم رسول" موجود ہے، ایک پتھر پر ایک بالشت ۲ انگشت لمبا نشان ہے۔

۲۔ لاہور میں، کوئی بزرگ حاجی حمبل مکہ معظمہ کی طرف سے یا ایران سے قدم شریف لائے تھے اور حاجی جمعیت نے ان قدموں کے لئے ایک گنبد بھی بنوایا تھا اب یہ قدم شریف مادھو لال حسین کے مزار کے سرہانے ایک گنبد میں نصب ہیں، یہاں دونوں قدموں کے پنجوں کے نقش ہیں[1]

۳۔ لاہور میں شاہی مسجد کے تبرکات میں بھی قدم شریف ہے، اس میں پورے پاؤں کا نقش ہے[2]

۴۔ آگرہ میں شاہ گنج اور سکندرہ کی پختہ سڑک پر قدم رسول کی درگاہ ہے جسے ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء میں شاہجہاں کے میر توزک خدمت پرست خاں نے تعمیر کرایا تھا۔ اس درگاہ کے نیچے حجرے، مغربی ضلع میں مسجد اور باقی اضلاع میں دوہرے دالان ہیں درمیانی صحن مربع ہے اس میں ایک حوض اور درمیان میں قدم شریف کا ایک خوشنما حجرہ بنا ہوا ہے۔ حجرے کے وسط میں چبوترہ ہے، درمیان میں ایک پتھر پہ قدم شریف ہے اس درگاہ سے متعلق کچھ وقف بھی ہے[3]

---

[1] ملاحظہ ہو تحقیقات چشتی از نور احمد چشتی ص ۲۹۵-۲۹۸ (حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور ۱۳۲۴ھ) و حدیقۃ الاولیاء از منشی غلام سرور لاہوری ص ۱۲۱ تا ۱۲۲ (مطبع نامی نول کشور کان پور)

[2] مکتوب حکیم محمد موسیٰ امرتسری بنام راقم مورخہ ۱۳ ر مئی ۱۹۶۳ء

[3] مرقع اکبرآباد از مولوی سعید احمد مارہروی ص ۱۲۷ (۱۱۸ (آگرہ ۱۹۳۱ء)

۵۔ آگرہ میں محلہ چڑی مار ٹولے میں یوسف شاہ کی مسجد ہے یوسف شاہ کے مزار پر بھی ایک خوش نما محراب کے اندر قدم شریف نصب ہے، محراب کے اطراف میں بخط نستعلیق یہ شعر کندہ ہے سے

برزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد شد[1]

۶۔ جے پور میں قدم شریف کی درگاہ ہے۔ ربیع الاول میں بارہ تاریخ کو بڑا ازدحام ہوتا ہے، آج کل سلیم الدین صاحب مہتمم ہیں۔

۷۔ خیرآباد (ضلع سیتاپور) میں نصیرالدین حیدر کے زمانہ میں سمی مکا درزی نے چالاکی سے بڑا عروج حاصل کر لیا تھا۔ لکھنؤ میں بڑی عالیشان عمارتیں بنوائیں، خیرآباد میں پختہ حویلی، دیوان خانہ، امام باڑہ اور مسجد بنوائی اس کے ساتھ قدم رسول کی زیارت گاہ بھی بنوائی[2]

۸۔ رام پور (یو۔پی) میں نواب کلب علی خاں (ف ۱۸۸۷ء) کے زمانہ میں قدم شریف کی ایک خوش نما عمارت تعمیر ہوئی حکیم نجم الغنی رام پوری لکھتے ہیں[3]

جب ایک نشان قدم، پتھر پہ آنحضرت کے قدم شریف کے نام سے ان (نواب کلب علی خاں) کو ملا تو اس کو نہایت عقیدت کے ساتھ بے نظیر کے متصل

---

[1] مرقع اکبر آباد از مولوی سید احمد مارہروی ص ۱۶۷، ۱۱۸ (آگرہ ۱۹۳۱ء)
[2] تاریخ اودھ جلد چہارم از حکیم نجم الغنی ص ۳۴۳ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۸ء)
[3] اخبار الصنادید جلد دوم از حکیم نجم الغنی خاں ص ۲۱۱ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

ایک مذہبی زیارت کے طور پر قائم کیا اساس کی خوشنما عمارت تیار ہو کر ۱۶ محرم ۱۲۸۹ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۸۷۲ء کو منگل کے دن اس کی رسم افتتاح ادا کی گئی، محدثین کو اس بات میں اختلاف ہے کہ آنحضرت سے کوئی ایسا معجزہ ظہور میں آیا ہے یا نہیں، سیرت شامی میں معجزہ قدم کا انکار ہی کیا ہے، ایک بار وہ قدم نواب صاحب کے عہد میں چوری بھی گیا تھا، جو بہت سی کوشش کے بعد دستیاب ہوا، جب سے نواب صاحب نے انتقال کیا ہے قدم شریف کا بھی چرچا گھٹ گیا"

باغ بے نظیر کے پاس یہ عمارت تعمیر ہوئی ہے اس پر "یثرب ہندوستان" تحریر ہے یہ
۱۲۸۸ھ
قدم شریف صرف ایک بالشت لمبا ہے۔

۹۔ رام پور میں شاہ بغدادی عبداللہ[1] (ف ۱۲۰۷ھ / ۱۷۹۲ء) کے مزار پر بھی ایک قدم رسول نصب ہے اس کی لمبائی ایک بالشت ۷ انگشت ہے۔

۱۰۔ رام پور میں ایک قدم شریف شاہ درگاہی[2] (ف ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء) کی درگاہ میں بھی ان کے سرہانے والے حجرے کے ایک طاقچے میں نصب ہے، یہ قدم شریف دو بالشت لمبا ہے۔

۱۱۔ کٹک (صوبہ اڑیسہ) میں بھی ایک زیارت گاہ قدم رسول کے نام سے ہے۔ جو عالمگیر ثانی کے عہد میں ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۶ء میں تعمیر ہوئی تھی اس کے دروازہ پر یہ تاریخ درج ہے[3]۔

---

[1] شاہ بغدادی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور از احمد علی خاں ص ۸۲-۸۴ (دہلی ۱۹۲۹ء) [2] شاہ درگاہی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۲۴ تا ۱۲۷

[3] مفتاح التواریخ از طامس ولیم بیل ص ۳۳۶ (نول کشور پریس کانپور ۱۸۶۷ء)

بارگاہ خداوند دو جہانی
پناہ عالم انسی و جانی
مرتب گشت نوبت خانہ دیں
بعہد شاہ عالمگیر ثانی
چو فرزند مصالح دین محمد
کہ دیدار علی نامش بدانی
بدرگاہ نبی ایں قصر آراست
خدا حاصل کند مقصود جانی
سوال سال تاریخش چو کردم
سروش غیب گفت از مہربانی
چو ظل کفر را سرشکنی اندے
ز نوبت خانہ دیں سال خوانی

۱۲۔ قصبہ آنولہ (ضلع بریلی) کے ایک شخص حافظ امیر الدین عہد جوانی میں روپوش ہو گئے تھے غالباً ۱۹۴۲ء میں بڑھاپے میں صوفی و عامل بن کر واپس ہوئے وہ اپنے ساتھ ایک قدم شریف لائے تھے، جمعرات کو زیارت قدم شریف ہوتی تھی، نذر اور چڑھاوے شروع ہو گئے تھے دو تین سال ہی میں ان کا انتقال ہو گیا، معلوم نہیں پھر اس پتھر کا کیا ہوا۔

۱۳۔ دیوبند (ضلع سہارنپور) میں پیرجی ناہد حسن ولد شیخ ریاض احمد کے یہاں ایک قدم شریف ہے جو ان کو نمبردار عبدالشکور ٹانک ساکن موضع رسول پور سے ملا ہے اس کی لمبائی ایک بالشت ۶ ۱/۲ انگشت ہے، ہر انگلی علیحدہ علیحدہ کھلی ہوئی معلوم

ہوتی ہے، انگوٹھے کے قریب والی انگلی انگوٹھے سے بڑی ہے، دوسرے جگہ یہ بات نہیں ہے دیوبند کا یہ قدم شریف بھی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

آنولہ، دیوبند، رام پور، دہلی اور لاہور کے قدم شریف ہم نے خود دیکھے ہیں لمبائی چوڑائی، انگلیوں کی ساخت، نقش کی گہرائی، پتھروں کے اقسام کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور زبان حال سے اپنے جعلی و وضعی ہونے کا اعلان کرتے ہیں[1]۔ افسوس کہ امت مسلمہ جو دنیا میں توحید کی سب سے بڑی مبلغ اور علم بردار تھی آج قدم کے نقوش و آثار کی پرستش میں مبتلا ہے۔

قدم رسول کی مزید تلاش کی جائے تو ہند و پاکستان کے اکثر مقامات پر اور قدم شریف ملیں گے جن کی کوئی اصل نہیں ہے، بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ حضرت علیؓ کے قدم شریف بھی زیارت گاہ بنے ہوئے ہیں ایسی ہی ایک زیارت دہلی میں ہے جو "شاہ مرداں" کہلاتی ہے اکربلا کے احاطے سے آگے ایک بہت بڑا فصیل نما احاطہ ہے جو شاہ مرداں یا علی گنج کے نام سے مشہور ہے، ادہم بائی زوجہ محمد شاہ بادشاہ جن کو احمد شاہ کے عہد سلطنت میں اول نواب بائی اور پھر نواب قدسیہ صاحب الزمانی کا خطاب ملا، شیعہ مذہب تھیں ۱۱۳۷ھ ۱۷۲۴ء میں ان کے پاس ایک پتھر آیا جس پر حضرت علیؓ کے قدم مبارک کا نقش بیان کیا گیا۔ نواب قدسیہ بیگم نے اس نقش قدم کو سنگ مرمر کے ایک حوض میں نصب کرایا ۱۱۶۲ھ ۱۷۴۸ء میں جاوید خاں خواجہ سرا کے اہتمام سے چار دیواری مجلس خانہ، مسجد اور حوض تعمیر ہو پھر ۱۲۲۳ھ ۱۸۰۸ء میں عشرت علی خاں نے مجلس خانہ بنوایا، مجلس خانہ کی پیشانی پر سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ نصب ہے

---

[1] آپ کا جوتا ایک بالشت دو انگل تھا تلوے کے پاس سے سات انگل چوڑا تھا (شمائل ترمذی ۴۹ ۲۱۲ ۴۹)

قلل محمد حبیب اللہ بد انا مدینۃ العلم و علی بابہا ؛ در عہد مبارک احمد
شاہ بہادر بادشاہ غازی بموجب ارشاد نواب قدسیہ حضرت صاحبہ
زمانیہ باہتمام نواب بہادر جاوید خاں صاحب لسر برا ہے خاکسار لطف
علی خاں تعمیر قلعہ و مجلس خانہ و مسجد و حوض در یک سال مرتب شد"[1]

دہلی میں اس سے قبل بھی قدم شریف حضرت علیؓ کی درگاہ تھی جس کی تعمیر عہد جہانگیری
کے ایک شیعہ امیر موسوی خاں نے کرائی تھی ممکن ہے کہ اسی عمارت کو ادھم بائی نے
از سر نو ترقی دی ہوگی۔

حضرت علیؓ سے منسوب ایک قدم شریف اوچ میں بھی ہے جو ایک بہت بھاری
پتھر میں تقریباً دو فٹ لمبا چھ فٹ چوڑا اور ۱ فٹ گہرا گڑھا ہے اس پتھر کے متعلق بھی
مشہور ہے کہ اس کو حضرت مخدوم لائے تھے[2] حضرت مخدوم کے مقبرے کے پاس کوٹھری
میں یہ پتھر رکھا ہوا ہے اس کوٹھری کے دروازے پر تحریر ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنہ ۱۳۳۰ھ

تاریخ عمارہ از سر نو

دریں روضۂ پاک شیر جلی مبارک قدم است مولا علی

---

۱۴۵ اس سے آپ کے قدم مبارک کی لمبائی چوڑائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

[1] واقعات دار الحکومت دہلی حصہ سوم ص ۶۰۔ ۶۱۔

[2] ذخیرۃ الخوانین از شیخ فرید بھکری ورق ۱۴۱ (قلمی) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی
لائبریری کراچی) [3] تاریخ اوچ

مرمت شدہ در زمان شاہ دیں ———— شہ نو بہار گرامی ولی
بہیں فیض در روضہ عنبرشت ———— .... شغل است ذکر علی ونبی

دہلی میں دو پرانے برگد اور کھرنی کے درختوں کے متعلق بھی عوام میں یہ روایت مشہور ہے کہ ان درختوں کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے لگایا تھا۔ کھرنی کا درخت شاہ ترکمان بیابانی کے مزار کے احاطے میں واقع ہے۔[1]

ابن بطوطہ حضرت مخدوم کی خدمت میں

۷۳۴ھ / ۱۳۳۴ء میں مشہور سیاح ابن بطوطہ سیاحت سندھ کے دوران اوچ پہنچا تو حضرت مخدوم کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور خرقہ حاصل کیا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ بھکر سے چل کر ہم اوچ کے شہر میں پہنچے یہ شہر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے بڑا شہر ہے، بازار بہت عمدہ ہے، عمارتیں مضبوط ہیں، اس زمانہ میں اوچ کا حاکم جلال الدین کیجی تھا، ابن بطوطہ کی حاکم شہر سے دوستی ہو گئی، ابن بطوطہ حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم نے اس کو اپنا خرقہ عنایت کیا، اس نے مخدوم کو صالحین میں شمار کیا ہے۔[2]

حضرت مخدوم اور خواجہ گیسو دراز کے تعلقات

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (ف ۸۲۵ھ / ۱۴۲۲ء) اکابر اولیاء ہند میں شمار ہوتے ہیں وہ ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے

---

[1] سر دریاض (سیر دہلی) از شیخ ریاض الدین احمد مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد ص ۲۷ (علی گڑھ ۱۹۶۲ء)

[2] سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۸ تا ۱۹

۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء میں ان کو اپنی خلافت اور جانشینی سے سرفراز فرمایا۔

حضرت گیسو دراز ۸۰۱ھ/۱۳۹۸ء تک دہلی میں مقیم رہے۔ اس کے بعد دکن تشریف لے گئے۔ یہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے چشتیہ سلسلہ میں پیر بھائی ہیں۔ حضرت مخدوم اکثر دہلی تشریف لیجاتے تھے ان دونوں بزرگوں میں خاص روابط و تعلقات تھے اور اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں جیسا کہ تبصرۃ الخوارقات میں ایک جگہ اس کا ذکر ملتا ہے[1]

حضرت بندگی مخدوم (خواجہ گیسو دراز) رضی اللہ عنہ را قوتے بود، ہر کس را کہ بکنار می گرفتند، نعمت می دادند و ہم می ستدند چنانچہ حکایت حضرت بندگی مخدوم و حکایت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ خواندہ باشی۔

.. ..

.. ..

حضرت بندگی مخدوم (خواجہ گیسو دراز) رضی اللہ عنہ صاحب قوت تھے جس کسی سے بغل گیر ہوتے تھے اس کو نعمت باطنی سے سرفراز فرماتے تھے اور اس سے نعمت باطنی حاصل بھی کرتے تھے جیسا کہ تم نے حضرت بندگی مخدوم (خواجہ گیسو دراز) اور سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت پڑھی ہوگی۔

افسوس کہ ان ملاقاتوں کی تفصیل نہیں ملتی۔

حضرت مخدوم احمد شرف الدین یحیٰ منیری

شیخ شرف الدین یحیٰ منیری (۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء) اپنے زمانہ کے

---

[1] تبصرۃ الخوارقات از خواجہ امین اللہ بن خواجہ علی اللہ حسینی (قلمی) ص ۸۵ (ملکیہ مولوی الفرحسین نفیس رقم لاہور)

اولیاء کاملین میں سے تھے، انہوں نے پورب میں ایک مدت تک رشد و ہدایت کی مجالس برپا رکھیں، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کا بڑا احترام و اعزاز فرماتے تھے، مناقب الاصفیا کی روایت ہے[1]۔

چوں جلال الدین در شہر دہلی در آمدے روسوی بہار کردے و سینہ مالیدے و فرمودے بوئے عشق از طرف بہار می آید۔	جب جلال الدین دہلی میں تشریف لاتے تو بہار کی طرف منہ کرکے سینہ ملتے اور فرماتے کہ بہار کی طرف سے عشق و محبت کی بو آرہی ہے۔

مناقب الاصفیاء کی روایت کے مطابق حضرت مخدوم آخر عمر میں شیخ شرف الدین یحیٰی منیریؒ کے مکتوبات اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے صاحب مناقب الاصفیاء لکھتے ہیں[2]۔

جلال بخاری را پرسیدند کہ در آخر عمر در چہ مشغول اید فرمود در مطالعہ مکتوبات شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری باز پرسیدند مکتوبات شیخ شرف الدین منیری چگونہ است فرمود بعضے محل ہنوز فہم نشدہ است۔	(حضرت) جلال بخاری سے پوچھا کہ آخر عمر میں کیا شغل رہتا ہے فرمایا کہ شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری کے مکتوبات کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہوں پھر پوچھا کہ شیخ شرف الدین کے مکتوبات کیسے ہیں، فرمایا کہ بعض مقامات ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آئے ہیں۔

حضرت شرف الدین یحیٰی منیری کے مکتوبات کے تین مجموعے (۱) یک صدی (۲) سہ صدی (۳)

---

[1] مناقب الاصفیاء از شعیب فردوسی ص ۱۴۰-۱۴۱ (مطبع نور الآفاق کلکتہ ۱۸۹۵ء)

[2] ایضاً ص ۱۴۰

بت دہشت شائع ہو چکے ہیں

اخلاق وعادات

حضرت مخدوم اخلاق وعادات میں اتباع سنت کا بہت خیال رکھتے تھے، عاجزی وانکساری ان کی عادت میں داخل تھی کسی معاملہ میں برتری یا امتیاز کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے مریدین وحاضرین پر بدرجہ اتم شفقت فرماتے تھے، بہت سے مریدین ومتعلقین کا وظیفہ مقرر تھا جب مجلس ختم ہوتی تھی تو شکر یا شیرینی وغیرہ جو فتوح میں آتی تھی تقسیم کی جاتی تھی، مجلس میں پان بھی کھلائے جاتے تھے[۱] حضرت مخدوم کھانا کھانے کے بعد کبھی کبھی چورن بھی کھایا کرتے تھے[۲] مخدوم اپنے شیخ عبداللہ یافعی کے اتباع میں اکثر ٹوپی سے نماز پڑھا کرتے تھے[۳] وہ جب گھر میں داخل ہوتے تھے تو سلام کرتے تھے اور اس سلسلہ میں دوسروں کو بھی تاکید فرماتے تھے[۴] حضرت سواری نہیں رکھتے تھے بلکہ ڈولی میں سوار ہوتے تھے[۵] لباس میں کبھی کبھی شلوار اور اتباع سنت میں نعلین پہنا کرتے تھے[۶] پانی یا شربت ہمیشہ تین سانسوں میں پیا کرتے تھے، ایک مرتبہ سحری کا کھانا آیا اس میں پیاز تھی انہوں نے پیاز کھائی[۷] مخدوم باوجود پیرانہ سالی کے تمام اوراد ووظائف پابندی سے ادا کرتے تھے اور آخر عمر میں اکثر بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ مہر کو نیچے نہ رکھنا چاہئے اس لئے کہ اس میں حروف کے نقش ہیں انسان کی تعظیم کرنی چاہئے[۸] حضرت مخدوم کے کئی خادم اور منشی تھے ان میں سے ایک خادم کا نام حسن اور ایک منشی کا نام نورالدین تھا[۹]

---

[۱] الدرالمنظوم ص ۳۴۷ [۲] ایضاً ص ۴۳۸ ـ ۴۳۹ [۳] ایضاً ص ۱۲
[۴] ایضاً ص ۸۵ [۵] ایضاً صفحہ ۱۴۷ [۶] ایضاً ص ۴ ۱۹، ۲۴۸
[۷] ایضاً ص ۲۹۰، ۴۴۲ [۸] ایضاً ص ۷۰۵، ۸۱۶، ۴۴ [۹] ایضاً ص ۵۴۲، ۵۴۴

حضرت لڑکیوں کو گڑیاں کھیلنے سے منع نہیں کرتے تھے، وقت ضرورت ہندو بنئے سے قرض بھی لیتے تھے[1] کچھ لوگ حضرت مخدوم کی خدمت میں سجدہ کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ غیر حق کو سجدہ روا نہیں ہے اور ہمارے مذہب حنفی میں سجدۂ تحیتہ ممنوع ہے[2]

ایک مرتبہ کسی عزیز کا خط مخدوم کے پاس آیا فرمایا کہ فوراً جواب دو اس لئے کہ خط کا جواب دینا اسی طرح واجب ہے جس طرح سلام کا جواب دینا واجب ہے، ایک مرتبہ نظام الملک کے بھانجے جمال الدین، مولانا کریم الدین کی عرضداشت لائے اور سونے کا تنکہ ان کی طرف سے اور چاندی کا تنکہ اپنی طرف سے مخدوم کی خدمت میں نذر کیا، حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی تمہارے لئے ہدیہ لائے تو تمہیں بھی بدلہ دینا چاہئے اور اگر میسر نہ ہو تو اس کے لئے دعائے خیر کرنی چاہئے، اس کے بعد اپنی پارانی ان کو دیدی اور فرمایا کہ یہ میری ذاتی آمدنی سے ہے اور حاضرین کو تاکید فرمائی کہ ہدیہ کا بدلہ ضرور دینا چاہئے[3]

ایک مرتبہ دو لونڈیاں اور پانسو تنکے فتوح میں آئے تو حسن خادم سے فرمایا کہ حفاظت سے رکھو کہ کہیں خانگی چور (فرزند محمود) نہ دیکھ لے ورنہ وہ سب لے جائے گا یہ دونوں لونڈیاں میں اپنے پاس رکھوں گا تاکہ استنجا اور وضو کرائیں، میں ضعیف ہو گیا ہوں شاید یہ کچھ سیکھ لیں اور پانسو تنکے فخر الدین گازرونی کو دوں گا کیونکہ وہ وطن جانا چاہتے ہیں[4]

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۳۷۔ ۱۷۸۔ [2] ایضاً ص ۱۷۶۔

[3] الدر المنظوم ص ۱۹۱ و ۱۹۲۰ ص ۹۔

[4] ایضاً ص ۱۸۱۔

وصال حضرت مخدوم کی عمر شریف اٹھتر سال کی ہوئی سال وفات ۸۵ھ ۱۳۸۴ء [1]، ۱۰ ذی الحجہ (۳ فروری ۱۳۸۴ء) عید قربان چہار شنبہ کا دن تھا۔ نماز دوگانہ ادا کرنے کے بعد طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور غروب آفتاب کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت، فلاح و خیر اور علم و فضل کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مخدوم کے زمانہ علالت کا ایک خاص واقعہ تھا ہوں، داروغہ اوچ کا قول ہے، جس کا ذکر شیخ راجو قتال کے بیان میں آئے گا۔ مزار شریف اوچ سابق ریاست بہاولپور میں ہے، دروازہ پر درج ذیل تاریخ ثبت ہے۔[2]

تا ریک گشت جملہ جہاں بے جمال شاہ

تاریخ بود ہفت صد ہشتاد و پنج سال

ایک اور مقام پر تاریخ وفات مخدوم اہل جہاں،، درج ہے۔[3]

حضرت مخدوم کا مزار ایک وسیع دالان کے اندر ہے، اس دالان میں بہت سی دریں ہیں، دروازہ پر مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء میں خانقاہ کی مرمت حامد محمد نوبہار خاں کے زمانہ میں ہوئی۔

---

[1] اخبار الاخیار ص ۱۴۳، خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۶۳

[2] تاریخ اوچ ص ۱۰۵ [3] الدر المنظوم کے آخر میں محمد فاضل اکبرآبادی مؤلف مجمع العلمین کا قطعہ تاریخ تولد و رحلت حضرت مخدوم شامل ہے اس میں سن رحلت ۷۸۶ھ تحریر کیا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء اور تاریخ اوچ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ انتقال میں اختلاف ہے مگر ۷۸۵ھ ۱۳۸۴ء پر اکثر نے اتفاق کیا ہے۔

تاریخ مرمت خانقاہ مقدسہ حضرت مخدوم جہانیاں صاحب علیہ الرحمۃ

درزمان خاص حامد محمد نوبہار ؎ شد مرمت روضہ شاہ اتقیا اولیاء

کاشف اسرار حضرت جلال الدین نام ؎ در جہاں مشہور مخدوم جہانیاں برملا

چون بعالم آمدہ این وارث قطب کمال ؎ از ماہ شعبان المعظم چارم مصطفا

رفت چوں ایں بادشاہ دین پرور از جہاں ؎ تاریخ بود عید الضحیٰ جاں خود بحق کردہ فدا

۷۸۵ھ

نغمہ ہائے ساختہ در مدحش مرغان کاخ ؎ زائرین در روضہ اطہر شاغل اندر دعا

۱۹۱۲ء

مخزن اسرار مخدوم جہانیاں شد تمام ؎ بر آستاں سودا جبین از صدق دل شاہ و گدا

دائما روشن بود بر این چراغ دین نبی ؎ حامد محمد نوبہار شاہ دین سلطان ما

خلق احسان را بسر بردہ بعلم و حلم خویش ؎ مادر گیتی نزادہ ہم چو ..... پارسا

کامراں باشد مخلد در جہاں سلطان فیض ؎ عابد و ساجد فہیم و صاحب جود و عطا

حضرت مخدوم کی خانقاہ کے متصل ایک چھوٹی سی کوٹھری میں حضرت علیؓ کا قدم مبارک نا... ہے جس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ خانقاہ کے متصل ہی ایک مسجد ہے جسے مسجد الحجاج یا مسجد حاجات کہتے ہیں حضرت مخدوم بالعموم اسی مسجد میں عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ بعض حضرات نے مسجد حجاج کی وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ اس مسجد میں ہمیشہ حجاج اقامت پذیر ہوتے تھے، اس لئے اس کو مسجد حجاج کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی اور بابا فرید الدین گنج شکرؒ بھی اس مسجد میں معتکف ہوتے تھے۔[1]

[1] تاریخ اوچ ص ۱۰۴ و ص ۱۰۶

صدرالدین راجو قتالؒ

صدرالدین راجو قتال، حضرت مخدوم کے چھوٹے بھائی تھے، دونوں بھائیوں میں بڑی محبت اور خلوص تھا حضرت مخدوم کے ساتھ ان کے بھائی کا اکثر ذکر آتا ہے، اس لئے ہم نے راجو قتال کا علیحدہ ذکر کرنا مناسب سمجھا حضرت راجو قتال کے حالات میں حاجی حامد گنج بخش نے ایک کتاب "مناقب الولایت" لکھی ہے، خلیفہ اللہ داد خاں صاحب کے کتب خانہ میں اس کتاب سے استفادہ کا موقع ملا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کتاب صدرالدین راجو قتال کے قریب زمانہ میں لکھی گئی ہے، کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"اما بعد بندۂ کمترین خاکپائے سادات حاجی حامد گنج بخش گنج گیر کھینو درویش حسنی الگیلانی می گوید کہ باعث تسوید این ارقام آنکہ کلمہ چند از کمالات قدسیہ واز حالات قطب الفلک و مرشد الملک حضرت مخدوم شیخ صدرالدین محمد راجن کتال..... از کتب صغائر و کبائر التقاط کردہ ...... مناقب الولایت نام نہادہ"

حضرت راجو قتال کی پیدائش ۱۰ شعبان ۷۶۰ھ کو ہوئی[2]، تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے

---

[1] مناقب الولایت از حامد گنج بخش (قلمی) ورق ۱ ب و ۲ ل (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں صاحب اوچ مکتوبہ غلام محمد ۱۲۶۳ھ)

[2] مناقب الولایت (ورق ۱۳) میں ۶۰ھ درج ہے جو غلط ہے کیونکہ حضرت مخدوم کی پیدائش باالاتفاق ۷۰۷ھ ہے لہذا ہمارا خیال ہے، سیکڑہ کا عدد غلط لکھا ہے اور ۷۶۰ھ ہی مؤلف تاریخ اوچ (ص ۱۰۸) نے نقل کر دی ہے۔

زیر تربیت حاصل کی چند سال میں جملہ علوم کی تحصیل سے فراغ حاصل کر لیا۔[1] مراۃ العالم میں تحریر ہے۔[2]

صدر الدین راجو قتال مرید و خلیفہ پدر خود احمد کبیر بود و از برادر بزرگوار خود مخدوم جہانیاں جہاں گشت نیز خرقہ خلافت یافت و بعد از وے بر سجادۂ خلافت نشست۔

صدر الدین راجو قتال اپنے والد احمد کبیر کے مرید و خلیفہ تھے اور اپنے بڑے بھائی مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے بھی خرقہ خلافت پایا اور ان کے بعد سجادہ نشین خلافت ہوئے۔

صاحب ثمرات القدس لکھتے ہیں:[3]

وے جامع علوم ظاہری و علوم اصول و معاملات و اشارات بودہ و از اجلہ مشائخ ہندوستان است۔

وہ علوم ظاہری، اصول، معاملات اور اشارات میں جامعیت رکھتے تھے، اور ہند پاکستان کے اجل مشائخ میں سے تھے۔

حضرت مخدوم کے لقب راجو قتال کے سلسلے میں صاحب مناقب الولایت کی ... ہے کہ یہ لفظ راجن کتال ہے، قتال نہیں ہے اور سریانی زبان کا لفظ ہے جس میں کہ ... معنی بزرگ اور راجن کے معنی ہیبتناک ہے،[4] مگر دوسرے تذکروں میں ان کے ... جلا

---

[1] سبع سنابل از میر عبد الواحد بلگرامی ص ۲۳۷ (نظامی پریس کانپور ۱۲۹۹ء)

[2] مراۃ العالم (قلمی) از بختاور خاں ورق ۳۶۱ (مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان) نیز ملاحظہ ہو ثمرات القدس (حصہ دوم) کراچی (قلمی) ورق ۴۰ ل

[3] ثمرات القدس (قلمی) حصہ دوم ورق ۴۰ ل از لعل بیگ، تصنیف عہد اکبری (مخزونہ ... میوزیم آف پاکستان کراچی) [4] مناقب الولایت (قلمی) ورق ۴۴ ل

کی وجہ سے ان کو قتال کہا گیا ہے، اس سلسلہ میں نواہوں کا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مخدوم مرض الموت میں مبتلا تھے تو راجو کا ہندو داروغہ نواہو عیادت کی غرض سے حاضر ہوا اور کہا[1]:

خدا تعالیٰ حضرت مخدوم را صحت دہد ذات پاک مخدوم ختم اولیاء است چنانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم انبیاء بود۔	خدا تعالیٰ حضرت مخدوم کو صحت دے مخدوم کی ذات پاک ختم اولیا ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم انبیاء تھے۔

مخدوم جہانیاں اور صدر الدین راجو قتال نے نواہوں کے ان الفاظ پر اس کو بتایا کہ وہ اسلام قبول کر چکا اب اس کا اعلان عام کرے نواہوں نے انکار کیا تو اس پر مرتد ہونے کا الزام لگایا، نواہوں بھاگ کر دہلی پہنچا اس اثنا میں مخدوم جہانیاں کا انتقال ہو گیا اور سویم کے بعد راجو قتال گواہوں کے ساتھ دہلی پہنچے۔ اگرچہ دہلی کے بعض علماء نے ان کے خیال کی تائید نہیں کی مگر انہوں نے فیروز شاہ تغلق کو مجبور کیا اور نواہوں کو ارتداد کے الزام میں قتل کرا دیا[2]۔ سید خلیق احمد نظامی اس واقعہ پر اظہار رائے فرماتے ہوئے لکھتے ہیں[3]:

"یہ نواہوں کا قتل غلط مذہبیت اور تنگ نظری کی بدترین مثال ہے"

صدر الدین راجو قتال کے فیروز شاہ تغلق سے اچھے تعلقات تھے وہ اس کے لشکر میں بھی رہے بادشاہ نے ان کو مراحم خسروانہ سے نوازا، ایک گاؤں ان کے نام کیا اور دو ہزار تنکے نقد پیش کئے[4]۔ وہ اکثر بادشاہ سے بے تکلفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے[5]۔

۱و۲ سیر العارفین ص ۱۵۹-۱۶۰ ۳۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۷۴

۴۔ الدر المنظوم ص ۳۵۰ ۵۔ جمعات شاہیہ (قلمی) ورق ۱۵۰ ب

حضرت راجو قتال کو سیر و شکار کا خاص شوق تھا اور اکثر شکار کا گوشت کھایا کرتے تھے۔[1] حضرت مخدوم کے ذریعہ اوچ اور ملتان کے علاقہ میں اسلام کی اشاعت خلوص طور سے ہوئی، حامد گنج بخش لکھتے ہیں[2]:۔

(او) بمجرد دیدن مسلم گشت بدین نمط سی صد تن کافراں آمده اند و مسلمانان گشتند۔

وہ صرف ان کے دیکھنے ہی سے مسلمان ہو گیا اور اس طرح تین سو کافر آئے اور مسلمان ہوئے۔

اسلام میں داخل کرنے کے بعد ان کی تعلیم و تربیت بھی فرماتے تھے، ایک شخص دین محمد کا حال مناقب الولایت میں اس طرح تحریر ہے[3]:۔

ہندو مذکور بمجرد مسموع شدن مسلم گشت ...... نامش دین محمد نہادند و تبرک خرقہ اجازت خلافت با و مرحمت فرمودند و بطریقہ سہروردیہ داخل کردند و تمامی زمرہ مسلمانان گشتند و بہ اوستان دین حضرت محمد صلعم مبرہن و قوی ساختند۔

ہندو مذکور صرف گفتگو سنتے ہی مسلمان ہو گیا، اس کا نام دین محمد رکھا اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور سہروردیہ طریقہ میں داخل کیا، تمام جماعت مسلمان ہو گئی اور ان پر دین اسلام کو مبرہن اور قوی کر دیا۔

---

1 مخزن الولایت (ملفوظات مخدوم شاہ خادم صفی) مرتبہ منشی محمد ولایت علی خان (اردو ترجمہ محمد خصلت حسین صابری) ص (پاک اکیڈمی کراچی سنہ ۱۹۶۳ء)۔

2 مناقب الولایت ورق ۱۷ ب

3 ایضاً ورق ۱۹ الف

حضرت راجو قتال کا ۱۶ جمادی الآخر ۸۲۷ھ ۱۴۲۴ء کو وصال ہوا۔ اوچ میں دفن ہوئے ان کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔

حضرت راجو قتال کے چار فرزند:۔ (۱) جلال خواجہ (۲) شیخ روح اللہ (۳) عبدالعزیز اور ابو اسحٰق تھے[۱]

شیخ ابو اسحٰق اپنے والد کے طریقہ پر بچپن ہی سے تبلیغ اسلام میں مصروف رہتے تھے صاحب مناقب الولایت لکھتے ہیں:۔[۲]

در ایام صغری ہفتاد تن کافراں را باسلام آوردہ بودند۔	بچپن ہی میں ہتر[۷۲] کافروں کو اسلام میں داخل کیا۔

شیخ ابو اسحٰق کا انتقال ۱۱ ذی الحجہ ۸۰۹ھ ۱۴۰۷ء کو ان کے والد کے سامنے ہی ہوگیا[۳]

شیخ راجو قتال اگرچہ صاحب اولاد تھے مگر انہوں نے فضل الدین بن ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو بیٹا سجادہ نشین بنایا، فضل الدین کے خاندان میں بھی مسلسل اور باقاعدہ سجادہ نشینی کا سلسلہ جاری ہے۔ مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں[۴]

اس سلسلہ کے انفاس زکیہ اور برکات سنیہ کے فیض سے کئی ایک ہندو قوموں نے شرف اسلام حاصل کیا، لانگہ، کھاکھی، دھونتر، نون وغیرہ اسی سلسلے کی برکت سے حقانیت اسلام کی آگاہی سے ممتاز ہوئے

---

[۱] ذکر سادات بخاری و سادات بھکر و سادات رسول دار (قلمی) ورق ۳۸ (سال تالیف ۱۰۳۹ھ مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں اوچ)

[۲] مناقب الولایت (قلمی) ورق ۲۶ الف [۳] ایضاً

[۴] تاریخ اوچ ۱۱۹

ملتان اور ضلع مظفر گڑھ ان کے زیر اثر رہا۔"

حضرت راجو قتال کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے (۱) مخدوم فضل الدین (۲) شیخ کبیر الدین اسمعیل (۳) برہان الدین قطب عالم (۴) شیخ علاء الدین (۵) شاہ داؤد قریشی (۶) مخدوم عبدالوہاب (۷) شیخ اسماعیل قریشی (۸) اور مخدوم جہاں شاہ[1] (۹) شیخ سارنگ خاص طور سے قابل ذکر ہیں[2]۔

حضرت شیخ صدر الدین راجو قتال سے منسوب اوراد کا ایک مجموعہ "مجموعہ تکبیرات راجو قتال" کے نام سے رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے جس کا نمبر ۸۸۲ ہے۔

---

[1] تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی [2] سبع سنابل ص ۳۷

باب ہشتم

آثار اور ملفوظات

ملفوظات کے لفظی معنی "مقالات یا تقاریر" کے ہیں، یہ در اصل صوفیاء کے یہاں تعلیم و تربیت کا ایک رسمی طریقہ ہے، مرید اپنے شیخ کے پاس بیٹھ کر کوئی عنوان شروع کر دیتے ہیں، شیخ اس عنوان پر اظہار خیال کرتا ہے، کچھ ذہین اور ذی علم مرید اس گفتگو کو نقل کر لیتے ہیں، بعض مرید اس تحریر کو اپنے مرشد کو دکھا لیتے ہیں، اس طرح اس تحریر کو درجہ استناد حاصل ہو جاتا ہے، شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات فوائد الفواد مرتبہ حسن سنجری اور خیر المجالس مرتبہ نصیر الدین چراغ دہلی بہت مشہور ہیں، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بڑے صاحب علم و فضل صوفی شیخ تھے اسلامی علوم میں ان کو درجہ اجتہاد حاصل تھا، ان کے ملفوظات مذہب و تصوف کے دائرۃ المعارف کا درجہ رکھتے ہیں۔ اب ہم مخدوم کے ملفوظات کا ذکر کرتے ہیں۔

اردو ترجمہ خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم الدر المنظوم

ملفوظات کا یہ مجموعہ جامع العلوم کے نام سے مشہور ہے اس کے مرتب ابو عبد اللہ علاء الدین علی بن سعد بن اشرف دہلوی ہیں جو ۷۷۶ھ (۱۳۷۵ء) میں حضرت مخدوم کے مرید ہوئے ان کو خیال ہوا کہ اوچ چل کر مرشد کی خدمت میں رہنا چاہیے

۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں حضرت مخدوم وارد دہلی ہوئے اور تقریباً دس مہینے دہلی میں مقیم رہے علاء الدین علی نے اس قیام کو غنیمت سمجھا اور شب و روز حضرت مخدوم کی خدمت میں مقیم رہے۔ اور ۲۸ ربیع الآخر ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء سے ۲ محرم ۷۸۲ھ / ۱۳۸۰ء تک بغیہ تاریخ وقت تقریباً ۹ ماہ حضرت مخدوم کے ملفوظات جمع کرتے رہے، حضرت مخدوم کو معلوم ہو گیا تھا کہ علاء الدین ملفوظات جمع کر رہے ہیں، لہٰذا جب کوئی تقریر فرماتے تو ان کو مخاطب کرتے کہ لکھ لو علاء الدین اس تقریر کو قلم بند کر لیتے، اگر کسی کو ان ملفوظات کے سمجھنے میں دشواری ہوتی تو ان کے مکان پر جا کر حل کر لیتے، اکثر مرید اس نسخہ کی نقل حاصل کرتے ان ملفوظات میں ہم عصر واقعات اور شخصیتوں کے اکثر حوالے آئے ہیں، جامع العلوم میں قوت القلوب، عقائد نسفی، شرح ارشاد کبیر، جامع الفتاوی، فتاوی کامل، جامع صغیر، شرح عزیزی، کتاب کافی، کتاب متفق، شرح بزدویہ، فقہ اکبر، مشکوٰۃ المصابیح، مشارق الانوار، عوارف المعارف، شرح کبیر چہل رسم، رسالہ مکیہ، قصیدہ لامیہ، تفسیر مدارک کے بکثرت حوالے ملتے ہیں، بلکہ عوارف المعارف، رسالہ مکیہ، قصیدہ لامیہ اور مشکوٰۃ المصابیح کی تو اس قدر تشریحات ہیں کہ ان کتابوں کی مختصر شروح الدر المنظوم سے تیار ہو سکتی ہیں۔

جامع العلوم کا اردو ترجمہ الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم کے نام سے دو جلدوں میں ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں مطبع انصاری دہلی سے طبع ہو چکا ہے، صورت یہ ہوئی کہ اس کا ایک قلمی نسخہ کسی صاحب نے نواب صدیق حسن خاں کو نذر کیا جب مولوی ذوالفقار احمد صاحب نے اس کو دیکھا تو نواب صاحب کو اس کی طباعت کی طرف متوجہ کیا نواب صاحب نے اس کی تلخیص شائع کرنے کا خیال ظاہر کیا کہ اسی دوران میں ان کا انتقال ہو گیا، پھر ان کے فرزند اکبر نواب نورالحسن خاں (ف ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء) کی سعی بلیغ سے اس کتاب کا اردو ترجمہ

شائع ہوا۔ اردو ترجمہ کے فرائض مولوی ذوالفقار احمد بن بہت علی نے انجام دئے ... الدر المنظوم کی دونوں جلدیں ۲۷۸ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس میں تصوف کے حقائق و معارف اور بکثرت شرعی، فقہی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل کا بیان ہے الدر المنظوم کو دوبارہ ۱۳۸۲ھ میں ملتان کے ایک ذی علم بزرگ حکیم غلام محبوب سبحانی نے طبع کرایا ہے اور شروع میں فہرست مضامین بھی شامل کر دی ہے، اب ہم جامع العلوم کے قلمی نسخوں کا ذکر کرتے ہیں۔

۱ ۔ جامع العلوم کا ایک خوش خط اور بہت اچھا نسخہ نو بہار شاہ سجادہ نشین اوچ بخاری کے پاس ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۰۱ھ /۱۷۸۶ء کا مکتوبہ ہے اور ہماری نظر سے گزرا ہے۔

۲ ۔ جامع العلوم کا ایک قلمی نسخہ سنٹرل لائبریری حیدر آباد دکن (آندھرا پردیش) میں ہے جس کا نمبر شمار ۸۳ ہے، اس نسخہ پر سن کتابت موجود نہیں ہے۔ البتہ بعض مہریں ہیں ایک مہر یہ ...... نواز جنگ ۱۱۵۷ھ /۱۷۴۴ء ہے[1]۔

۳ ۔ جامع العلوم کے دو نسخے رضا لائبریری رام پور میں ہیں، پہلا نسخہ (نمبر ۱۰۵۶) مکمل ہے جس میں کل ۲۰۵ اوراق ہیں ترقیمہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے:۔

"تمام شد کتاب جامع العلوم از زبان مخدوم جہانیاں من تالیف علاء الدین و حسینی[2] الحسنی رحمۃ اللہ علیہ و علی جمیع المومنین الاحیاء منہم والاموات"

جامع العلوم کا دوسرا نسخہ (نمبر ۱۰۵۷) ناقص الطرفین ہے۔

۴ ۔ جامع العلوم کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) میں ہے جو بہت

---

[1] تذکرہ مخدوم ص ۵۳۴ ۔ [2] کذا فی الاصل

اچھی حالت میں ہے، صاف، جلی اور نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے، یہ نسخہ ۱۱۲۰ھ ۱۷۰۲ء
میں نقل ہوا ہے[1]

سراج الہدایہ | مخدوم کے ملفوظات کا دوسرا مجموعہ سراج الہدایہ ہے، جسے احمد برنی نے مرتب کیا ہے[2] برنی اس وقت حضرت مخدوم کے
ہمراہ تھا، فیروز شاہ تغلق ٹھٹہ کے سمہ حکمراں کے خلاف مہم چلا رہا تھا اور شیخ کے ہمراہ ۱۳۷۲ء ۱۷۷ھ
میں دہلی واپس آیا، اس کتاب میں فیروز شاہ کی مہم ٹھٹہ کا اکثر ذکر اور حوالہ ملتا ہے۔ ان
ملفوظات میں فیروز شاہ، خان اعظم ظفر خاں اور دوسرے امراء ذی مرتبت حضرات کے
متعلق بیش قیمت معلومات ملتی ہے، اس کتاب میں مذہب و تصوف کے متعلق بہت
اچھی معلومات ہیں، سراج الہدایہ میں مندرجہ ذیل نو باب ہیں۔

باب اول:۔ دربیان احادیث پیغمبر۔

باب دوم:۔ دربیان رعایت پیر و مرید گرفتن فوائد فقہ و مسائل دینی

باب سوم:۔ دربیان فوائد احکام شرع۔

باب چہارم:۔ دربیان حکایات لطیفہ

باب پنجم:۔ دربیان قصص الانبیاء

باب ششم:۔ دربیان ہفتاد و سہ ملت گروہ بنی آدم

باب ہفتم:۔ دربیان احادیث مصابیح و فضائل احادیث

باب ہشتم:۔ دربیان اشعار عربی و نظم فارسی و فضائل سورۃ فاتحہ

باب نہم:۔ بہ حکم حدیث پیغمبر و دربیان مسائل متفرقہ۔

---

[1] پروسیڈنگس ہسٹری کانفرنس اجلاس منعقدہ کراچی ۱۹۵۱ء

[2] بعض حضرات نے احمد برنی کو احمد معین سیاہ پوش ایرجی بھی لکھا ہے۔

سراج الہدایہ کے مندرجہ ذیل نسخے معلوم ہو سکے ہیں:۔

۔ سراج الہدایہ کے دو نسخے رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں پہلا نسخہ (نمبر ۱۰۵۹)
سنہ ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء کا کتابت شدہ ہے، کاتب کا نام شہر اللہ بن احمد بدایونی ہے۔
۲۲۵ اوراق ہیں۔

خطبہ کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے اور مرتب نے اپنا نام احمد برنی لکھا ہے۔

"چنیں گوید بندہ امید وار برحمت پروردگار احمد برنی
کہ یکے از معتقدان و خدمت گاران اولاد رسول است
صلی اللہ علیہ وسلم کہ بوقت باز گشتن بندگی سید السادات
از جہم ٹھٹہ در سمت حضرت دار الملک دہلی حرسہا اللہ
تعالیٰ عن الآفات در ماہ مبارک رجب سنہ اثنی وسبعین
سبعمائہ روز پنجشنبہ این بندہ را سعادت قدمبوسی بفضل اللہ
تعالیٰ بوقت نماز پیشیں حاصل شد انواع شفقت والاکرام
ارزانی فرمود تا مدت دو ماہ کامل این فقیر در شہر مبارک
بود و انواع فائدہ دارین مشرف می شد"

ترقیمہ مندرجہ ذیل

"جد الفراغ من کتابتہ من شہر جمادی الاخریٰ فی یوم
الثلثاء وقت الضحی سنہ عشر الف بخط العبد الضعیف
الحنیف الراجی الی رحمتہ اللہ تعالیٰ شہر اللہ بن
احمد القریشی البداؤنی"

سراج الہدایہ کا دوسرا نسخہ (نمبر ۱۰۶۰) صفر ۲۶ سنہ ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء کا کتابت شدہ ہے ترقیمہ مندرجہ

ذیل ہے :۔

یہ تمام شد ہذالکتاب سراج الہدایہ من تصنیف حضرت قطب عالم مخدوم ...... کاتب العبد مولانا فرض اللہ ولد مولانا عبد اللہ بن مولانا کرم اللہ قریشی نارنولی بتاریخ ۲۶ ر شہر صفر ۱۰۲۶ھ / ۱۶۲۶ء

۲ ۔ سراج الہدایہ کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں ہے[۱]

۳ ۔ سراج الہدایہ کا ایک مکمل نسخہ پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ) کے کتب خانہ میں ہے، نظامی صاحب کا نسخہ ہمارے پیش نظر رہا ہے۔

۴ ۔ سراج الہدایہ کا ایک نسخہ جواہر میوزیم[۲]، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے۔ یہ ناقص الطرفین اور بہت غلط لکھا ہوا ہے، مولوی محمد ابرار حسین فاروقی لکھتے ہیں[۳] :۔

> آخر میں ترجمہ نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کتابت نہ معلوم ہو سکی، یہ نسخہ خط نستعلیق قدیم میں لکھا ہوا ہے کاغذ اور کتابت کے انداز سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ نسخہ گیارہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ نسخہ معمولی، کرم خوردہ ہے کتاب کا صرف چند سطری پہلا صفحہ جس میں حمد و نعت اور مرتب کا نام ہے اور آخر کا غالباً ایک صفحہ نہیں ہے کتاب فی الجملہ

---

۱ پروسیڈنگس ہسٹری کانفرنس اجلاس اول منعقدہ کراچی ۱۹۵۱ء

۲ پہلے یہ ذخیرہ اسلامیہ انٹر کالج اٹاوہ کی ملکیت تھا اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو مل گیا ہے

۳ تذکرہ جواہر زواہر جلد اول از محمد ابرار حسین فاروقی ص ۸۶ (اٹاوہ ۱۹۵۹ء)

مکمل ہے، کتابت اس نسخہ سے جو علی گڑھ میں نظامی
صاحب کے پاس ہے اچھی ہے اور اس سے قدیم بھی ہے
البتہ کاتب نے عربی عبارتوں میں بہت غلطیاں کی
ہیں، اس کے علاوہ عربی خط بھی اچھا نہیں ہے۔

مقرر نامہ | مقرر نامہ حضرت مخدوم کے ان مکتوبات و ہدایات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے تاج الدین بن معین سیاہ پوش کے بعض استفسارات کے جوابات میں تحریر فرمائے تھے یہ خط و کتابت شیخ معز الدین کے ذریعہ سے ہوئی تھی اس مجموعہ میں تصوف و سلوک کی تعلیم بطور مکتوبات قلم بند کی گئی ہے یہ مجموعہ ۷۷۶ھ میں مرتب ہوا ہے اس مجموعہ میں بیالیس (۴۲) مکتوبات شامل ہیں، ہر مکتوب "مقرر باد" کے لفظ سے شروع ہوتا ہے۔ مقرر نامہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والسلام علیٰ
محمد وآلہ وصحبہ اجمعین.... سلطان
پور حفظ اھلہا اللہ تعالیٰ عن البلیات کہ
قدیم الایام وسلک خدام قطب العالم منسک وبہال
گردانیدہ "

خاتمہ اس طرح ہوا ہے:۔

...... اوقات ضائع مکن تا توانی حق سبحانہٗ تعالیٰ
ما ہمہ را بر جادۂ شریعت استقامت بخشد و دیدار
خویش روزی گرداند و عاقبت ما ہمہ بخیر گرداند۔

اب ہم ذیل میں ہر مکتوب کا خلاصہ درج کرتے ہیں:۔

لمتوب(۱): - تا تواند با زمرہ احبار و اتقیار باشد کہ فرمان پیغمبر بدین جملہ است ۔
"صاحبوا مع المتقین" واز گروہ فاسقان تجنب نماید کہ قول رسول اللہ
علیہ وسلم بدین جملہ است "اتقوا من مجالس الفاسقین"

لمتوب(۲): - جو نعمتوں کے مالک ہیں وہ نصیحت قبول نہیں کرتے ہیں ۔ (ترجمہ)

لمتوب(۳): - اول تحصیل علم باید بعدہ عمل کردن زیرا کہ علم بدرختے ماند و عمل بمیوہ

لمتوب(۴): - تاکید نماز، تمام افعال و اعمال سے پابندی نماز ضروری ہے ۔

لمتوب(۵): - مجرد علم دستگیری نکند ۔ مجرد علم مفید نیست ۔

لمتوب(۶): - روز قیامت مومنان را بمجرد علم در بہشت نخواہد برد ۔

لمتوب(۷): - تا کار کلی مزد نیابی، در عبادت و خیرات مشغول باشد تا ہر دو جہاں
بفضل او بیابد ۔

متوب(۸): - باید کہ در عمل بکوشد (علم نمائش کے لئے نہیں ہے اس سے احیاء شریعت
مقصود ہونا چاہئے)

متوب(۹): - محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے ۔

متوب(۱۰): - ہیچ از علم نجوم و علم طب و علوم شعر و معادین مثنوی و داستانہا بزرگ
و قصیدہا خورد و حکایتہا مثل و مانند این جملہ تضیع عمر است کہ درین جملہ حاصل
کردن خسارہ، مستحق اجر در آخرت نباشی ۔

متوب(۱۱): علمے و طاعتے کہ امر و از معاصی ترا باز ندارد و در طاعت و عبادت و در
مجاہدہ و در خیرات نیارد موافق شرع تا کار نفرماید یقین و تحقیق بدان کہ
این چنین علمی و طاعتی و عبادتے ترا ہیچ از عذاب فردا قیامت باز ندارد ۔

متوب(۱۲): - ایسا علم ہونا چاہئے کہ جس پر عمل ہو سکے اور وہ آخرت میں مفید ہو ۔

مکتوب(۱۳):۔ توشہ درعمل بسازکہ تادرمنزل گورکہ آخرین منزل ہا دنیا واول زمنزلہا قیامت است ترا بکار آید۔

مکتوب(۱۴):۔ مومنان را مجرد علم کفایت نبودے دلعمل حاجت نبودے پس ندا "ہل من تائب" وخطاب "ہل من مستغفر" ونوید "ہل من سائل" بکار آمدے۔

مکتوب(۱۵):۔ اساس الاسلام حلال خوردن است چنانکہ می فرماید "یاایہاالناس کلو مما فی الارض حلالاً طیباً"۔

مکتوب(۱۶): علی الدوام باید کہ نفس خود را نصیحت گیر باشد تا سعادت ہر دو جہان یابد در سنت پیغمبر علیہ السلام متابعت کند کہ تا سعادت وکرامت سرمدی یابد۔ کما قال النبی "من خالف سنتی فھو کافر" باید کہ پیوستہ از محبت ملوک واغنیاء اجتناب نماید تا ثمرۂ سالکان از خدائی عزوجل یابد۔

مکتوب(۱۷):۔ حرام در جملہ دین اہل سلوک کہ آمیزش درویش را با ملوک واغنیاء باشد عالم ودرویش آن است کہ او ہمیشہ در صحبت ومجالس فقراں باشد وبکوشد وز خصائل مذمومہ محترز باشد۔

مکتوب(۱۸):۔ ہر عالم ودرویش کہ مبتلا بہ نفس وہوا باشد او از جملہ معانی حقائق محجوب ماند۔

مکتوب(۱۹):۔ پیوستہ درآں بکوشد کہ در زمرۂ اہل صفہ درآید یعنی درعمل بکوشد ودر مجاہدہ باشد۔

مکتوب(۲۰):۔ چوں نفس کاہل را خواہد تا در عبادت بیارد کلمہ تمہید را بسیار بگوید کہ حضور بدیں حاصل گردد۔ مومن را رغبت بطاعت شود ہے

اے دل توز ہیچ خلق یاری مطلب ؛ در شام برہنہ سایہ داری مطلب

عزت ز قناعت خواری ز طمع ❊ با عزت خود بساز خواری مطلب

مکتوب(۲۱):۔ طالب را باید کہ راہ خدا تعالیٰ را گیرد تا بمقصود برسد و راہ خدای عز و جل بدو چیز بدست آید اول بکارہا صبر کردن دوم امید بہ خدائی عز و جل داشتن و این مقام بیابد معرفت بکمال بیابد و معرفت اساس دین است، و درحقائق مذکور است سالک را معرفت در چہار چیز است اول آن کہ دروغ نگوید دوم غیبت نگوید، در ملاء و خلاء، سوم بر مخلوق را نیازارد، چہارم در ہمہ چیزہا امین گردد در روح الارواح مذکور است۔ طالب راہ را باید کہ عبادت نہ از خوف دوزخ کند و نہ در امید حور و قصور و نعیم جنت ــــ درویش را باید کہ مولیٰ لطلبد چون بلائے دو لم مدد دہند، راضی و خوش دل باشد و میان خلق را آنرا ظاہر نکند و اگر دنیا چیزے بدستش آید آن ہمہ براہ حق تعالیٰ خرچ و صرف کند و خود با فقر و فاقہ تحمل کند و در عبادت مشغول باشد و شکر خدا تعالیٰ بجا آرد کہ صفت اولیا خدا تعالیٰ این است، ادب، ترک محبت بادشاہ۔

مکتوب(۲۲):۔ گوئندہ و ناکنندہ عاقبت در خطر است، زیرا کہ مرد را نسل و نسب و مال و مذہب بخدائی و خیرے نرساند جز عمل نیک۔

مکتوب(۲۳):۔ اے مومن ہر چہ کنی و ہر چہ کنی باید کہ جملہ متابعت پیغمبر علیہ السلام کنی قولاً و فعلاً تا مشتاق باشی و اگر غیر این کنی محل عتاب کردی۔

مکتوب(۲۴):۔ باید کہ در شبہا قرآن خواں و طاعت گزار باشد۔

مکتوب(۲۵):۔ (تاج الحق والدین سیاہ پوش علوی کو نصیحت نامہ لکھا اور عمل کی تاکید کی)

مکتوب(۲۶):۔ علم ہماں مقدار حاصل باید کرد کہ توانی بعمل کوشیدن زیرا کہ مقصود از علم مومن عمل نیک است۔

گر کار کسی سخن لبیار است ؛ نکنی کتابہا خود ار است

مکتوب(۲۷) :۔ پیررا باید کہ در مرید بہ نظر شفقت بنید و بصدق دست و تا ہر فعلے
ازو ظاہر گردد موافقت و متابع شریعت باشد ۔ مذہب سنت وجماعت
این است کہ از کرامت اولیاء در قرآن خبر دادہ است ۔

مکتوب(۲۸) :۔ سالک چون خواہد کہ بر سجادہ بنشیند نخست در دے علم باید......
و در دے چند شرائط باشد تا ہر مومنے را ہوس سجادہ نشینی در سر نہ افتد و حلقہ
این در را پیر ابو الفضول نتواند کہ جنبا ند اول شرط باید کہ از حب دنیا و جاہ و از خود
پرستی و از کبر و از خود ستائی و از مثل و مانند این بیرون آمدہ باشد دوم متابع
بفرمان شیخ بحق بودہ باشد، سوئم..... ریاضت نفس باید ۔

مکتوب(۲۹) :۔ مرید را باید کہ ظاہر و باطن پیر خویش نگاہ دارد و بحیات و ممات بہیچ نوعے
مجادلہ و مخاصمہ با پیر نکند ۔

مکتوب(۳۰) :۔ ہمیشہ با طاعت و اطاعت مشغول باشد تا راہ سوئی الہ یابد ۔

مکتوب(۳۱) :۔ بر ہیچ کس مناظرہ و جدال نکند کہ ازین ہمہ عداوت آید ۔

مکتوب(۳۲) :۔ عالم کامل طبیب حاذق است ۔

مکتوب(۳۳) :۔ گوئندہ و نا کنندہ را عاقبت در خطرات کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من امر بالمعروف ونھی عن المنکر فھو خلیفۃ اللہ فی الارض
وخلیفۃ رسولہ »

مکتوب(۳۴) :۔ چہار نصیحت :۔ (۱) در گفتار تکلف نہ کند (۲) پیوستہ در مطالعہ کردن
کتب فقہ (۳) از غرور شیطان کلی باز آئی (۴) در طاعت و اخلاص باش

مکتوب(۳۵) :۔ از صحبت ملوک و اغنیاء پرہیز د سے سازند ماشاید کہ از دنیا دلدان

واز گروہ ملوک این زمانہ چیزے قبول نکند اگرچہ در گمان او باشد کہ از وجہ حلال است زیراکہ اسباب واملاک اغنیاء وملوک این زمانہ بوجوہ ثابت و عدت شدہ است کہ حرام است۔

مکتوب (۳۶) :۔ کچھ دعائیں مندرج ہیں :۔

مکتوب (۳۷) :۔ محاسبہ ـــ عمر غنیمت شمار، طاعت خدا کن۔

مکتوب (۳۸) :۔ چند چیز را غنیمت شمار :۔

۱۔ جوانی را پیش از رسیدن ہنگام پیری

۲۔ عبادت در تندرستی پیش از آمدن علت بیماری

۳۔ خیرات در قدرت غنیمت داند پس از رفتن نعمت دنیاوی۔

۴۔ حیات را پیش از آمدن مرگ۔

مکتوب (۳۹) :۔ ہمہ حال باید کہ قانع شود۔

مکتوب (۴۰) :۔ مکتوبات کی اہمیت۔

۴۱ ۔ :۔ پیوستہ در طاعت وعبادت حق تعالیٰ باشد۔

۴۲ ۔ ـــ اوقات ضائع مکن تا توانی حق سبحانہ تعالیٰ ما ہمہ را بر جادۂ شریعت استقامت بخشد و دیدار خویش روزی گرداند و عاقبت ما ہمہ بخیر بگرداند۔

مقر نامہ کے مندرجہ ذیل نسخے ہمارے علم میں ہیں۔

۔ مقر نامہ کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لائبریری (سبحان کلیکشن) میں ہے جو نہایت صاف اور خوشخط ہے، ہم نے اس نسخہ سے استفادہ کیا ہے اس نسخہ کو ملا الہ یار کاتب نے نقل کیا ہے، یہ نقل ۱۰ رمضان بوقت ظہر ختم ہوئی سنہ ندارد ہے۔

۲ ۔ سفرنامہ کا ایک نسخہ مولوی تسلیم الدین سلیم نارنولی (ف ۱۸۸۴ء) کے کتب خانہ واقع سلیم منزل جے پور میں ہے۔ جو گیارھویں صدی ہجری کا کتابت شدہ ہے[1]۔

۳ ۔ سفرنامہ کا ایک نسخہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن (آندھرا پردیش) میں ہے جس کا نمبر ۵۷ ہے[2]۔

خزانۂ جلالی

اس کا اصل نام "خزانۃ الفوائد الجلالیہ" ہے مگر خزانۂ جلالی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ مجموعہ نہایت مشہور و معروف ہے جس کو حضرت مخدوم کے مرید احمد المدعو بہ بہاء بن حسن بن محمود بن سلیمان تلبنی نے مرتب کیا ہے۔ یہ علوم و معارف کا ایک نادر ذخیرہ ہے، اخبار الاخیار، سیر العارفین اور خزینۃ الاصفیاء وغیرہ میں اس کتاب کے اکثر اقتباسات اور حوالے ملتے ہیں۔ خزانۂ جلالی میں مشارق الانوار، فتاوی سراجی، ارشاد المریدین، فوائد الفواد، احیاء العلوم، رونق المجالس، فتاوی ظہیری، کتاب مستفق، رسالہ امین الدین گازرونی، قوت القلوب، کتاب عمدہ، فقہ اکبر، جامع صغیر، فتاوی مسعودی، ترغیب الصلوٰۃ، شرح نودنہ نامہ (از جلال الدین تبریزی) اوراد شیخ کبیر (بہاء الدین زکریا ملتانی) عین العلم، یواقیت المواقیت، در مختار، روضۃ الریاحین (عبداللہ یافعی) رسالہ مولانا ضیاء الدین برنی، جامع الکبیر، سیر الصغیر (سرخسی) فتاوی ناصری، فوائد السالکین، منہاج العابدین وغیرہ کے حوالے اور اقتباسات ملتے ہیں، در اصل ان کتابوں کو خزانۂ جلالی کے مآخذ کہہ سکتے ہیں۔

---

[1] کتب خانہ مولوی احترام الدین شاغل از مولوی شاغل، الصیانہ کراچی (جنوری ۱۹۶۳ء)

[2] تذکرہ مخدوم ص ۴۹۔

تاب کا آغاز اس طرح ہے :۔

حمد بجید وثنا بے عد مرصانع موجودات را وخالق
مخلوقات جل جلالہ وعم نوالہ کہ بگردانید علماء را ہم چوں
ستارگاں کہ بسبب ایشان راہ راست یابند بر
گمراہان، تحفۂ تحیات بر سید کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم...... و بر صحابہ کبار و مشائخ بزرگوار کہ
مقتدایان اہل دین و ہادیان راہ یقین اند رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین۔

کتاب کا اختتام یوں ہے :۔

بیت :۔

از سخن چوں سخن شود حاصل ؛ کار کن کار لب بدندان گیر

رتب کا نام اور کتاب کا عنوان اس طرح ہے :۔

"این فوائد علیی و فرائد لاریبی از مجلس سید شریف
فقیہہ محدث مفسر عالم زاہد باذل مفتی الشرق محیی
طریقۃ السلف استاذ العصر فرید الدہر قرۃ عین البتول
افتخار آل رسول قطب العالم جلال الحق والشرع
والدین حسین الحسنی والبخاری متع اللہ المسلمین بدوام
لقائہ قدس اللہ سرہ العزیز لتقاط کرد بندہ کمینہ
احمد المدعو بہ بہاء بن یعقوب بن حسین بن محمود بن

سلیمان التبلبنی...... بندہ این گوہر فوائد در سلک
تحریر منسلک گردانیدہ و بہ "خزانۃ الفوائد الجلالیہ"
نام نہادم۔

خزانۂ جلالی ایک مقدمہ اور مندرجہ ذیل سترہ ابواب پر مشتمل ہے :۔

۱۔ باب الاول فی ذکر العلم والعلماء
۲۔ باب الثانی فی ذکر التقویہ
۳۔ باب الثالث فی ذکر الاذکار
۴۔ باب الرابع فی ذکر الصلوٰۃ
۵۔ باب الخامس فی ذکر الموت والزیارت
۶۔ باب السادس فی ذکر الزکوٰۃ والسخاوۃ
۷۔ باب السابع فی ذکر الصوم والاعتکاف
۸۔ باب الثامن فی ذکر الحج والمدینہ
۹۔ باب التاسع فی ذکر السفر والتجارت
۱۰۔ باب العاشر فی ذکر الاکل والاصناف
۱۱۔ باب الحادی والعشر فی ذکر النکاح والطلاق۔
۱۲۔ باب الثانی عشر فی ذکر حلیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۔ باب الثالث عشر فی ذکر اولاد رسول اللہ وازواجہ
۱۴۔ باب الرابع عشر ذکر وفضائل صحابہ واہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
۱۵۔ باب الخامس عشرہ فی ذکر تعظیم الوالدات وآدابہم

۱۶۔ باب السادس عشر فی ذکر مناقب الاولیاء والمشائخ

۱۷۔ باب السابع عشر فی ذکر سند خرقۃ المشائخ والصوفیہ خزانہ

سلالی کے مندرجہ ذیل نسخے ملتے ہیں:۔

(۱) خزانہ جلالی کا ایک نسخہ کتب خانہ اوچ گیلانی (ملکیت مخدوم شمس الدین
ن) میں ہے یہ نسخہ ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء کا مکتوبہ ہے، صاف اور خوش خط ہے سائز ۲۶×۲۰/۸
۳ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں، عنوان سرخ روشنائی سے
گئے ہیں۔ آخر کتاب میں عنوان لکھنے سے رہ گئے ہیں، کتاب کے شروع کے صفحہ
ا ۱۲ غائب ہیں، درمیان میں چھٹا باب بھی شامل کتاب نہیں ہے، ہم نے خزانہ
لی کے اسی نسخہ سے استفادہ کیا ہے، اس کا ترجمہ یوں ہے:۔

"تمام شد بعون اللہ نسخہ کتاب خزینۃ الجلالی فی التاریخ

یازدہم ماہ رمضان ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء"

دوم شمس الدین ثانی نے یہ نسخہ مولوی غلام احمد اختر (ف ۱۹۴۳ء) کے فرزند
ظ عطاء الرحمن شریہ سے ۱۹۶۰ء میں خرید کر داخل کتب خانہ کیا ہے۔

(۲) خزانہ جلالی کا ایک نہایت صاف، مکمل اور خوش خط نسخہ نوبہار شاد
چ بخاری کے پاس ہے، یہ نسخہ بھی ہماری نظر سے گزرا ہے، سائز ۲۶×۲۰/۸، ۴۲۴
صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں، ۴ ربیع الاول ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء کو کتابت کی
یل ہوئی ہے، اختتام یوں ہے:۔

من بنشستم صرف کردم روزگار
من نمانم ایں بماند روزگار

تب کا نام درج نہیں ہے۔

۳۔ خزانۂ جلالی کا ایک ناقص نسخہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن میں ہے جس کا نمبر ۱۰۳۸ ہے، اس میں ۲۱۳ ورق میں سن کتابت صحیح نہیں ہے، کسی قدر کرم خوردہ اور ناقص الاول ہے[1] سنٹرل لائبریری کی فہرست میں فقہ حنفی کے عنوان کے تحت درج ہے اکثر فقہ کی کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں، حیرت الفقہ مصنفہ دیدار النبی ولد مولانا جامی جو عالمگیر اورنگ زیب کے عہد کی تالیف ہے میں خزانہ جلالی بطور ماخذ کے استعمال کی گئی ہے۔

۴۔ خزانہ جلالی کا ایک نسخہ کتب خانہ واں میانہ شریف (ضلع سرگودھا) میں ہے جو ۱۰۳۲ھ/۱۶۲۳ء کا مکتوبہ ہے[2]۔

جواہر جلالی حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ بھی ایک ضخیم دفتر ہے اس کے مرتب فضل اللہ بن ضیاء العباسی ہیں، حضرت مخدوم کے مرید خلیفہ ہیں، انہوں نے یہ کتاب ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں مرتب کی ہے کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:-

"الحمد للہ الذی ھدانا طریقۃ الحق والصواب
وعدنا علی العمل بالحسنات"

جواہر جلالی میں مندرجہ ذیل ابواب و فصول ہیں:-

(۱) در عدد رکعات فرائض نماز شب و روز

(۲) واجب و سنت

---

[1] تذکرہ مخدوم ص ۵۱

[2] ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین اگست و نومبر ۱۹۵۲ء

(۳) فرائض اندر نماز

(۴) واجبات نماز

(۵) سنن نماز

(۶) مستحبات نماز

(۷) قرآن واحکام نماز

(۸) آداب نماز

(۹) کرامت نماز

(۱۰) قاطع نماز

(۱۱) اوراد و فرائض بامداد

ذکر نہم

۱۔ درودہا و دعاہا

۲۔ دعاء بعد پنج فریضہ

ذکر یازدہم نماز اشراق و کیفیت وفضائل

۱۲۔ درصلوٰۃ عید الضحیٰ و کیفیت ادعیہ

۱۳۔ بیرون آمدن مسجد

۱۴۔ تلاوت کلام پاک

۱۵۔ ذکر اللہ

۱۶۔ مراقبہ تفکر، شرائط و کیفیت

۱۷۔ خلوت و عزلت

۱۸۔ اسرار عارفان

۱۹۔ قیلولہ و کیفیت

۲۰۔ نماز زوال و ادعیہ

۲۱۔ نماز پیشین

۲۲۔ صلوٰۃ العصر

۲۳۔ صلوٰۃ مغرب

۲۴۔ صلوٰۃ عشاء

۲۵۔ صلوٰۃ وتر و دعاء قنوت

۲۶۔ مشغولی با وراد

۲۷۔ سلام گفتن بروح رسولؐ و صحابہ و مشائخ۔

۲۸۔ خواب کردن

۲۹۔ طعام خوردن

۳۰۔ آب خوردن

۳۱۔ ضیافت

۳۲۔ آداب دعوت

۳۳۔ جامہ پوشیدن

۳۴۔ بناء خانہا و عمارت

۳۵۔ حلق سر، شارب و ناخن

۳۶۔ جماعت کردن

۳۷۔ زکوٰۃ مال

۳۸۔ ہدایا و فتوح

۳۹۔ تحیتہ وسلام

۴۰۔ دیدن ماہ نو

۴۱۔ ماہ ذی الحجہ

۴۲۔ تعریف، کیفیت، دعا و تکبیرات تشریق۔

جواہر جلالی کے مندرجہ ذیل نسخے ہمارے علم میں ہیں۔

۱۔ ہمارے پیش نظر جواہر جلالی کا جو نسخہ رہا ہے وہ نوبہار شاہ سجادہ نشین اوچ کی ملکیت ہے اس کے آخر میں ترقیمہ نہیں ہے، سائز ۲۶×۲۰/۸ اور ۳۷۹ اوراق ہیں ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں، خط نہایت پاکیزہ اور صاف ہے۔

۲۔ جواہر جلالی کا ایک نسخہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن میں بھی ہے جس کا نمبر ۲۲۸ ہے جس میں ۲۳۵ ورق ہیں۔

۳۔ جواہر جلالی کی ایک تلخیص خلیفہ اللہ داد خاں ساکن اوچ کے کتب خانہ میں ہے۔

مظہر جلالی حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک مجموعہ مظہر جلالی کے نام سے ہے اس کا ایک نسخہ مخدوم نوبہار شاہ سجادہ نشین اوچ بخاری کے پاس ہے، اس کا سائز ۲۶×۲۰/۸ ہے، اس میں ۳۲۰ ورق ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۵ سطریں ہیں، بوجہ عدیم الفرصتی کتاب کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا جاسکا، مرتب کا نام بھی سرورق یا مقدمہ کتاب میں تحریر نہیں ہے، کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

"...... وفرط عوارف اضافت نعم و اضافت کرم.... خضر قدم"

اختتام یوں ہے:۔

...... در عوت الی اللہ وصول فاخذ منا واخذ و

البلاء۔

کتاب مہر شدہ ہے مگر مہر پڑھی نہیں جا سکی، کتاب کے شروع کے کچھ عنوان درج ذیل ہیں:۔

ذکر اول در مقدمہ

۱۔ در بیان توحید

۲۔ در بیان فرض

۳۔ در بیان عزیمت و رخصت

۴۔ در بیان شریعت وغیرہ۔

ذکر دوم :۔ در بیان طہارت و وضو و غسل مشتمل بر پانزدہ فصل

۱۔ در آداب قضاء حاجت

۲۔ اگر در صحرا باشد.......

۳۔ در استنجا

۴۔ در کردن استنجا

۵۔ در بیان بیرون آمدن

۶۔ در بیان استبراء

۷۔ کیفیت وضو و بیان فرائض و سنن

۸۔ در بیان مسواک کردن و کیفیت آن

۹۔ در بیان مسح موزہ

۱۰۔ در بیان تیمم

۱۱۔ نواقض وضو

۱۲۔ دربیان فرائض وواجبات ومستحب غسل

۱۳۔ دربیان آبہا کہ وضو ساختن ازاں روا نیست

۱۴۔ دربیان شانہ کردن در محاسن

۱۵۔ دربیان تحیت وضو وآداب وفضائل آں۔

ذکر سوم :۔ دربیان تہجد وفضائل وعدد رکعات و ادعیہ

" دربانگ نماز وکیفیت وشرائط ومسائل آن

" :۔ دربیان صبح صادق وخواندن سورۃ وادعیہ وترتیب آن

" :۔ دربیان سنت بامداد وادعیہ آن

" :۔ دربیان مسجد رفتن وکیفیت ادعیہ آن

" :۔ دربیان شروع کردن نماز بامداد وشرائط وکیفیت ـــ مشتمل بر دو فصل است

فصل اول :۔ در کیفیت سلام گفتن

فصل دوم :۔ دربیان اقامت کردن

اس کتاب کا نسخہ اور کہیں نہیں ملا، البتہ اس کے حوالے تاریخ الاولیاء مولفہ امام الدین (مطبوعہ بمبئی ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۵ء) میں ملتے ہیں، جواہر جلالی سے زیادہ ضخیم تھی، بعض عنوان مشترک معلوم ہوتے ہیں۔

مناقب مخدوم جہانیاں حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ مجموعہ بہت نادر ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) کی لائبریری میں ہے، دو کتابوں کے ناقص نامکمل ملفوظات ایک ہی جلد میں باندھ دئے گئے ہیں۔ پہلی کتاب "وظائف شاہی" ہے جو جعفر بن جلال الدین درویش سے متعلق ہے اور دوسری کتاب مخدوم جلال الدین بخاری کے ملفوظات ہیں مرتب

فہرست نے دونوں کو ایک کتاب سمجھ لیا ہے۔ ۱۵۹ ورق کے بعد دونوں کتابوں کا کاغذ اور خط بدل جاتا ہے اور ۱۶۰ صفحہ سے مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات چھیالیسویں مجلس سے شروع ہوجاتے ہیں، افسوس کہ اس قابل قدر کتاب کا معتدبہ حصہ گم ہے اور سترھویں مجلس کے درمیان ختم ہوجاتی ہے، یہ کتاب سلطان فیروزشاہ کے انتقال کے بعد مرتب ہوئی ہے کیونکہ اس کو سلطان مرحوم لکھا گیا ہے۔

یہ ملفوظات بہت اہم ہیں، اس میں عہد فیروزی کے اکثر سیاسی واقعات مہم ٹھٹھہ اور بغاوت گجرات وغیرہ کا ذکر ہے، اکثر عمال و امراء و عمائدین کے نام ملتے ہیں۔ مرتب نے دریائے ستلج میں بذریعہ کشتی اوچ تک سفر کرنے کا ذکر کیا ہے، مرتب ملفوظات نے سامانے کے جنوب میں ایک گاؤں نظام پور آباد کیا ہے ممکن ہے اس گاؤں کا نام اس نے اپنے نام پر رکھا ہو، اس نایاب نسخے کے ضروری اقتباسات ہمیں ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب کے ذریعہ ملے جس کے لئے ہم ان کے شکرگذار ہیں۔

ترجمہ فارسی رسالہ مکیہ

شیخ قطب الدین دمشقی اپنے زمانہ کے نامور صوفی شیخ تھے، انہوں نے تصوف کے مسائل پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ مکہ شریف میں تالیف کیا اور اس لئے اس رسالہ کا نام رسالہ مکیہ رکھا اور رسالہ کی تکمیل دمشق میں ہوئی۔[1] رسالہ مکیہ اگرچہ مختصر ہے مگر اس کو رسالہ عوارف المعارف رسالہ قشیریہ اور کشف المحجوب کے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ اس مدرسہ کے نامور استاد شیخ عبداللہ یافعی باقاعدہ رسالہ مکیہ کا درس دیتے تھے۔[2] حضرت مخدوم کو یہ رسالہ خود مصنف شیخ قطب الدین دمشقی نے بھیجا تھا، قطب الدین دمشقی کی تصنیفات میں معیار المریدین

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۶۷، ۲۰۲۔ [2] ایضاً

انسا العقائد و ضیاء الفوائد کے نام بھی ملتے ہیں[1]

مخدوم صاحب کا بیان ہے کہ قطب الدین دمشقی کا انتقال ۶۷۸ھ/۱۲۷۸ء میں ہوا۔[2]
حضرت مخدوم کے یہاں رسالہ مکیہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا، مخدوم صاحب نے اس مفید رسالہ کا عربی سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا، رسالہ مکیہ کے فارسی ترجمہ کے قلمی نسخے کیمرج یونیورسٹی، پرنسٹن یونیورسٹی (امریکہ) وغیرہ میں ہیں، پرنسٹن یونیورسٹی کے کیٹالاگ میں اس کا نام "رسالہ مکیہ جلالیہ" درج ہے۔ فارسی ترجمہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

"بسم اللہ ..... الحمد للہ الذی کرم الطالب لطلب قربہ و تواہم لطریق
حبہ مقتضی کہ اینک کسے را نگزارد کہ بوصے دست باید ہر کرا سعادتے
ہمادہ آید"

یہ رسالہ آخر سے ناقص ہے، سترھویں صدی کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے۔ ۲۰ ورق ہیں، ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں، عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں[3]
رسالہ مکیہ سے ہند پاکستان میں کافی اعتنا کیا گیا، شیخ سعد الدین خیرآبادی[4] (ف ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء) نے رسالہ مکیہ کی شرح "مجمع السلوک" کے نام سے عربی زبان میں مکمل کی اور اس میں اپنے شیخ حضرت مینا لکھنوی (ف ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء) کے ملفوظات و حالات بھی

---

[1] معجم المصنفین از مولانا محمود حسین خاں ٹونکی۔ (طبع بیروت)
[2] کشف الظنون میں ان کے انتقال کی تاریخ ۵۹۱ھ/۱۱۹۵ء درج ہے۔
[3] ڈسکرپٹو کیٹالاگ آف دی گیرٹ کلیکشن، پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری ص ۲۰۴ مرتبہ محمد ای مفادم یحیٰ (لندن ۱۹۳۹ء)
[4] شیخ سعد الدین خیرآبادی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علماء ہند ص ۷۱

شامل کرتے ہیں، "مجمع السلوک" کے جز "ملفوظات شاہ مینا" کا فارسی ترجمہ قاضی ارتضیٰ خاں گوپاموی (ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳-۴ء) نے فوائد سعدیہ کے نام سے کیا اور اس میں اپنے سلسلہ کے شیوخ کے حالات شامل کرتے ہیں، فوائد سعدیہ ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں طبع ہو چکا ہے۔ فوائد سعدیہ کا اردو ترجمہ و تلخیص "مخدوم شاہ مینا" کے نام سے ہمارے مخلص بزرگ مولوی خصلت حسین صابری سابق ڈپٹی انسپکٹر مدارس نے کیا ہے، یہ کتاب عنقریب آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس (کراچی) کی طرف سے شائع ہونے والی ہے۔

رسالہ مکیہ کا فارسی ترجمہ حافظ محمد ضامن تھانوی (ش ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء) کی تحریک پر مولانا رشید احمد گنگوہی (ف ۱۹۰۵ء) نے بھی کیا جو امداد السلوک کے نام سے ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں مرادآباد سے طبع ہوا ہے، امداد السلوک کا اردو ترجمہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے معیار السلوک کے نام سے کیا ہے جو متعدد بار چھپ چکا ہے۔ ابھی حال میں امداد السلوک کا از سر نو ترجمہ پروفیسر عبد المغنی صاحب جے پوری نے کیا ہے۔ جو نہایت صاف، سلیس اور رواں ہے۔ ابھی یہ ترجمہ طبع نہیں ہوا ہے۔

اربعین صوفیاء

الدر المنظوم کے مقدمہ میں مولوی ذوالفقار احمد نے جامع العلوم کے مرتب علاء الدین علی کا قول نقل کیا ہے کہ اربعین صوفیاء حضرت مخدوم نے مکہ مبارکہ میں مرتب کی تھی[1]

"اربعین صوفیاء کہ مخدوم در مکہ مبارک جمع کردہ بودند"

یہ کتاب حضرت مخدوم کے یہاں باقاعدہ درس میں رہتی تھی۔

---

[1] الدر المنظوم جلد اول (مقدمہ ص ۱۴۲)

حضرت مخدوم سے منسوب ترجمہ قرآن کریم

یو۔ پی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ محمد ابراہیم مراد آبادی (المتوفی ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء) کی اولاد میں مولوی احسان الحق صاحب[۱] مراد آبادی کے پاس قرآن کریم کا ایک قلمی نسخہ ہے جو خط بہار میں تحریر ہے۔ قرآن کریم میں کوئی ترقیمہ شامل نہیں ہے، جس سے کاتب یا سنہ کتابت وغیرہ کا حال معلوم ہوتا مگر مولوی احسان الحق صاحب کے تایا نا بھائی سلطان الحق بن شمس الحق کی روایت ہے کہ یہ قرآن کریم حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے قرآن کریم کے طرفین کے کئی سیپارے نہیں ہیں، درمیان میں بھی بعض سیپارے نامکمل ہیں، رسم الخط اور کاغذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی ہجری کا ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں فارسی ترجمہ بھی ہے اور ترجمہ سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ ترجمہ میں حسب ضرورت بعض مقامات پر مختصر سی تشریح بھی ہے، قرآن کریم کا یہ فارسی ترجمہ برصغیر پاک و ہند کے قدیم ترجموں میں سے ہے، آخر میں عم یتساءلون کے سیپارہ کا کچھ حصہ بغیر ترجمہ کا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے سیاہ روشنائی سے قرآن کریم تحریر کیا گیا ہے اور اس کے بعد سرخ روشنائی سے ترجمہ لکھا گیا ہے، یہاں سورہ نساء کی چند ابتدائی آیات کا ترجمہ بطور نمونہ نقل کیا جاتا ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ

---

[۱] احسان الحق صاحب ڈاکٹر سید معین الحق صاحب جنرل سکریٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) کے بڑے بھائی ہیں۔

الذی تساءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا، وآتوا
الیتامی اموالهم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا
اموالهم الی اموالکم، انه کان حوبا کبیرا، وان خفتم الا تقسطوا
فی الیتامی، فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع
فان خفتم الا تعدلوا فواحدة، او ما ملکت ایمانکم، ذلک
ادنی الا تعولوا. وآتوا النساء صدقاتهن نحلة، فان طبن
لکم عن شیئ منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا

بنام خدای مهربان بخشاینده :- ای مردمان بترسید از خداوند خود. آن
خدائی که بیافرید شما را، از یک نفس یعنی از آدم، وبیافرید از پهلوی آدم،
جفت او را حوا، وبپراگند از آدم حوا، مردان بسیار وزنان وبترسید از خدای
که از یک دیگر می خواهید ...... بحق او ..... وبترسید از رحم، بدرستی
که خدای هست بر شما نگاهبان وبدهید یتیمان را مالهاء شان، وبدل مکنید
مال حرام بحلال یعنی بجائے حلال حرام مخورید، مالهائے یتیمان را با مالهائے خود
آمیخته که آن باشد گناه بزرگ واگر ترسید که عدل نتوانید کرد در مال
یتیمان پس خواهید نکاح ..... خوش آید شما را از زنان دوگان دوگان و
سه گان سه گان یا چهارگان چهارگان، پس اگر ترسید عدل نتوانید کرد
میان زنان یکی خواهید یا کنیزکی ..... خرید و بقول کنیزک خواهید این
نزدیک تر است که ستم مکنید وبدهید زنان را مهرهائے شان دادنی اگر خوش
آید زنان را که برای شما از چیزی از مهر بخشند بخورید آسانگواران گوارنده

حضرت مخدوم کی ازدواجی زندگی اور اولاد

جامع العلوم میں حضرت مخدوم کی بیوی کا کئی جگہ ذکر ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کی شریک حیات بھی نہایت عبادت گزار عابد اور زاہدہ بلکہ واصل حق تھیں، ایک مرتبہ ان کا ذکر کرتے ہوئے مخدوم نے فرمایا کہ ایک رات وہ عبادت میں مشغول تھیں کہ بے ہوش ہوکر سجدہ میں گر پڑیں، ہوش میں آئیں تو سجدہ سے اٹھیں جب ان سے وضو کرنے کے لئے کہا گیا تو فرمایا کہ مجھ کو بے ہوشی نہ تھی، میں نے دل کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کو دیکھا، اس لئے (دل نے) سجدہ کیا[1] تہجد کے لئے حضرت مخدوم سے پہلے اٹھتیں اور جب دو رکعات نماز ادا کر چکتیں تو حضرت مخدوم اٹھتے[2] شرح کبیر چہل اسم کا ورد فرماتیں[3] اور شرح کبیر کا ایک دفتر حرم محترم کے پاس تھا حضرت مخدوم کے پاس اگر کوئی شخص آتا اور وہ بیمار پڑ جاتا تو حرم محترم ان کی تیمارداری کرتیں[4]۔ علم و فضل کا یہ عالم تھا عوارف المعارف کا باقاعدہ درس دیتی تھیں[5] حضرت مخدوم کے ملفوظات جامع العلوم میں مخدوم کی صرف ایک بیوی کا ذکر ملتا ہے[6]۔ حضرت مخدوم کے تین صاحبزادے محمود (ناصر الدین) عبداللہ اور محمد بیان کئے جاتے ہیں[7]

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۰۲

[2] الدر المنظوم ص ۱۳۱

[3] الدر المنظوم ص ۴۵۹، ۴۶۰

[4] الدر المنظوم ص ۱۸۴

[5] الدر المنظوم ص ۲۴۲، ۲۵۴ [6] سخاوت مرزا صاحب نے مخدوم کی تین بیویوں کا ذکر کیا ہے، تذکرہ مخدوم ص ۴۲ [7] تذکرہ مخدوم ص ۴۲

اور ایک صاحبزادی تھیں جو شرف الدین مشہدی کو منسوب تھیں،[1] نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں کہ مخدوم زادہ عبداللہ کے کوئی اولاد نہ تھی وہ قدم شریف کے پاس دہلی میں دفن ہیں[2]۔ مخدوم زادہ محمد صاحب اولاد تھے۔ لعل بیگ ان کے متعلق لکھتے ہیں:[3]

بعد از پدر سجادہ مشیخت بہ نشست ... پس بزرگ و عالی مقدار بود۔	اپنے باپ کے بعد سجادگی کی مسند پر بیٹھے بڑے بزرگ اور عالی مرتبہ تھے۔

جامع العلوم میں ناصر الدین محمود کا کئی جگہ ذکر ملتا ہے، ایک مرتبہ ان کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور اعضا شکنی کی شکایت تھی، حضرت مخدوم ان کو دیکھنے گئے تھے،[4] دہلی کے سفر ۷۸۱ھ (۱۳۷۹ء) میں وہ ان کے ساتھ تھے۔ مخدوم زادہ محمود مقروض بہت زیادہ رہتے تھے ان کے مصارف زیادہ تھے، مخدوم قرض لینے سے منع کرتے تھے، مگر وہ باز نہیں آتے تھے۔[5] ایک مرتبہ مخدوم کے پاس دو لونڈیاں اور سپالتو تنکے فتوح میں آئے، انہوں نے حسن خادم سے فرمایا کہ ان کو خانگی چور (مخدوم زادہ محمود) نہ دیکھے ورنہ سب لیجائے گا۔[6] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مخدوم زادہ محمود عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے۔ ثمرات القدس میں ہے:[7]

---

۱ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۲۶

۲ الفرح النافی ص

۳ ثمرات القدس حصہ دوم (قلمی) از لعل بیگ ورق ۸۵ الف مخزونہ نیشنل میوزیم کراچی۔

۴ الدر المنظوم ص ۴۳۶-۴۳۷

۵ ایضاً ص ۸۴۸-۸۴۹

۶ ایضاً ص ۶۸۱

۷ ثمرات القدس (قلمی) ورق ۱۰۲

وے را خوارق و کرامات بسیار است می آرند کہ نہصد و پنجاہ حرم داشت و یکصد فرزند ..... وعدد بنات او بیرون ازین است کہ در حصر آید۔	وہ بہت صاحب خوارق و کرامات تھے کہتے ہیں کہ ان کے نوسو پچاس حرم تھیں اور ایک سو لڑکے ..... ان کے پوتے تو شمار سے باہر تھے۔

مولف تاریخ اوچ لکھتے ہیں کہ ناصر الدین محمود کی منکوحہ ازواج کے علاوہ ایک سو چالیس مملوکہ کنیزیں تھیں[1] عموماً اولاد کی تعداد میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر کثیر الازواج اور کثیر الاولاد ضرور تھے۔ بعض نے ان کے فرزندوں کی تعداد بیس اور بعض نے اٹھائیس لکھی ہے۔ مولوی حفیظ الرحمن صاحب نے ناصر الدین محمود کی تاریخ پیدائش ۲ ذیقعدہ ۷۴۲ھ اور تاریخ وفات ۲۲ رمضان ۸۰۰ھ لکھی ہے۔[2]
۶۱۳۴۱ ۶۱۳۹۸

ناصر الدین محمود کے ایک فرزند حامد تھے جنہوں نے تحصیل علم حضرت مخدوم سے کی تھی، جامع العلوم میں ان کا اکثر ذکر ہے بلکہ انہوں نے قرآن کریم اور علوم تفسیر و فقہ حضرت مخدوم ہی سے پڑھے تھے۔[3]

حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد میں بہت برکت ہوئی اور یہ خاندان خوب پھلا پھولا، ہندپاکستان کا شاید ہی کوئی مرکزی شہر ایسا ہو جہاں حضرت مخدوم کی اولاد نہ ہو۔ حضرت مخدوم کی اولاد نے ہندپاکستان میں علوم و فنون اور ارشاد و تبلیغ کے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں جن کے بیان کے لئے ایک علیحدہ جلد کی ضرورت ہے۔

---

[1] تاریخ اوچ ص ۱۰۲-۱۱

[2] ایضاً

[3] الدر المنظوم ص ۴۹۴۴

حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد کے سلسلہ میں ایک بہت بڑا ذخیرہ خلیفہ اللہ داد خاں صاحب ساکن اوچ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس سلسلہ میں :-

۱۔ خلاصۃ السادات مولفہ مولوی خلیفہ غلام محمد خاں (تالیف سنہ ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۱ء)

۲۔ ذکر سادات بخاری و سادات بھکری بسادات رسول دار (تالیف سنہ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء)

۳۔ شجرہ سادات کرام اوچ شریف بخاری مولفہ مولوی خلیفہ محمد رمضان (تالیف سنہ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء)

۴۔ کشکول قلمی مولوی خلیفہ غلام محمد خاں

۵۔ شجرہ انساب سادات عظام (قلمی)

۶۔ اصل السادات بخاری (قلمی)

۷۔ خلاصۃ الانساب بخاری۔

۸۔ شجرہ محمدی نقل کردہ مولوی محمد رمضان (مرتبہ سنہ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء)

وغیرہ ایسی کتابیں ہیں جن سے حضرت مخدوم کے اولاد و احفاد کا مکمل اور واضح شجرہ اور حالات مرتب ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ ان میں بعض کتابیں تھوڑے سے اضافہ کے ساتھ ایک دوسرے کی نقل ہیں پھر بھی یہ ایک قابل قدر ذخیرہ ہے۔ البتہ مطالعہ و استفادہ کے وقت احتیاط و نقد کی ضرورت ہے۔ ہمیں یہ نوادر خلیفہ اللہ داد خاں صاحب کے فرزند جناب غلام شبیر صاحب کے ذریعہ سے دیکھنے کو ملے جن کے لئے ہم ان کے شکرگذار ہیں۔

خانقاہ بخاری کے سجادہ نشین

حضرت مخدوم کے بعد ان کے برادر خورد صدرالدین راجو قتال (م سنہ ۸۲۷ھ / ۱۴۲۳ء) سجادہ نشین ہوئے، مگر ان کے بعد ان کی اولاد کے بجائے فضل الدین بن ناصرالدین محمود سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے عہد میں غازی خاں والی ڈیرہ غازی خاں نے حضرت

مخدوم کے مزار پہ مقبرہ تعمیر کرایا جس کی تعمیر کا سال ۸۵۷ھ / ۱۴۵۳ء ہے ان کی اولاد میں رکن الدین ابو الفتح بہت مشہور ہوئے ہیں، ان کے بیٹے مخدوم محمد کیمیا تھے، مخدوم محمد کیمیا کے فرزند حامد بڈھا تھے جو شاہ حسین ارغون کے خوف سے اوچ سے کوچ کرکے عیسیٰ خیل (ضلع میانوالی) کی طرف چلے گئے اور ان کے بیٹے محمد راجن اپنے باپ کے جانشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے پوتے مخدوم حسن جہانیاں یعنی زین العابدین جانشین ہوئے جنہوں نے اپنے دادا محمد راجن کے حکم سے رحمت اللہ شاہ چاندنہ چراغ سجادہ نشین خانقاہ حضرت جلال سرخ پر اپنے مریدوں کے ساتھ حملہ کیا اور ان سے مزار مبارک چھین کر خود سجادہ نشین ہو گئے اور رحمت اللہ شاہ اوچ چھوڑ کر کھر و سلال میں چلے گئے، مخدوم حسن جہانیاں کے بعد ان کے فرزند مخدوم ناصر الدین ثانی سجادہ نشین ہوئے انہوں نے اوچ کی جاگیر دربار اکبر شاہی سے اپنے نام منتقل کرالی۔ مخدوم ناصر الدین کے بعد ان کے فرزند مخدوم نوبہار کلاں سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے وقت میں حضرت جلال سرخ کی دفن شدہ خاک پاک مقبرہ شیخ صدر الدین راجو قتال سے جنگ و جدال کے بعد نکالی گئی اور چھتے موقعہ پر (جہاں اس وقت خانقاہ بنی ہے) منتقل کی گئی اور مقبرہ تیار کیا گیا اور مسجد بنوائی گئی تاریخ بناء مسجد ۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۸ء ہے۔ مخدوم نوبہار کے بعد ان کے بیٹے مخدوم حسن جہانیاں ثانی سجادہ نشین ہوئے وہ لاولد تھے، اس لئے ان کے بعد ان کے بھائی مخدوم ناصر الدین ثالث جانشین ہوئے مگر کچھ عرصہ بعد وہ اپنے چھوٹے بھائی شیخ راجو کے حق میں دستبردار ہو گئے ان کے بعد ان کے فرزند شیخ ناصر الدین رابع سجادہ نشین ہوئے پھر ان کے فرزند مخدوم راجن نے جگہ لی۔ وہ شکار کے بہت شوقین تھے، چونکہ لاولد تھے اس لئے ان کے بعد ان کے بھتیجے مخدوم حامد نوبہار ثانی بن لال قلندر سجادہ نشین ہوئے وہ بھی لاولد تھے اس لئے ان کی وفات کے بعد ان کے دامادوں میں سجادگی کا جھگڑا ہوا اور مخدوم محمد ناصر الدین

خامس بن غلام شاہ کلاں بن امیر شاہ بن غلام علی شاہ بن مخدوم حامد نوبہار کلاں اپنے خسر کے جانشین ہوئے یہ بڑے با اخلاق تھے ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے ان کو عوام ساڑھی والے پیر کہتے تھے ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔

مخدوم حامد نوبہار ثالث بن مخدوم ناصر الدین خامس اپنے والد کے جانشین ہوئے نوبہار ثالث خواجہ نور محمد مہاروی (م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۱ء) کے مرید تھے ان کے بھائی مخدوم قلندر بخش نے ان کے ملازم دایہ یارا کے ہاتھ سے ان کو زہر دلایا ان کے دو بیٹے جندوڈہ شاہ اور غلام شاہ تھے، مخدوم قلندر بخش نے نواب محمد بہاول خاں ثانی والی بہاول پور سے خانقاہات اوچ کی تولیت حاصل کر لی اور حامد نوبہار ثالث کی بیوی کو قتل کر کے ان کے بیٹے غلام شاہ کو اوچ میں نظر بند کر دیا۔

جندوڈہ شاہ نے سندھ میں بالغ ہو کر ایک طوائف گوہر خاتون سے نکاح کر لیا اور میر سہراب خاں کی تربیت و صحبت کے اثر سے شیعہ مسلک اختیار کر لیا اور ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں پہنچا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے خانقاہ جلال بخاری کا سجادہ نشین بن گیا۔ قلندر بخش احمد پور شرقیہ چلے گئے مولوی حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ[1]

> جندوڈہ شاہ پہلا سجادہ نشین اوچ بخاری ہے جس نے سندھ سے مسلک شیعہ لا کر اوچ اور ریاست بہاول پور میں مروج کیا .... اور اپنے بزرگان کے مذہب سنت جماعت اور حنفی مشرب اور طریقہ سہروردی

---

[1] تاریخ اوچ ص ۱۱۲

کو ترک کر کے مسلک شیعہ اختیار کیا اور رسم تعزیہ داری

کا اوچ میں رواج ڈالا۔

ناصرالدین سادس (جند وڈہ شاہ) ۹ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ ۱۸۵۰ء کو فوت ہوا، پھر اس کے فرزند

محمود شاہ حامد نوبہار رابع کے لقب سے جانشین ہوئے جو سیر و شکار اور عیش و عشرت

کی زندگی بسر کرتے تھے ۲ ذیقعدہ ۱۲۸۱ھ ۱۸۶۵ء کو خدا بخش ملو اور چہرا مرا کیانے ان کو قتل

کر دیا کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس کے بعد محمود نا صرالدین سابع بن غلام ساجن شاہ بن

ناصرالدین سادس سجادہ نشین ہوئے، ان کو شکار، کشتی اور شطرنج کھیلنے کا بہت

شوق تھا، ان کی متواتر کوششوں سے نواب محمد صادق خاں رابع والی بہاولپور نے

وہ معافی کسور جو بعوض خدمات لشکری دو پشت تک محدود تھی تا قیام خانقاہ منظو

کی۔ ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء میں فوت ہوئے ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حضور بخش

مخدوم نوبہار خامس کے لقب سے سجادہ نشین ہوئے ۶ شعبان ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء کو ان

کا انتقال ہوا اور دو بیٹے حسن بخش اور غلام عباس یادگار چھوڑے[1] حسین بخش

مخدوم ناصرالدین ثامن کے لقب سے ۱۵ شعبان ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء کو سجادہ نشین ہوئے۔ اور

۱۹۴۴ء ۱۳۶۲ھ میں فوت ہوئے آج کل ان کے فرزند نوبہار شاہ سادس کے لقب سے

سجادہ نشین خانقاہ اوچ بخاری ہیں، نہایت مرنجان و مرنج شخص ہیں، ان کے تین بیٹے

غلام اکبر، غلام اصغر اور غلام عون ہیں، غلام اکبر صاحب کو سجادہ نشینی کے لئے نامزد کیا

ہے[1]

---

[1] یہ تمام حالات تاریخ اوچ ص ۱۱۲ تا ۱۱۸ سے ماخوذ ہیں۔

حضرت مخدوم کے مریدین و خلفاء اور سلسلہ کی اشاعت

حضرت مخدوم کا سلسلہ بیعت و ارشاد بہت وسیع تھا، صاحب ثمرات القدس لکھتے ہیں[1]

وے را یک لک و ہفتاد ہزار و دو صد و ہشتاد و شش مرید بود و ہمہ حنفی المذہب و مریدان نیز تمام مذہب وے را داشتند۔

ان کے ایک لاکھ ستر ہزار دو سو چھیاسی مرید تھے وہ حنفی مذہب رکھتے تھے اور ان کے تمام مرید بھی اسی مذہب کے پیرو تھے۔

حضرت مخدوم کے مندرجہ ذیل بیالیس مریدین و خلفاء کے نام الدر المنظوم وغیرہ میں ملتے ہیں[2]

(۱) فخر الدین ترمذی
(۲) ابو عبد اللہ علاء الدین علی
(۳) مولانا بدر الدین
(۴) مولانا کبیر الدین
(۵) مولانا شمس الدین
(۶) اسماعیل
(۷) ؟ ہو
(۸) بشیر
(۹) شیخ محمد تقی گازرونی
(۱۰) شمس الدین مسعود عراقی
(۱۱) صدر الدین محمود
(۱۲) شرف الدین
(۱۳) راستیں
(۱۴) رکن الدین راجا
(۱۵) رفیع الدین
(۱۶) معین الدین
(۱۷) فرید الدین
(۱۸) مولانا مختار

---

[1] ثمرات القدس (قلمی) ورق ۲۰۸

[2] الدر المنظوم ۳، ۱۷۸، ۲۶۷، ۲۹۳، ۳۵۵، ۸۱۵، ۷۵۷

(۱۹) مولانا تاج الدین محمد	(۲۰) مولانا نجم الدین شیخ زادہ
(۲۱) مولانا حسام الدین سکری	(۲۲) مولانا تاج الدین مانک پوری
(۲۳) مولانا مسعود جھونی	(۲۴) مولانا محمد جھونی
(۲۵) مولانا نظام الدین ابراہیم	(۲۶) خواجہ بدرالدین بہزاد
(۲۷) مسعود درویش	(۲۸) خواجہ خسرو دہلوی
(۲۹) خواجہ مظفر سامانی	(۳۰) خواجہ نصرت
(۳۱) ملک زادہ نصیرالدین	(۳۲) مولانا رکن الدین دیپال پوری
(۳۳) مولانا علاءالدین مانک پوری	(۳۴) ملک زادہ شہاب الدین
(۳۵) خواجہ مسعود باخرزی	(۳۶) مولانا خواجگی
(۳۷) مولانا سالار سرسی	(۳۸) شیخ زادہ معظم
(۳۹) جمشید	(۴۰) شرف الدین
(۴۱) محمد ظفاری۔	

حضرت مخدوم کے بہت سے مریدین و طالبین خانقاہ میں رہ کر سلوک کے منازل طے کرتے اور ایک معینہ مدت کے بعد خرقہ خلافت حاصل کرکے سلسلہ کی اشاعت میں مشغول ہو جاتے اس طرح حضرت مخدوم کے ذریعہ سے سہروردی سلسلہ تمام برصغیر پاک و ہند میں خوب پھیلا، حضرت مخدوم کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء پنجاب، سندھ، یو۔پی۔ بہار، بنگال، گجرات، کاٹھیاواڑ، دکن، مدراس وغیرہ میں پھیل گئے اور ان علاقوں کے اکثر مقامات پر حضرت مخدوم کی اولاد امجاد کا سلسلہ بھی پھیلا، حضرت مخدوم کے بعض ممتاز خلفاء کا مختصر ذکر درج ذیل ہے:۔

سید صدرالدین راجو قتال حضرت مخدوم کے برادر حقیقی تھے بڑے صاحب جلال

تھے ۸۲۷ھ / ۱۴۲۴ء میں دہلی میں وصال ہوا، مزار اوچ میں ہے، حضرت جہانیاںؒ سے سلسلہ کی خوب اشاعت ہوئی۔

شیخ اخی راجگیری بھی حضرت مخدوم کے خلیفہ تھے "اخی" حضرت نے خطاب دیا تھا، موضع زہرا پرگنہ دریاآباد سرکار ردوہ کے رہنے والے تھے، خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے قنوج کو اصلاح و تبلیغ کا مرکز بنایا، موضع راجگیر میں سکونت اختیار کی۔[1]

شیخ علم الدین ترمذ کے رہنے والے تھے قنوج وطن تھا حضرت مخدوم نے ان کو جونپور بھیجا، سلطان ابراہیم شرقی کے دربار میں رہے، اکبر کبھی ملی صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں:-[2]

"از کامل ترین خلفاء و مریداں حضرت مخدوم جہانیاں است"

مولانا شیخ سراج الدین حضرت مخدوم کے امام تھے حضرت نے ان کے پیچھے نماز پڑھی، حافظ قرآن تھے ۸۳۰ھ / ۱۴۲۷ء میں وصال ہوا، مزار کالپی میں ہے

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی ماوراء النہر سے ۔ قند آئے بعد بہار سے اوچ پہنچے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضری دی حضرت مخدوم نے فرمایا[3]

"فرزند بسیار مردانہ برآمدۂ، مبارک بادہ، زود قدم دراہ نہ"

جہانگیر اشرف سمنانی نے حضرت مخدوم سے روحانی فیض اور خرقہ خلافت پایا وہاں سے

---

[1] خزینۃ الاصفیاء۔ جلد دوم ص ۴۳
[2] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۴۴
[3] لطائف اشرفی جلد دوم ص ۹۴

دہلی آئے جہانگیر اشرف سمنانی کا وصال ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء میں کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد) میں ہوا وہیں آپ کا مزار ہے۔

سید شرف الدین مشہدی، شیخ تاج الدین سعکری، سید محمود مشیلانی، سکندر بن مسعود، علاء الدین علی (مرتب جامع العلوم) شرف الدین اور مولانا عطاء وغیرہ حضرت مخدوم کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔

صوبہ بہار میں حضرت مخدوم کے خلفاء کے ذریعہ سلسلہ سہروردیہ کی خوب اشاعت ہوئی، مولانا حسن پھلواروی صاحب لکھتے ہیں[1]:-

"(صوبہ بہار) میں خاص شہابیہ سہروردیہ سلسلہ انہیں حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور ان کے خلفاء کے ذریعہ اور انہیں دیگر شیوخ سلسلہ سہروردیہ کے وسائط سے جاری و رائج ہوا"

صوبہ بہار کی مشہور خانقاہ پھلواری کے شیخ المشائخ شاہ محمد مجیب اللہ المتوفی ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء حضرت مخدوم کے واسطے سے سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے وہ اس طرح کہ حضرت مجیب اللہ بیعت تھے۔ شاہ عتیق اللہ سے اور وہ شاہ عبدالمقتدر سے اور وہ شیخ عبدالغنی سے اور وہ محمد شیر سے اور وہ عزت شاہ سے اور وہ سید بدھان سے اور وہ سید شاہ عالم سے اور وہ مخدوم عبداللہ سے اور وہ سید ناصرالدین محمود سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[2] اسی طرح بہار کے مشہور بزرگ حضرت سید محمد عرف حضرت پیر دمڑیا عظیم آبادی

---

[1] تذکرہ حضرت ابوالنجیب عبدالقاہر السہروردی از مولانا حسن پھلواروی ص ۷۶ مطبوعہ مطبع مولوی فتح محمد تائب لکھنؤ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء

[2] تذکرہ ابوالنجیب ص ۷۵، ۷۶

بھی جلالی سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے، صاحب "تذکرہ حضرت ابوالخنیب" تالیف محمدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں[1]۔

سید محمد قدس سرہ المشتہر بہ پیر دمڑیا، آن بزرگوار مشرب سہروردیہ
داشت و نعمت از خاندان جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ یافتہ۔

قصبہ منیر (بہار) کے مشہور شیخ شاہ محمد مبارک بھی حضرت مخدوم کے واسطہ سے سہروردی سلسلہ میں بیعت تھے، اس طرح کہ شیخ محمد مبارک نے خرقہ خلافت شاہ نعمت اللہ بن شاہ عطاء اللہ فیروز پوری سے پایا اور انہوں نے محمد معقول عالم سے اور انہوں نے اپنے والد جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے محمد شیر سے اور انہوں نے عزت شاہ سے اور انہوں نے سید سبحان سے اور انہوں نے سید شاہ عالم سے اور انہوں نے مخدوم عبداللہ سے اور انہوں نے سید ناصر الدین محمود سے اور انہوں نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[2]۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے فیوض و برکات اودھ میں شیخ قیام الدین قوام (ف ۸۲۰ھ/۱۴۱۷ء) کے مرید اور حضرت صدر الدین راجو قتال کے خلیفہ شیخ سارنگ (ف ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء) کے ذریعہ سے پھیلے[3]۔ شیخ قیام الدین، حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے خلیفہ تھے، شیخ سارنگ ہندو مذہب چھوڑ

---

[1] تذکرہ ابوالخنیب ص ۶۷

[2] تذکرہ ابوالخنیب ص ۶۸

[3] شیخ قیام الدین کے حالات کے لئے دیکھئے سبع سنابل ص ۷۴ تا ۷۵ و فوائد سعدیہ از قاضی ارتضا علی خاں ص ۳ تا ۴ (مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۳۰۲ھ)

کرمشرف باسلام ہوئے اور عہد فیروزشاہی میں شاہی امیر اور منصب دار تھے پہلے یہ شاہ قیام الدین کے مرید ہوئے اور بعد کو اجازت و خلافت حضرت راجو قتال سے ملی شیخ سارنگ کا مزار موضع مجھگواں ضلع بارہ بنکی میں ہے[1] شیخ سارنگ کے بعد اودھ میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کو ان کے خلیفہ مخدوم شاہ مینا (ف ۸۸۴ھ / ۱۴۷۹ء) اور ان کے خلیفہ شیخ سعد خیرآبادی (ف ۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ء) اور ان کے خلیفہ شیخ عبدالصمد معروف بہ مخدوم شاہ صفی (ف ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء) کے ذریعہ سے بڑا فروغ ہوا[2] حضرت شیخ عبدالصمد کے دو نامور خلفاء بندگی شیخ مبارک اور شیخ حسین محمد سکندرآبادی ہوئے اول الذکر کی آٹھویں پشت میں نامور صوفی شیخ خادم صفی محمدی صفی پوری (ف ۱۲ رجب ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء) ہوئے جن کے مشہور خلیفہ منشی ولایت علی خاں معروف بہ عزیز صفی پوری (ف ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء) مشہور صاحب نسبت و تصنیف بزرگ گزرے ہیں اور شیخ حسین محمد کے مشہور و نامور خلیفہ میر عبدالواحد بلگرامی (ف ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء) ہوئے جن کی کتاب سبع سنابل مشہور و معروف ہے۔

رسول شاہیوں کا ایک سلسلہ سہروردیہ بھی حضرت مخدوم جہانیاں گشت کے واسطے سے جاری ہے وہ اس طرح کہ عبدالرسول شاہ عرف رسول شاہ الوری بیعت تھے حضرت شاہ نعمت اللہ دہلوی سے اور وہ شاہ داؤد مصری سے اور وہ شاہ سخی حبیب سے

---

[1] شیخ سارنگ کے لئے ملاحظہ ہو سبع سنابل ص ۳۷ تا ۴۰، و فوائد سعدیہ ص ۷ تا ۸، مخدوم زادگان فتحپور حصہ اول از مسعود علی محوی ص ۳۷ تا ۴۱

[2] ملاحظہ ہو مخزن الولایت (ملفوظات شاہ خادم صفی) مرتبہ منشی محمد ولایت علی خاں ۱۹۰۰ء ترجمہ از محمد خصلت حسین صابری) ص ۱۵ - ۲۰ (پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۶۱ء

اور شاہ اسمٰعیل سے اور وہ شاہ مرتضیٰ سے اور وہ شاہ عبدالرزاق سے اور وہ شاہ اللہ داد سے اور وہ شاہ پیرن بندگی سے اور وہ شاہ سجن گوشہ نشین سے اور وہ شاہ محمد سے اور وہ شاہ محمد اسحق سے اور وہ شاہ داؤد طائی سے اور وہ شاہ راجو قتال سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[1]

امروہہ (یو پی) کے مشہور چشتی بزرگ شاہ امانت علی امروہوی سہروردی سلسلہ میں حضرت مخدوم کے واسطے منسلک تھے وہ اس طرح کہ شاہ امانت علی بیعت تھے، حافظ موسیٰ مانک پوری سے اور وہ سید اعظم رد پٹری سے اور وہ شاہ سالم رد پٹری سے اور وہ سید بھیک میراں سے اور وہ شاہ ابوالمعالی انبیٹھوی سے اور وہ شیخ داؤد گنگوہی سے اور وہ شیخ صادق گنگوہی سے اور وہ شاہ ابوسعید گنگوہی سے اور وہ خواجہ نظام الدین بلخی سے اور وہ مولانا جلال الدین تھانیسری سے اور وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے اور وہ شیخ درویش اودھی سے اور شاہ بدھن بہرائچی سے اور وہ شاہ اجمل بہرائچی سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[2]۔

---

[1] تذکرہ اہل دہلی (سر سید احمد خاں) مرتبہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ص ۳۹ (انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۵۵ء)

[2] شجرہ کلاں سلاسل عالیہ حسینیہ حسینیہ مرتبہ احمد سعید کاظمی مطبوعہ نوبہار الیکٹرک پریس ملتان ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء و تذکرۃ الکرام (معروف بہ تاریخ امروہہ جلد دوم) از مولوی محمود احمد عباسی ص ۱۰۰ - ۱۹۱ مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی ۱۹۳۲ء۔

کشمیر میں حضرت مخدوم کے سلسلہ کے بزرگ جمال الدین بخاری دہلوی نے اسلام کی شمع روشن کی اور گجرات وکاٹھیاواڑ میں شیخ برہان الدین قطب عالم اور ان کی اولاد امجاد نے اسلام کی تبلیغ واشاعت فرمائی۔

گجرات میں بخاری پیروں کے ذریعہ سہروردی سلسلہ کی بڑی تبلیغ واشاعت ہوئی حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد میں بڑے نامور اور مشہور صاحب سلسلہ بزرگ گزرے ہیں۔

کتب خانہ [illegible] دہلی

کتابیات

١ - آبِ کوثر: شیخ محمد اکرام، لاہور ۱۹۵۲ء

٢ - آثارِ بدایوں: حافظ فضل کریم (وکٹوریہ پریس بدایوں ۱۹۱۵ء)

٣ - آثار الصنادید: سر سید احمد خان (لکھنؤ ۱۸۹۵ء)

٤ - اخبار الاخیار: شیخ عبد الحق دہلوی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ)

٥ - اخبار الصنادید (جلد دوم) حکیم نجم الغنی (لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

٦ - اردو نثر کا آغاز و ارتقاء: ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ (مجلس تحقیقات اردو، حیدرآباد دکن)

٧ - ارمغانِ ہندوستان: محبوب حسن (ادارہ برہانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۱۱ھ)

٨ - اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں: (اردو ترجمہ احسن التقاسیم) خورشید احمد فارق (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۲ء)

٩ - اشاراتِ فریدی (ملفوظات خواجہ غلام فرید) حاجی محمد رکن الدین۔ بہلول پریس لاہور

١٠ - اصل الاسنادات بخاری (قلمی) مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

١١ - الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی: حکیم شمس اللہ قادری (حیدرآباد دکن)

۱۲ - الفرع النامی عن الاصل السامی :- نواب صدیق حسن (مطبع صدیقی، بھوپال ۱۳۰۱ھ)

۱۳ - الفہرست :- ابن ندیم (مکتبہ تجاریہ کبریٰ، قاہرہ)

۱۴ - الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم (جلد اول ودوم) علاء الدین علی حسین (اردو ترجمہ مولوی ذوالفقار احمد) (مطبع انصاری، دہلی ۱۳۰۹ھ)

۱۵ - الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم (قلمی) مکتوبہ غلام حسین قریشی ۱۲۹۶ھ) شمس العلماء نذیر حسین دہلوی (مملوکہ مولانا عطاء اللہ حنیف، لاہور)

۱۶ - آئین اکبری :- ابو الفضل (بہ تصحیح سر سید احمد خاں) (دہلی ۱۲۷۲ھ)

۱۷ - آئینہ حقیقت نما :- اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (کراچی ۱۹۵۸ء)

۱۸ - بزم صوفیہ :- صباح الدین عبد الرحمٰن (دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۴۹ء)

۱۹ - بزم مملوکیہ :- صباح الدین عبد الرحمٰن (دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء)

۲۰ - پنجاب میں اردو :- حافظ محمود خاں شیرانی (لاہور، طبع سوم)

۲۱ - تاریخ الاولیاء :- امام الدین (بمبئی ۱۲۹۱ھ)

۲۲ - تاریخ ادب اردو (جلد اول) مرتبہ ڈاکٹر عبد القیوم (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی ۱۹۶۱ء)

۲۳ - تاریخ اوچ :- مولوی حفیظ الرحمٰن (دہلی ۱۹۳۱ء)

۲۴ - تاریخ اودھ (جلد چہارم) (لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

۲۵ - تاریخ تبلیغ اسلام :- شیخ محمد اسماعیل پانی پتی (قادیان ۱۹۵۸ء)

۲۶ - تاریخ جلیلہ :- غلام دستگیر نامی (لاہور ۱۹۶۰ء)

۲۷ - تاریخ سلسلۂ فردوسیہ :- معین الدین دردائی (بہار شریف، پٹنہ ۱۹۴۷ء)

۲۸ ۔ تاریخ سندھ :۔ مولانا ابو ظفر ندوی (دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء)
۲۹ ۔ تاریخ گجرات :۔ مولانا ابو ظفر ندوی (ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۸ء)
۳۰ ۔ تاریخ فرشتہ :۔ محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ (بمبئی ۱۸۳۲ء)
۳۱ ۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم (اردو ترجمہ) (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۳۳ء)
۳۲ ۔ تاریخ فخر الدین مبارک شاہ :۔ مرتبہ ایڈورڈ ڈینیسن روس (لندن ۱۹۲۷ء)
۳۳ ۔ تاریخ فیروز شاہی :۔ ضیاء الدین برنی (کلکتہ ۱۹۶۰ء)
۳۴ ۔ تاریخ فیروز شاہی :۔ سراج عفیف (بہ تصحیح مولوی ولایت حسین) (کلکتہ ۱۸۹۱ء)
۳۵ ۔ تاریخ فیروز شاہی (سراج عفیف) (اردو ترجمہ مولا علی) (دارالترجمہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۸ء)
۳۶ ۔ تاریخ مبارک شاہی :۔ یحییٰ ابن احمد بن عبداللہ سرہندی (بہ تصحیح محمد ہدایت حسین) (کلکتہ ۱۹۴۱ء)
۳۷ ۔ تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت :۔ سید ہاشمی فرید آبادی۔ (انجمن ترقی اردو، کراچی)
۳۸ ۔ تاریخ معصومی :۔ محمد معصوم بھکری (بہ تصحیح و مقدمہ شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ) (پونا ۱۹۳۸ء)
۳۹ ۔ تاریخ معصومی :۔ محمد معصوم بھکری (بہ تصحیح و حاشی ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ) اردو ترجمہ اختر رضوی (سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء)
۴۰ ۔ تاریخ ملتان :۔ جیلانی شاہ (لاہور غالباً ۱۹۳۶ء)
۴۱ ۔ تاریخ ہندی قرون وسطیٰ :۔ قاری بشیر الدین پنڈت (علی گڑھ ۱۹۴۹ء)

۴۲ ۔ تاریخ یمینی :۔ (اردو ترجمہ مولوی وکیل احمد سکندرپوری) (کانپور ۱۳۰۵ھ)

۴۳ ۔ تبصرۃ الخوارقات (قلمی، تالیف خواجہ من اللہ (مملوکہ مولوی انور حسین نفیس رقم لاہور)

۴۴ ۔ تحفۃ الکرام :۔ علی شیر قانع تتوی (بہ تصحیح و حواشی مخدوم امیر احمد و ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ) اردو ترجمہ اختر رضوی (سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء)

۴۵ ۔ تحقیقات چشتی :۔ نور احمد چشتی (لاہور ۱۳۲۴ھ)

۴۶ ۔ تذکرہ اہل دہلی (سرسید احمد خاں) مرتبہ قاضی احمد میاں اختر (انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۵۵ء)

۴۷ ۔ تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ جلد دوم) مولوی محمود احمد عباسی (دہلی ۱۹۳۲ء)

۴۸ ۔ تذکرۃ الواصلین :۔ رضی الدین بسمل (نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء)

۴۹ ۔ تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی :۔ نور احمد خاں فریدی قصر الادب، جگووالہ ۱۹۵۴ء)

۵۰ ۔ تذکرہ حمیدیہ :۔ شیخ شہر اللہ لانگاہ ملتانی (اردو ترجمہ غلام دستگیر نامی) (لاہور ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء)

۵۱ ۔ تذکرہ جواہر زواہر (جلد اول) محمد ابرار حسین فاروقی (ماہرہ ۱۹۵۹ء)

۵۲ ۔ تذکرہ حضرت ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی :۔ مولانا احسن پھلواروی (لکھنؤ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء)

۵۳ ۔ تذکرہ شاہ رکن عالم :۔ نور احمد خاں فریدی (قصر الادب جگووالہ ۱۹۶۱ء)

۵۴ ۔ تذکرہ صدرالدین عارف (جلد اول) نور احمد خاں فریدی
(قصر الادب، ملتان ۱۹۵۵ء)

۵۵ ۔ تذکرہ صوفیائے سندھ :۔ اعجاز الحق قدوسی (کراچی ۱۹۵۹ء)

۵۶ ۔ تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری
پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۶۱ء)

۵۷ ۔ تذکرہ کاملان رامپور :۔ حافظ احمد علی خاں (دہلی ۱۹۲۹ء)

۵۸ ۔ تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت :۔ سخاوت مرزا
(حیدرآباد دکن ۱۹۶۲ء)

۵۹ ۔ ثمرات القدس (قلمی) لعل بیگ
(مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی)

۶۰ ۔ جغرافیہ خلافت مشرقی :۔ جے۔ لی۔ اسٹرینج (اردو ترجمہ جمیل الرحمٰن)
(دار الترجمہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۲ء)

۶۱ ۔ جمعات شاہی (قلمی، مکتوبہ ۱۰۰۸ھ) مرتبہ معقول عالم (مخزونہ کتب
خانہ انجمن ترقی اردو، کراچی)

۶۲ ۔ جواہر فریدی (اردو ترجمہ) محمد علی اصغر چشتی (اللہ والے کی قومی
دوکان، لاہور)

۶۳ ۔ چچ نامہ :۔ علی بن حامد کوفی (مرتبہ شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ)
مجلس مخطوطات فارسیہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۹ء)

۶۴ ۔ حدیقۃ الاولیاء :۔ غلام سرور لاہوری (مطبع نامی نول کشور کانپور)

۶۵ ۔ خزانتہ الفوائد الجلالیہ (خزانۂ جلالی) (ملفوظات حضرت مخدوم
جہانیاں جہاں گشت) مرتبہ احمد المدعو بہ بہاء بن لعقوب (مخزونہ گیلانی
لائبریری، اوچ)

۶۶ ۔ خزینتہ الاصفیاء (جلد اول و دوم) غلام سرور لاہوری
نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۴ء)

۶۷ ۔ خلاصتہ التواریخ ، سجان رائے بھنڈاری (مرتبہ مولوی ظفر حسن)
(دہلی ۱۹۱۸ء)

۶۸ ۔ خلاصتہ الانساب بخاری (قلمی)
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۶۹ ۔ خلاصتہ السادات (قلمی، تالیف ۱۲۶۶ھ) خلیفہ غلام محمد خاں
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۷۰ ۔ دعوت اسلام (اردو ترجمہ پریچنگ آف اسلام از آرنلڈ)
عنایت اللہ دہلوی (علی گڑھ ۱۸۵۸ء)

۷۱ ۔ دیوان مظہر کڑہ (قلمی) (حبیب الرحمٰن کلیکشن، مسلم یونیورسٹی
(علی گڑھ)

۷۲ ۔ ذخیرۃ الخوانین (قلمی) شیخ فرید بھکری
مخزونہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی)

۷۳ ۔ ذکر سادات بخاری و سادات بھکری و سادات رسول دار
(قلمی، تالیف ۱۰۳۹ھ)
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۷۴ ۔ ذکر کرام :۔ مولوی حفیظ الرحمٰن (بہاولپور ۱۹۳۸ء)
۷۵ ۔ رسالہ در حالات و معاملات شیخ صفی الدین گازرونی (قلمی) تالیف ۸۱۱ھ
ناصرالدین بن جہانگیر
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خان، اوچ)
۷۶ ۔ ریاض الانوار :۔ حافظ محمد عمر عرف سراج الحق (دہلی ۱۳۰۲ھ)
۷۷ ۔ سبع سنابل :۔ میر عبد الواحد بلگرامی
مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۹ھ
۷۸ ۔ سراج الهدایہ (قلمی) (ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت)
تاج الدین احمد بدر بن معین سیاہ پوش
(مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی، علی گڑھ)
۷۹ ۔ سراج الهدایہ :۔(قلمی) تاج الدین احمد بدر
ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ
۸۰ ۔ سرور ریاض (سیر دہلی) شیخ ریاض الدین امجد (مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین
احمد آرزو) (علی گڑھ ۱۹۶۲ء)
۸۱ ۔ سفرنامہ ابن بطوطہ (جلد اول) (اردو ترجمہ عطاء الرحمٰن)
(بک لینڈ کراچی ۱۹۶۱ء)
۸۲ ۔ سفرنامہ جہانیاں جہاں گشت :۔ اردو ترجمہ محمد عباس
(مطبع احمدی، دہلی ۱۸۹۹ء)
۸۳ ۔ سفرنامہ جہانیاں جہاں گشت :۔ اردو ترجمہ محمد عباس
کانپور ۱۹۴۷ء)

۸۴ ۔ سفر نامہ جہانیاں جہاں گشت :۔ اردو ترجمہ محمد عباس
(کلکتہ ۱۹۶۲ء)

۸۵ ۔ سفر نامہ جہانیاں جہاں گشت (فارسی)
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں ۔ اوچ)

۸۶ ۔ سفینۃ الاولیاء :۔ شہزادہ دارا شکوہ (اردو ترجمہ از محمد علی لطفی)
(کراچی ۱۹۵۹ء)

۸۷ ۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات :۔ خلیق احمد نظامی
(ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء)

۸۸ ۔ سیر الاولیاء :۔ مبارک العلوی
(مطبع محب ہند، دہلی ۱۳۰۲ھ)

۸۹ ۔ سیر العارفین :۔ حامد بن فضل اللہ جمالی
(مطبع رضوی، دہلی ۱۳۱۱ھ)

۹۰ ۔ سیر محمدی (قلمی) مرتبہ محمد علی سامانی (تالیف ۸۳۱ھ)
مملوکہ صوفی عبدالرحیم، دکن دارالاشاعت کراچی)

۹۱ ۔ شجرۃ الانساب سادات عظام (قلمی)
مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، قلمی)

۹۲ ۔ شجرہ سادات اوچ شریف بخاری (قلمی)
مولوی خلیفہ محمد رمضان
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۹۳ - شجرۂ سہروردیہ (قلمی، تالیف ۱۱۰۵ھ) احمد خاں اکبر شاہی
(مخزونہ رضا لائبریری، رام پور)
۹۴ - شجرۂ کلاں سلاسل عالیہ :۔ احمد سعید کاظمی (ملتان ۱۳۷۷ھ)
۹۵ - شجرۂ محمدی (قلمی، تالیف ۱۲۷۶ھ) مکتوبہ مولوی محمد رمضان
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)
۹۶ - صحیفۂ زریں
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۲ء)
۹۷ - طبقات ناصری :۔ منہاج سراج (بہ تصحیح ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی)
(لاہور ۱۹۵۲ء)
۹۸ - عجائب الاسفار (ابن بطوطہ)
اردو ترجمہ مولوی محمد حسین) (دہلی ۱۹۱۳ء)
۹۹ - علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول مرتبہ محمد ایوب قادری
(آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۶۰ء)
۱۰۰ - عوارف المعارف (اردو ترجمہ) مولوی ابوالحسن فرید آبادی
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۳ء)
۱۰۱ - عوارف المعارف (اردو ترجمہ) حافظ رشید احمد ارشد
(کتاب منزل لاہور ۱۹۶۲ء)
۱۰۲ - فتوح البلدان :۔ احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری
(بیروت ۱۹۵۷ء)

۱۰۳ ۔ فتوح السلاطین :۔ عصامی (مرتبہ محمد یوشع)
(مدراس ۱۹۴۸ء)

۱۰۴ ۔ فتوحات فیروز شاہی فیروز تغلق
(علی گڑھ ایڈیشن)

۱۰۵ ۔ فوائد سعدیہ :۔
قاضی ارتضا علی خاں (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۳۰۲ھ)

۱۰۶ ۔ فوائد الفواد (اردو ترجمہ) (ملفوظات شیخ نظام الدین اولیا بدایونی)
(حسن سجزی (اللہ والے کی قومی دکان، لاہور ۱۹۵۶ء)

۱۰۷ ۔ فوائد الفواد (قلمی) حسن سجزی (مملوکہ محمد ایوب قادری)

۱۰۸ ۔ مرأت جلالی (جلد اوّل) خلیل احمد منڈاروی
(اسرار کریمی پریس الہ آباد ۱۹۱۸ء)

۱۰۹ ۔ کشکول (قلمی)
خلیفہ غلام محمد خاں (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں اوچ)

۱۱۰ ۔ کلیات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ (تحفۃ الابرار، جلد چہارم)
مرزا آفتاب بیگ
(مطبع رضوی، دہلی ۱۳۲۳ھ)

۱۱۱ ۔ کنز التاریخ :۔ رضی الدین بسمل
(نظامی پریس، بدایوں ۱۹۰۷ء)

۱۱۲ ۔ لباب الالباب :۔ محمد عوفی (مرتبہ سعید نفیسی)
(طبع ایران ۱۳۳۳ھ خورشیدی)

۱۱۳ ۔ لطائف اشرفی ملفوظات جہانگیر اشرف سمنانی
مرتبہ نظام یمنی (نصرت المطابع، دہلی ۱۲۹۹ھ)

۱۱۴ ۔ مآثر صدیقی (سوانح عمری نواب صدیق حسن خاں)
نواب علی حسن خاں
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۴ء)

۱۱۵ ۔ مآثر لاہور حصہ اول سید ہاشمی فرید آبادی
(ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۵۶ء)

۱۱۶ ۔ مآثر لاہور :۔ محمد دین فوق (مرتبہ محمد عبداللہ قریشی)
شمولہ نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء

۱۱۷ ۔ مثنوی دول رانی خضر خاں امیر خسرو (بہ تصحیح رشید احمد سالم
(علی گڑھ ۱۹۱۷ء)

۱۱۸ ۔ مجموعہ تکبیرات راجو قتال (قلمی) صدر الدین راجو قتال
(مخزونہ رضا لائبریری، رام پور)

۱۱۹ ۔ مخدوم زادگان فتح پور :۔ مسعود علی محوی
(حیدر آباد دکن ۱۹۴۲ء)

۱۲۰ ۔ مخزن الولایت (ملفوظات مخدوم شاہ خادم صفی)
مرتبہ منشی محمد ولایت علی (اردو ترجمہ محمد خصلت حسین صابری)
(پاک اکیڈمی ۱۹۶۳ء)

۱۲۱ ۔ مرآت العالم (قلمی) بختاور خاں
(مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی)

۱۲۲ ۔ مرأة سکندری :۔ شیخ سکندر بن محمد
مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۸ھ)

۱۲۳ ۔ مرقع اکبرآباد :۔ سعید احمد مارہروی
(آگرہ ۱۹۳۱ء)

۱۲۴ ۔ مرقع دھلی :۔ درگاہ قلی خاں (بہ تصحیح حکیم مظفر حسین)
تاج پریس حیدرآباد دکن

۱۲۵ ۔ معجم المصنفین
مولانا محمود حسن ٹونکی
(بیروت ۱۳۴۳ھ)

۱۲۶ ۔ مفتاح التواریخ :۔ طامس ولیم بیل
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۶۷ء)

۱۲۷ ۔ مقدمہ تاریخ زبان اردو :۔ پروفیسر مسعود حسن خاں
مطبوعہ لکھنؤ

۱۲۸ ۔ سفرنامہ (قلمی)
(مجموعہ مکاتب مخدوم جہانیاں جہاں گشت)
مرتبہ تاج الدین احمد
(سبحان اللہ کلیکشن، مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ)

۱۲۹ ۔ مکمل سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (اردو ترجمہ)
(اللہ والے کی قومی دکان، لاہور)

۱۳۰ ۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز :۔ (اردو ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی و
مولوی محمد علی (کراچی ۱۹۶۰ء)

۱۳۱ ۔ مناقب الاصفیاء :۔ شعیب فردوسی
(مطبع نور الآفاق کلکتہ، ۱۸۹۵ء)

۱۳۲ ۔ مناقب الاصفیا، (قلمی) حاجی عبداللہ اوچی
(مملوکہ خلیفہ غلام محمد اوچ)

۱۳۳ ۔ مناقب الولایت (قلمی) حامد گنج بخش
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۱۳۴ ۔ مناقب مخدوم جہانیاں (قلمی)
(مخزونہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ)

۱۳۵ ۔ منتخب التواریخ :۔ ملا عبدالقادر بدایونی
(اردو ترجمہ مولوی احتشام الدین مراد آبادی)
(لکھنؤ ۱۸۷۴ء)

۱۳۶ ۔ نتف من شعر ابی عطاء السندی
مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ
(سندھی ادبی بورڈ، کراچی ۱۹۶۱ء)

۱۳۷ ۔ نزہۃ الخواطر (جلد اول) حکیم عبدالحی
(حیدرآباد دکن ۱۹۴۷ء)

۱۳۸ ۔ نفحات الانس :۔ عبدالرحمن جامی
نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۵ء

۱۳۹۔ نقوشِ سلیمانی۔ مولانا سلیمان ندوی کراچی ۱۹۵۱ء ۱۹۱۹ء
۱۴۰۔ واقعاتِ دار الحکومت دھلی جلد دوم و سوم مولوی بشیر الدین آگرہ
۱۴۱۔ ھندوستان عربوں کی نظر میں دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء
۱۴۲۔ یادگارِ دھلی۔ سید احمد ولی اللّٰہی (مطبوعہ دہلی)

رسائل

۱۔ اردو اپریل ۱۹۵۱ء کراچی
۲۔ اردو جنوری، اپریل ۱۹۵۳ء کراچی
۳۔ اردو ادب جولائی، ستمبر ۱۹۵۲ء علی گڑھ
۴۔ اردو نامہ جنوری ۱۹۶۳ء کراچی
۵۔ اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۳۳ء لاہور
۶۔ اورینٹل کالج میگزین (ضمیمہ) اگست۔ نومبر ۱۹۵۲ء لاہور
۷۔ آستانۂ زکریا جنوری ۱۹۶۳ء ملتان
۸۔ بصائر جنوری ۱۹۶۳ء کراچی
۹۔ جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جولائی اکتوبر ۱۹۶۰ء کراچی
۱۰۔ معارف جنوری تا مارچ ۱۹۶۰ء اعظم گڑھ
۱۱۔ نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء لاہور

ENGLISH BOOKS

1. Administration of the Saltanate of Delhi by Dr. I. H. Qureshi (Lahore, 1944).
2. Ancient Geography of India by A. Cunningham (London, 1871).
3. A History of Bahram Shah of Ghaznin by Dr. Ghulam Mustafa Khan (Lahore 1955).
4. Barani's History of the Tughluqs by Dr. S. Moinul Haq (Karachi, 1959).
5. Catalogue of the Delhi Museum of Archaeology by J. Ph. Vogal (Calcutta, 1908)
6. Descriptive Catalogue of the Garrit Collection of Persian, Turkish and Indian Manuscripts in the Prinston University Library by Mohamad E. Moghadam Yahya (London. 1939).
7. Gazetteer--Badaun (Allahabad, 1907).
8. Gazetteer--Bijnore (Allahabad. 1928).
9. India's Contribution to the Study of Hadith Literature by Dr. M Ishaq (Dacca, 1955).
10. Islamic Culture, Hyderabad (Dn.) October, 1948
11. List of Muhammadan and Hindu Monuments, vol. II (Calcutta, 1919).
12. Memoir of the Archaeological Survey of India--"The Jama Masjid at Badaun" by J. F. Blakiston (Calcutta, 1926).
13. Muslim Contribution to Geography by Nafis Ahmad (Lahore, 1947).
14. Medieval India Quarterly, Aligarh, July, October. 1957.
15. Persian Literature by C. A. Storey, Vol. I, Part II (London, 1953).
16. Sind by J. Abbott (Bombay, 1924).
17. The Proceedings of the Pakistan Historical Records and Archives Commission (Karachi, 1957).
18. The Proceedings of the Pakistan History Conference (First Session held at Lahore, 1951) (Karachi, 1962).
19. The History of India by M. Elphinston (London, 1889)
20. Webster's Geographical Dictionary, Spring Field Mass, U.S.A., 1949.

اشاریہ اعلام

کتب

مقامات

باقی صفحہ ۳۰۰

دہلی